MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم

من احدث فی امرنا ھذا مالیس منه فھو رد (متفق علیہ)

ردبدعات

(اُردو)

خصوصیات

کتاب وسنت اور فقہ کی مستند مآخذات کی روشنی میں بدعت کی لغوی وشرعی تعریف اور تقسیم، بدعت اور بدعتی کے متعلق قرآن وسنت اور ائمہ اربعہؒ صحابہ کرامؓ اور سلف صالحینؒ کی آراء سے مذمت ۔ بدعت اور رسم میں فرق مختلف علاقوں میں مروج بعض بدعات اور ان کا مدلل رد، سنت پر عمل کے برکات اور بدعت کی نحوست ٹھوس حوالہ جات سے مبرھن

تالیف

شیخ القرآن

مولانا عبدالجبار الباجوری

مدیر: جامعہ تعلیم القرآن

توحید آباد ترخو باجوڑ

ترجمہ واضافات

ابو النعمان محمد مبین عادل حسن زئی

فاضل: جامعۃ العلوم الاسلامیۃ

بنوری ٹاؤن۔

تخصص: دار العلوم یسٰین القرآن

عظیم الشان خوشخبری

★ اب مکتبہ اشاعت آپ کے جیب میں ★

دنیا میں کسی بھی جگہ علماء جماعت اشاعت التوحید والسنۃ کے تمام تصانیف

Play Store اور Website سے بالکل فری انسٹال / ڈاؤن لوڈ کریں۔

انسٹال / ڈاؤن لوڈ کرنے کا طریقہ

Play Store سے " مکتبۃ الاشاعت " انسٹال کرنے کے بعد ایپ میں مطلوبہ کتاب ڈاون لوڈ کریں نیز اپنی کتاب کو Website / Play Store پر مفت شائع کرنے کے لیے بھی رابطہ کریں۔

Whataspp:03201914145

نوٹ

ویب سائٹ پر جماعت اشاعت التوحید والسنۃ کے تمام تصانیف مثلاً تفاسیر، فتاویٰ جات، شروح، سوانح حیات، نوٹس، درس نظامی کے کتب وغیرہ دستیاب ہیں آپ وقتاً بوقتاً Play Store اور website پر چیک کیا کریں مزید معلومات کے لیے دیے گئے واٹس ایپ نمبر پر رابطہ کریں۔ وہاں آپ کو آسانی کے لئے مطلوبہ کتاب کا link دیا جائے گا اور آپ کو بہترین رہنمائی دی جائے گی جس سے آپ کو مطلوبہ کتاب آسانی سے ملے گا۔ پلے سٹور پر ترجمہ و تفسیر یا سورتوں کے نوعیت والے تصانیف دستیاب ہوں ہیں کیونکہ ایک PDF میں اس کا مطالعہ مشکل ہوتا ہے تو ہم نے آسانی کے لیے ہر ایک پارے کے لیے الگ الگ بٹن بنایا ہے تاکہ قارئین کے لیے پڑھنے میں آسانی ہو باقی تمام نوعیت کے تصانیف مندرجہ ذیل ویب سائیٹ پر دستیاب ہوں گے۔ جو Goggle پر مزکورہ ویب سائیٹ میں سرچ کرنے سے یا ہمارے مندرجہ بالا app " مکتبۃ الاشاعت " کو پلے سٹور سے انسٹال کرنے کے بعد ایپ میں سرچ کرنے سے ملیں گے۔ آسانی کے لیے ویب سائیٹ پر links ملاحظہ کیجئے۔ جزاکم اللہ

اعلان بَرَاْت : ہماری ویب سائٹ سے شائع شدہ کسی بھی کی کتاب کی مضامین سے ہمارا متفق ہونا ضروری نہیں ہم اسی کتب کے مضامین کے ذمہ دار نہیں کیوں کہ کتاب کا مصنف / مؤلف اس کا جواب دہ ہوتا ہے ہم مکمل طور پر ان سے دست بردار ہیں۔ ہم نے پہلے سے اسکین شدہ کتب / مضامین کو صرف بطور معلومات شئیر کئے ہیں جو ان کے کتب یا انٹرنیٹ سے لیے گئے ہیں جن کے ضروری حوالے بھی دیے گئے ہیں ان کو صرف بطور معلومات ہی پڑھا جائے یا ڈاون لوڈ کیا جائے باقی اختلافات / تشریحات کے لیے آپ کتاب کے مصنف / مؤلف سے رابطہ کریں۔

ویب سائیٹ maktabatulishaat.com (مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام)

روزانہ کی بنیاد پر ہم ویب سائیٹ اور پلے سٹور میں مزید تصانیف شامل کر رہے ہیں اور ان میں مزید بہتری لا رہے ہیں۔ نئے شامل شدہ تصانیف کے لئے آپ وقتاً فوقتاً ویب سائیٹ اور پلے سٹور کو چیک کیا کریں مزید بہتری کے لیے اپنے قیمتی تجاویز سے ہمیں ضرور آگاہ کریں۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

قال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم

من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منہ فھورد (متفق علیہ)

ردبدعات

خصوصیات

کتاب وسنت اور فقہ کی مستند مآ خذات کی روشنی میں بدعت کی لغوی وشرعی تعریف اور تقسیم، بدعت اور بدعتی کے متعلق قرآن وسنت اور ائمہ اربعہؒ صحابہ کرامؓ اور سلف صالحینؒ کی آراء سے مذمت۔ بدعت اور رسم میں فرق مختلف علاقوں میں مروج بعض بدعات اور ان کا مدلل رد، سنت پر عمل کے برکات اور بدعت کی نحوست ٹھوس حوالہ جات سے مبرھن۔

تالیف

شیخ القرآن

مولانا عبدالجبار الباجوری

مدیر: جامعہ تعلیم القرآن

توحید آباد تر خو باجوڑ۔

ترجمہ واضافات

ابوالنعمان محمد مبین عادل حسن زئی

فاضل: جامعۃ العلوم الاسلامیۃ

بنوری ٹاؤن۔

متخصص: دارالعلوم یٰسین القرآن

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں۔

کتاب کا نام:.................. ردبدعات

مصنف:.................. شیخ القرآن عبدالجبار الباجوری غفرلہ

مترجم:.................. محمد مبین عادل حسن زئی

کمپوزنگ:.................. (مولانا) ممتاز احمد فاروقی۔ رابطہ: 03036256760

پریس:.................. مہراب پریس نواگئی روڈ خار باجوڑ

تعداد:.................. گیارہ سو۔

ناشر:.................. مکتبہ جامعہ دارالعلوم تعلیم القرآن توحید آباد ترخو باجوڑ۔

ملنے کے پتے

☆☆ مکتبہ جامعہ تعلیم القرآن توحید آباد ترخو باجوڑ۔

☆☆ رحیمیہ کتب خانہ اکبر شہید مارکیٹ خار باجوڑ مولوی نور رحیم جان۔

☆☆ مکتبۃ القرآن اسلامی کیسٹ ہاؤس راحت مارکیٹ خار۔

☆☆ اسلامی کتب خانہ بنوری ٹاؤن کراچی۔

☆☆ درخواستی کتب خانہ بنوری ٹاؤن کراچی۔

☆☆ مکتبہ لدھیانوی بنوری ٹاؤن کراچی۔

☆☆ مکتبہ عمر فاروق شاہ فیصل کالونی کراچی۔

☆☆ مرکزی کتب خانہ لغڑی بازار۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

کچھ مصنف کے بارے میں

شیخ القرآن والحدیث حضرت مولانا عبد الجبار صاحب مدظلہ کی ذات اس سے بالاتر ہے کہ مجھ جیسا اس کی تعارف کرانے بیٹھ جائے بلکہ میں تو اکثر ساتھیوں سے کہا کرتا ہوں کہ ہم تو خود ان شیوخ کے نام سے متعارف ہیں۔تو یہ چند سطور ان کا تعارف نہیں بلکہ عقیدت ومحبت بھرا تذکرہ ہے۔
پہلے تو ارادہ تھا کہ مختصر سا تذکرہ کتاب کے ٹائیٹل پر لکھدوں لیکن پھر یہ ارادہ ترک کر دیا اب اس کو کتاب کے اندر شامل کرتا ہوں۔
یہاں میں یہ بتا تا چلوں کہ مولانا صاحب کی زندگی کی حقیقی تصویر کو قارئین کے سامنے پیش کرنے سے قاصر ہوں اسلئے کہ مولانا کی زندگی کے اتنے ابواب اور علم وعمل کے ایسے وسیع میدان ہیں کہ چند صفحات میں کیا ہزاروں صفحات میں بھی لکھنا چاہوں تو ممکن نہیں لیکن اس خیال سے کہ اگر یوسفؑ مصر کی قیمت ادا کرنا قدرت سے باہر ہوں تو بوڑھی کی طرح سوت کی اٹی لے کر خریداروں میں شامل ہونے سے تو گریز نہیں کرنا چاہیے۔

نام وتاریخ پیدائش:

شیخ القرآن والحدیث مولانا محمد عبد الجبار صاحب مدظلہ العالی دینی حلقوں میں کسی تعارف کا محتاج نہیں اعلیٰ صفات واخلاق سے سرشار علم وعمل کی پیکر ہیں ان کی پیدائش تقریباً ۱۹۴۴ء یا ۱۹۴۵ء میں باجوڑ ایجنسی علاقہ لوئی ماموند واپنی آبائی گاؤں گواتی میں ایک علمی اور مذہبی گھرانے میں ہوئی۔

ابتدائی تعلیم اور درس نظامی:

انہوں نے ناظرہ قرآن اپنے والد محترم اور مختلف اساتذہ کرام سے پڑھا۔ناظرہ قرآن کے بعد ابتدائی کتب بھی انہوں نے مختلف اساتذہ کرام سے پڑھی جن میں سرفہرست جناب مولانا عبد الجلیل مرحوم فاضل امینیہ دھلی اور جناب مولانا صاحب الحق صاحب اور جناب مولانا نصر اللہ

صاحب ہیں۔ خط و کتابت اور گلستان بوستان جیسی کتابیں انہوں نے اپنے چچا محترم الحاج مرزا فضل احد مرحوم سے پڑھی ہیں جوتر خوگاؤں میں حکومت افغانستان کی طرف سے ایک مکتب میں معلم تھے۔ اور چچا کی عدم موجودگی اور غیبت کے زمانے میں مولانا صاحب مکتب کا نگران ہوتے تھے۔

۱۳۸۱ھ سے ۱۳۸۴ھ تک باقاعدہ سفر کا آغاز کر کے گلاب خانہ اور ڈھکی دالگران پشاور اور پھر جامعہ قاسمیہ میں نحومیر سے لیکر شرح جامی تک اور کنز الدقائق سے لیکر ہدایہ تک اور میزان سے لیکر مراح تک کتابیں مندرجہ ذیل اساتذہ سے پڑھی۔ مولانا شاب گل، مولانا نور محمد ننگر ہاری، مولانا عبد الواسع پشاوری، مولانا فضل احد شابلین، مولانا محمد حنیف صاحب سواتی، مولانا میاں حیاء الدین صاحب باجوڑی، مولانا مظفر شاہؒ صاحب ہزاروی، مولانا حسن الابرار صاحب چکیسر، مولانا محمد عزیز صاحب باجوڑی،

دورہ تفسیر:

سب سے پہلے انہوں نے دورہ تفسیر مولانا میاں حیاء الدین صاحب باجوڑی کیساتھ جامعہ اشرفیہ میں کیا پھر ان کی ترغیب سے مولانا ممدوح صاحب ۱۳۸۶ھ میں ماہ رجب، شعبان، رمضان میں دورہ تفسیر کیلئے صوبہ سرحد کی مشہور درسگاہ پنج پیر چلے گئے۔ اور وہاں انہوں نے شیخ القرآن والحدیث حضرت مولانا محمد طاہر صاحب نور اللہ مرقدہ سے شرف تلمذ حاصل کیا اور ان کے خاص الخاص اور مقرب ترین شاگردوں میں سے ہو گئے۔ اور اس دن سے وہ شیخ مرحوم کی زلف کے اسیر ہو گئے اور ان سے جو عہد کیا تھا اور جس نصب العین کو قبول کیا تھا اس پر الحمدللہ آج تک قائم ہیں۔ اگر چہ بہت سارے بھٹکیں،

دورہ تفسیر کے بعد مولانا ممدوح صاحب پشاور تشریف لائے اور جامعہ کریم پورہ میں انہوں نے مندرجہ ذیل اساتذہ سے موقوف علیہ تک باقی کتب کی تکمیل کر لی، یہ ۱۳۸۶ھ اور ۱۳۸۷ھ کی بات

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

ہے۔

جامع المعقول والمنقول حضرت مولانا عبدالغفور صاحب معروف بجار باباؒ حضرت مولانا عبدالرحیم چترالی صاحب، حضرت مولانا خان بادشاہ صاحب شہید اذان، حضرت مولانا فضل حق کوہستانی، حضرت مولانا عبدالحئی صاحب۔

فراغت:

پھر شیخ التفسیر حضرت مولانا محمد طاہر صاحب نوراللہ مرقدہ کے ارشاد کے مطابق موقوف علیہ اور پھر دورہ حدیث کیلئے جامعہ رحمانیہ ضلع مردان خوشحال گڑھ تشریف لے گئے اور وہاں انہوں نے شیخ الحدیث حضرت مولانا عنایت الرحمٰن صاحب نوراللہ مرقدہ کے زیر سایہ ۱۳۹۰ھ میں سند فراغت حاصل کی۔

تاسیس مدرسہ:

۲۳ ذی الحجہ ۱۳۹۰ھ میں رشتہ داروں احباب اور علاقے کے بااثر لوگوں کی اصرار سے جامعہ دار العلوم تعلیم القرآن ترخوباجوڑ ایجنسی کی داغ بیل ڈالی، اور یہاں انہوں نے ۲۹ سال علوم بیکراں وبے پایاں درس قرآن ومواعظ سے طلبہ علوم نبوت اور عوام وخواص کو مستفیض کیا۔ پھر کچھ نا مساعد حالات کی بنا پر یہ جامعہ ترخوگاؤں سے باہر علماء کرام اور اساتذہ کرام سے مشورہ کے بعد بروز جمعرات ۱۱ رجب ۱۴۲۰ھ میں منتقل ہوکر نئی مدرسہ ہذہ کیلئے نئی تعمیر کی بنیاد رکھ دی۔ اور مولانا صاحب کے اخلاص آحباب اور اساتذہ کرام کی دعاؤں سے اللہ تعالیٰ نے یہ مدرسہ کچی آبادی سے پکی آبادی میں تبدیل کر کے بہت جلد پایہ تکمیل تک پہنچایا جو چار بڑے بڑے حال اور ۹ کمروں پر مشتمل ہیں اور ساتھ ہی مدرستہ البنات اور مسجد کا بھی انتظام ہوگیا اور مولانا صاحب نے اپنی ذاتی رقم اور مخلص احباب کی تعاون سے مدرسہ کے جوار میں اپنے لئے رہائش گاہ تعمیر کی۔ اللھم زدفزد

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

دورہ تفسیر کی ابتداء:

۱۳۹۰ھ میں انہوں نے اپنی آبائی گاؤں گواٹی میں دورہ تفسیر کا آغاز کیا۔ اور پھر آئندہ سال ۱۳۹۱ھ میں ترخو مدرسہ میں دورہ تفسیر پڑھایا۔ اب یہ دورہ تفسیر ہر سال رمضان میں تاحال الحمد اللہ جاری ہے، جس میں علماء کرام طلباء عظام، اور عوام دور دراز سے جوق در جوق شرکت کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ ہر ہفتہ پیر کے دن ۱۴۰۹ھ سے لیکر تاحال مقامی علماء کرام کی اصرار سے ایجنسی کے مرکز خار باجوڑ ایجنسی میر اعلی مسجد میں دورہ تفسیر پڑھایا جاتا ہے، جس میں قریب اور دور دراز سے علماء کرام طلباء عظام اور عوام شرکت کر کے اپنی تشنگی بجھاتے ہیں۔ یہ دورہ تین مرتبہ ختم کر کے چوتھی مرتبہ جاری ہے۔ گویا مولانا صاحب باجوڑ میں قصر درس قرآن کیلئے خشت اول ثابت ہوئے جس پر آگے کی تعمیر کھڑی ہوئی۔

مدرسہ میں موقوف علیہ ودروہ حدیث کا آغاز:

کچھ سالوں تک تو مولانا صاحب میں فنون، حفظ، بمع دوسرے اساتذہ پڑھاتے رہے پھر اس کے بعد موقوف علیہ شروع کرایا اور پھر باقاعدہ ۱۴۱۹ھ میں باصرار شیخ الحدیث حضرت مولانا ابوتراب دوست محمد صاحب دورہ حدیث کا آغاز فرمایا اور یہ سلسلہ تاحال جاری ہے اس سال (۱۴۲۶ھ) دورہ حدیث میں ۳۷ طلباء شریک ہیں جبکہ موقوف علیہ میں ۱۷ طلباء ہیں۔ موقوف علیہ اور دورہ حدیث کی کتابیں مولانا ممدوح صاحب اور جناب شیخ الحدیث حضرت مولانا دوست محمد صاحب پڑھاتے ہیں، بندہ کو بھی اللہ تعالیٰ نے مربی و مشفق الشیخ ابوتراب صاحب اور مربی و مشفق چچا محترم مولانا ممدوح صاحب سے موقوف علیہ اور دورۂ حدیث پڑھنے کا موقعہ دیا۔ للہ الحمد علی ذالک۔

مولانا ممدوح درس وتدریس تالیف مدرسہ کی ہمہ قسم سرپرستی اور تنظیمی امور کے ساتھ ساتھ علاقے کے لوگوں کے ہر قسم خوشی اور غم میں شریک ہوتے ہیں، کیونکہ لوگ مولانا ممدوح صاحب کی شرکت

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

کو اپنے لئے مایہ افتخار سمجھتے ہیں۔اس لئے مولانا صاحب ہمہ وقت نہایت ہی مصروف رہتے ہیں۔ مولانا صاحب باجوڑ ایجنسی کے مرکزی ناظم ہونے کی حیثیت سے ساتھیوں کو بیدار کرنے کیلئے ہر اجتماع میں شرکت فرماتے ہیں۔

ردبدعات ورسومات اور ترویج سنت کیلئے بے پناہ جدوجہد:

مولنا صاحب نے جب ۱۳۹۰ھ میں فراغت کے بعد اپنے علاقے میں قدم رکھا تو پورا علاقہ بدعات، رسومات اور شرک کے گھٹاٹوپ اندھیروں میں گھیرا ہوتھا، اور یہ مولانا صاحب کیلئے بڑا چیلنج تھا۔لہٰذا انہوں نے اس کیلئے سرتوڑ کوششیں کی جلسوں اور جلوسوں میں جمعہ المبارک، جنازہ، اور استسقاء کی اجتماعات میں سہ روزہ میں نکل کر اور مناظروں کے ذریعے رد کرنا شروع کردے جیسے ہی انہوں نے ان بدعات اور رسومات پر رد کرنے کیلئے صدا بلند کی تو ہر طرف سے مخالفتیں شروع ہو گئیں اور لوگ ان کے اور ان کے رشتہ داروں کے گھروں پر لشکر کشی کرنے اور جلانے کیلئے تیار ہو گئے جیسا کہ خود مولانا ممدوح صاحب نے شروع کتاب میں اس طرف اشارہ فرمایا ہے۔ لیکن بالآخر اللہ تعالیٰ نے حق کو غالب کردیا اور یوں اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعے شرک وبدعت کے محلات میں لرزہ پیدا کیا اور توحید وسنت کی مشعل سے سارے علاقے کو منور کردیا،اب الحمدللہ مولانا ممدوح صاحب کے ہزاروں شاگرد ہر جگہ پھیلے ہوئے ہیں اور درس قرآن حدیث اور فقہ میں مشغول ہیں۔اب بعد میں آنے والے مزے لوٹتے ہیں۔

حج باسعادت:

مولانا ممدوح کو اللہ تعالیٰ نے تین مرتبہ حج اور ایک مرتبہ عمرہ کی سعادت سے نوازا ہے پہلے مرتبہ ۱۴۱۱ھ میں دوسری بار ۱۴۱۵ھ میں اور تیسری بار ۱۴۱۸ھ میں اور چوتھی بار ۱۴۱۳ھ میں آخری بار مولانا ممدوح کیساتھ دونوں اہل بیت بھی حج کی سعادت سے سرفراز ہوئی۔مولانا صاحب کے دونوں اہل بیت سے کوئی اولاد نہیں ہوئی لیکن بقول تھانوی ؒ اولاد نہ ہونا بھی نعمت ہے اگر چہ ان کو

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

اللہ تعالیٰ نے بے شمار روحانی اولاد نصیب فرمائے ہیں۔

تصنیف وتالیف:

کسی شخص کو اگر اللہ تعالیٰ نے ملکہ خطابت اور صاحب قلم ہونے سے نوازا ہو تو یہ اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے اور قلم کی عظمت کا اندازہ تو اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خود قلم کی قسم کھائی ہے۔ مفتی اعظم پاکستان مولانا محمد شفیع صاحبؒ نے فرمایا ہے کہ جس کے اندر قوت تقریر وتحریر ہوں تو وہ بخوبی دین کی خدمت کرسکتا ہے۔ تو مولانا ممدوح صاحب کو اللہ تعالیٰ نے ملکہ خطابت کیساتھ ساتھ زیور تصنیف وتالیف سے بھی نوازا ہے اور انہوں نے اپنے قدم سے ۲۱ سے زیادہ گرانقدر تصانیف اپنے بعد میں آنے والوں کیلئے اور انہوں نے اپنے قلم سے ۲۱ سے زیادہ گرانقدر تصانیف اپنے بعد میں آنے والوں کیلئے چھوڑ دی۔ ان میں سے ۱۵ تصانیف مطبوع ہیں اور باقی غیر مطبوع ان تصانیف میں سے ہر ایک تصنیف ایک مستقل داستان رکھتا ہے۔ لیکن الہام الرحمٰن فی حل مشکلات القرآن اور التعلیق الصحیح علی مشکوٰۃ المصابیح ایک ممتاز حیثیت کے حامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس، رد بدعات، کتاب کو عوام اور خواص کیلئے نافع بنائے۔ اور اس سے زیادہ سے زیادہ لوگوں کو مستفید فرماویں اور مولانا صاحب اور انکے والدین اساتذہ کرام اور محترم دوست مولانا مفتی محمد مبین صاحب اور ہم سب کیلئے ذخیرہ آخرت بنائے۔ اور اللہ تعالیٰ مولانا صاحب کی تمام دینی خدمات کو شرف قبولیت عطا فرمائے۔

آمین ثم آمین

حررہ: ابوحسان عبدالسبحان ظہیر

جامعہ دارالعلوم تعلیم القرآن تو حید آباد ترخو باجوڑ ایجنسی پاکستان

بمورخہ ۱۴ ربیع الاول ۱۴۲۶ھ الموافق ۲۴ اپریل ۲۰۰۵ء یوم الاحد

﴿کتابوں کی فہرست کتاب کے آخر میں ملاحظہ فرمائیں﴾

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

تقریظ شیخ القرآن والحدیث حضرت مولانا محمد یار باد شاہ صاحب خادم الحدیث بجامعۃ تعلیم القرآن فنجفیر

و امیر جماعۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ (صوبہ سرحد) الحمد للہ و کفیٰ والصلوۃ والسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ: امابعد: فان مما احبہ الشیطان بعد الشرک البدعۃ وان مما ابغضہ اللہ بعد الشرک البدعۃ کما قال ابن قیم رحمہ اللہ تعالیٰ فی تفیسرہ: فان المبتدع یری بدعتہ حلالا و یجعلھا ذریعۃ للاجر والثواب فلایتوب عنہ بخلاف العاصی فانہ یری معصیتہ حراماً ویرجی منہ ان یتوب عنہ فایا کم والبدعۃ فان کل بدعۃ ضلالۃ و کل ضلالۃ فی النار والا جتناب عن البدیاۃ لایکون الا بالعلمَ علی حقیقۃ البدعۃ و مضراتھا و حقا ئقھا فھذہ الرسالۃ محتویۃ و محتفلۃ لمعنی البدعۃ لغۃً و شرعاً و بیان الفرق بین البدعۃ الحقیقی والا ضافی و بیان مضرا تھا و قبائحھا و بیان انموزجیۃ البدعات المنکرۃ وردھا ودلائل ردھا فھذہ الرسالۃ کافیۃ فی ازالۃ مرض البدعات لمن تدبر فیھا و علا جھا و ھوالسنۃ السنیۃ فاللہ اسئل ان یجعل ھذہ الرسالۃ نا فعۃ للمسلمین عامۃ وللعلماء والطلباء خا صۃ و للمئولف اعنی مولنا محمد عبد الجبار ولوٰالدیہ ذخیرۃ طیبۃ فی الا خرۃ. آمین

وانا الاحقر محمد یار بادشاہ ابو نعمت اللہ خادم القرآن والحدیث

اربعۃ وعشرون ربیع الثانی ۲۴/ ۱۴۲۵ھ

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

شیخ القرآن حضرت مولانا محمد طیب طاھری امیر جماعت اشاعت التوحید والسنت پاکستان

الحمد لله الهادی المتین والصلوة والسلام علی سید المرسلین و علی اله و صحبه اجمعین

اما بعد: یہ ایک حقیقت ہے کہ ہر دور میں بعض لوگوں نے اپنی طرف سے دین میں کچھ محدثات و بدعات گڑھے اور دینِ متین کو کمزور کرنے کی کوشش کی لیکن دوسری طرف رب العزت نے کچھ ایسے مرد اہن بھی میدان میں لا کھڑے کئے کہ انہوں نے ان بدعات کی تردید کی اور دینِ حق سے مدافعت کا فریضہ ادا کیا ان میں سے حضرت شیخ القرآن والحدیث والد محترم حضرت مولانا محمد طاہرؒ کے تلمیذ خاص حضرت مولانا عبدالجبار صاحب بھی ہیں۔ جنہوں نے کئی کتابیں تصنیف کی ہیں ان کی ایک تصنیف (رد بدعات) ہے ہر عام وخاص کو چاہئے کہ اس کتاب کا مطالعہ فرمائیں۔

دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ صاحب تصنیف کیلئے ذریعہ نجات فرمائے۔ اور علم و عمل میں برکت عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین الاحقر محمد طیب صفر ۱۴۲۶ھ

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

تقریظ

جامع المعقول والمنقول حضرت علامہ مولانا ولی اللہ صاحب۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمدللہ محترم بھائی مولانا عبدالجبار صاحب کی کتاب ,رد بدعات ,میں نے ص ۶۲ تک پوری دیکھا۔الحمدللہ بہت آچھا مدلل علمی بحث انہوں نے کیا ہے,اور پھرآ خر تک اجمالی دیکھا,الحمدللہ دل کوخوشی مل گئی۔بدعت بڑی گندگی ہے کفراورشرک کے بعد بلکہ کفر کا راستہ ہے۔

مولانا نے مکمل تحقیق اور علمی بحث کیا ہے ایسا کہ عام پشتوں بھائی بھی بہت آسانی سے سمجھیں گے۔

دل کے اخلاص سے دعا گوہوں کہ اللہ تعالی مولانا کی عمر,علم,عمل میں برکت ڈالے اور اس کتاب اور دوسری کتابوں کے ذریعے اللہ تعالی بہت فائدے پہنچائے۔اور مزید لکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

دعاء کی اُمید پر: ولی اللہ کابل گرام حالاڈگر بنیر۔

۱۷شوال ۱۴۲۵ھ

تقریظ

حضرت علامہ شیخ القرآن والحدیث جناب مولانا عبدالسلام (رستم) صاحب

الحمدللہ الذی ابدع خلق السموٰت و الارضین و الصلوۃ و السلام علی النبی خاتم الانبیاء والمرسلین الذی نھی عن احداث البدع فی الدین وعلی آلہ واصحابہ الذین دمغوا رئوس المبتدعین لحفاظۃ الدین المتین۔

امابعد:

اس کتاب مسمّی 'رد بدعات' (مؤلفہ شیخ عبدالجبار باجوڑی مدظلہ العالی) کے بعض مواضع میری نظر سے گزرے اس کتاب میں ہمارے زمانے کی مروجہ بدعات کا صحیح اور کامل ادلہ کیساتھ قلع قمع کیا گیا ہے' یہ کتاب اس موضوع پر بے مثال کتاب ہے, طلباء کرام اور عام مسلمانوں کو چاہیے کہ اپنے دونوں جہانوں کی فلاح وکامیابی اور اپنے دین کی حفاظت کیلئے ضرور اس کتاب کا مطالعہ کریں اور ہر بدعت سے اپنے آپ کو بچائیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو اپنے ہر معاملہ میں مضبوطی سے پکڑیں۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ لمن کان یرجواللہ والیوم الاخر, اللہ تعالی اس کتاب کو مصنف کیلئے ذخیرہ آخرت بنائے اور عام مسلمان بھائیوں کیلئے ہدایت کا سبب بنائے۔ آمین یارب العلمین۔

الاحقر عبدالسلام غفرلہ ۲ رجب ۱۴۰۶ھ

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

فہرست مضامین

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
۴	پیش لفظ از مصنف	۱
۵	تقریظ: شیخ القرآن مولانا افضل خان صاحبؒ	۲
۶	تقریظ: مولانا محمد فاروق حسن زئی صاحب	۳
۹	عرض مترجم	۴
۱۳	خطبہ کتاب	۵
۱۵	اطاعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کریم کی روشنی میں چند آیات اور اکابر مفسرین کے اقوال	۶
۲۸	رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت احادیث کی روشنی میں	۷
۳۷	بدعت کا لغوی معنی	۸
۳۸	بدعت کا شرعی معنی	۹
۴۵	بدعت حقیقی اور اضافی میں فرق	۱۰
۴۸	رسم ورواج کی تعریف	۱۱
۵۶	نماز جنازہ کے بعد دعا کا بیان	۱۲
۷۰	اسقاط مروّجہ	۱۳

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

۱۴	اسقاط مروّجہ کے مفاسد	۷۱
۱۵	یتیم کے مال کھانے کی ممانعت	۷۷
۱۶	فقہاء کرام اور فدیہ	۸۲
۱۷	وصیت ثلث مال میں جائز ہے	۸۵
۱۸	فریب اور دھوکہ منافق کی صفت ہے	۸۸
۱۹	بچہ غیر مکلف ہے	۹۳
۲۰	لطیفہ	۹۶
۲۱	فقہاء کرام اور حیلہ اسقاط	۱۰۵
۲۲	حیلوں کی شرعی اور غیر شرعی حیثیت	۱۱۳
۲۳	غمزدہ کیلئے کھانے پینے کا انتظام	۱۱۹
۲۴	میت کے گھر پر کھانا پکانے کی ممانعت	۱۲۲
۲۵	ایک تطبیق	۱۳۶
۲۶	میت کے مال سے ملے ہوئے حقوق	۱۳۹
۲۷	خیرات کے نہ ماننے کا شبہ اور اس کا جواب	۱۴۴
۲۸	قرآن پر اجرت لینا وغیرہ	۱۴۷
۲۹	تراویح کی ختم پر اجرت کا حکم	۱۶۱
۳۰	ذکر جہری کا بیان	۱۷۴

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

۳۱	میت کو دفن کرنے کا مسنون طریقہ	۱۸۹
۳۲	عورتوں کا قبرستان جانا	۱۹۱
۳۳	مقبروں کی طرف سفر کرنے کا حکم	۱۹۸
۳۴	قبروں پر تعمیر کرنا اور ان کو پختہ کرنا وغیرہ	۲۰۶
۳۵	ایک غلط استدلال اور اس کا جواب	۲۱۴
۳۶	قضاء عمری کا بیان	۲۲۲
۳۷	ایک لطیفہ	۲۳۴
	نماز فجر و عصر اور عیدین میں مصافحہ و معانقہ کا بیان	۲۳۴
۳۸	مکروہ مطلق کے بارے میں قاعدہ	۲۴۶
۳۹	سنتوں کے بعد اجتماعی اہمیت سے دعا کا حکم	۲۴۷

۴۰ تقریظ شیخ الحدیث محمد یار بادشاہ صاحب مدظلہ

۴۱ تقریظ الشیخ العلامۃ ولی اللہ مد ظلہ --

۴۲ تقریظ شیخ القرآن علامہ محمد طیب الطاہری مدظلہ

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

پیش لفظ از مؤلف

الحمدللہ و کفیٰ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔

امابعد!

رسالہ ''ردبدعات'' جوناچیز کی تصنیف وتالیف ہے کئی مرتبہ چھپ کر علماء کرام اورطلباء کے درمیان مقبول ہو چکا ہے۔ چونکہ اصل کتاب پشتو زبان میں تھی ۔لہٰذا برادرم محترم مولوی ابوالنعمان محمد مبین عادل حسن زئی بارک اللہ فی علمہ نے عام فائدہ کوملحوظ نظر رکھتے ہوئے اس کواردوزبان میں منتقل کیااوراس میں بہت کوشش کی ہےاور جابجا مناسب حوالے بھی زیادہ کئے ہیں اللہ کی بارگاہ میں دست بدعاء ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو بندہ ناچیز اورمترجم کیلئے صدقہ جاریہ بنائے اور علماء کرام طلباء عظام اور عام مسلمان بھائیوں کواس سے مستفید بنائے۔آمین۔وماذلک علی اللہ بعزیز۔

احقر عباداللہ الباری محمد عبدالجبار الباجوری

خادم: جامعہ تعلیم القرآن توحیدآباد ترخوباجوڑ ایجنسی۔

۷/شوال المکرم ۱۴۲۴ھ

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

تقریظ

شیخ القرآن ولی کامل حضرت مولانا محمد افضل خان صاحب مدظلہ العالی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مفتی محمد مبین صاحب کی کتاب اردو ترجمہ "رد بدعات"

(مؤلفہ:......مولانا شیخ القرآن عبدالجبار باجوڑی صاحب) اصل کتاب کی طرح یہ ترجمہ بھی بہت اچھا ہے اللہ تعالیٰ اسے مسلمانوں کیلئے باعث خیر بنادے۔ آمین۔

دعا گو: محمد افضل

۲۸/رجب المرجب ۱۴۲۳ھ

۶/اکتوبر ۲۰۰۲ء

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

تقریظ

حضرت مولانا محمد فاروق حسن زئی صاحب مدظلہ العالی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ رب العلمین ، والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین محمد وآلہ وصحبہ ومن تبعھم باحسان الیٰ یوم الدین۔

امابعد! بدعت کیا ہے؟ تو اس کی ایک تعریف یہ ہے کہ شرعی امور میں ایسی کوئی چیز ایجاد کی جائے جو پہلے سے دین میں موجود نہ ہو اور اسے دین کا جزء سمجھا جائے اور اس کی ادائیگی پر اصرار کیا جائے ،عام زبان میں آپ یوں سمجھ لیں کہ بدعت سنت کی ضد اور خدا کی نافرمانی کا نام ہے جو حدود الٰہی کو توڑنے کا ذریعہ ہے اور درحقیقت بدعت شریعت مطہرہ کا حلیہ بگاڑنے اور دین خداوندی کو مسخ کرنے والی چیز ہے اور سنگین جرم ہے جس کے مرتکب کو اکثر توبہ کی توفیق بھی نصیب نہیں ہوتی کیونکہ بدعتی دین میں نئی نئی چیزیں داخل کر کے دراصل خدا کی خدائی کو چیلنج کرتا ہے اور پیغمبر علیہ السلام جس دین کو لیکر آئے تھے اس کے مقابلے میں ایک نیا متوازی دین ایجاد کرتا ہے،اسی وجہ سے پیغمبر علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ ”من وقر صاحب بدعة فقد أعان علیٰ ھدم الإسلام“ جس نے بدعتی کی تعظیم کی تو اس نے اسلام ڈھانے پر اس کی امداد کی، کیونکہ بدعتی ،بدعت کے ذریعہ اسلام منہدم کرتا رہتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ علماء امت نے بدعتی کے ساتھ تعلق رکھنے اور ان کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے سے منع کیا ہے۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

چنانچہ فضیل بن عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں "جس نے بدعتی سے محبت رکھی اللہ تعالیٰ اس کے عمل کو اکارت کردے گا اور اس کے دل سے اسلام کی نورانیت نکال دیگا۔ اور جب اللہ تعالیٰ ایک شخص میں یہ صفت دیکھتے ہیں کہ وہ بدعتی کے ساتھ بغض رکھتا ہے تو مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرمادیں گے اگرچہ اس کے اعمال کم ہی کیوں نہ ہو، اور جب تو بدعتی کو ایک راستے میں آتا ہوا دیکھے تو دوسرا راستہ اختیار کر۔

اتنی سخت مذمت اور سنگین جرم ہونے کے باوجود بعض لوگ اپنے انجام سے بے خبر ہوکر محض اپنی دینوی مفاد کیلئے دین میں نئی نئی چیزیں (بدعتیں) مختلف حیلوں، بہانوں سے داخل کر کے انہیں دین کا جزء بنادیتے ہیں اور جب یہ بدعتیں معاشرے میں جڑ پکڑ لیتی ہیں تو وہ عوام کیلئے "سنت" کا درجہ اختیار کرلیتی ہے جن کا ترک کرنا ان کیلئے دشوار ہو جاتا ہے۔

لہٰذا جب ان سے کہا جاتا ہے کہ یہ بدعت ہے اور اسے ترک کرنا ضروری ہے تو انہیں محسوس ہوتا ہے کہ اسے ترک کرنے سے ہمارے باپ دادا کی کوئی "سنت" ضائع ہو جائیگی، اس طرح عوام کیلئے بدعت، سنت، اور سنت، بدعت کا روپ دھار لیتی ہے، اور بدعتوں کو رواج دینے والے بغیر کسی معقول دلیل کے اوچھے طریقے سے عوام کی پیٹھ تھپکتے رہتے ہیں اس طرح وہ خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں، چنانچہ اس میدان میں "علماء سوء" نے عوام پر اپنا گھیرا تنگ کر رکھا ہے وہ محض دینوی اغراض کے خاطر عوام کے ایمان سے کھیل رہے ہیں اور انہیں ابدی طور پر جہنمی بنادینا چاہتے ہیں۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

اس لئے مسلمانوں کو چاہئے کہ ایسے رہزنوں سے ہوشیار رہیں کسی نے کیا ہی خوب کہا ہے

لباس خضر میں یہاں سینکڑوں رہزن بھی پھرتے ہیں
اگر دنیا میں رہنا ہے تو کچھ سمجھ پیدا کر

ان ایمانی اور دینی رہزنوں سے مسلمانوں کے مال، غیرت اور سب سے بڑھ کر ایمان کو بچانے کیلئے علماء حق نے بدعات کی موضوع پر بہت سی کتابیں تالیف فرمائی جن میں زیر نظر کتاب ''ردبدعات'' بھی ہے جو حضرت مولانا عبدالجبار باجوڑی مدظلہ کی پشتو تالیف ہے، یہ کتاب حضرت کی دینی درد اور اخلاص وتقویٰ کا شاہکار ہے۔

بدعتیں اگر چہ ہر علاقے کی الگ الگ ہوتی ہیں اور یہی بدعت کی پہچان ہے۔ لیکن قدر مشترک سب میں ایک ہے۔ یہ کتاب پشتو زبان میں ہونے کی وجہ سے محدود تھی، مولانا محمد مبین حسن زئی صاحب نے اس کا سلیس اردو ترجمہ کیا مولانا ایک باصلاحیت اور لائق فاضل ہے اور یہ ان کی پہلی کاوش ہے اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائے اور زور قلم اور زیادہ فرمائے، اور مسلمانوں کو زیادہ سے زیادہ نفع اٹھانے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین۔

کتبہ

احقر العباد محمد فاروق حسن زئی

استاذ: جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی۔

۲۶/ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۴ھ

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

بسم اللہ الرحیم الرحیم

عرض مترجم

الحمد للّٰہ و کفی وسلام علی عبادہ الذین ا صطفیٰ۔

امابعد!

دین اسلام ایک جامع اور کامل دین ہے اس میں زیادتی اور کمی کی گنجائش نہیں ہے اس کے کامل ہونے کی شہادت تو قرآن نے " اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ " آج کے دن تمہارے لئے تمہارے دین کو میں نے کامل کردیا، سے دی ہے اور جامع ہونے کا ثبوت " تِبْیَانًا لِّکُلِّ شَیْئٍ " (تمام دین کی باتوں کو بیان کرنے والا) سے ہوتا ہے جس طرح یہ دین اسلام جامع وکامل دین ہے اسی طرح اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کو مذہب اعتدال بنایا ہے اور اس کے امتیازات میں یہ بات داخل ہے کہ اس کو افراط وتفریط سے پاک رکھا گیا ہے چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے " وَکَذٰلِکَ جَعَلْنَا کُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَکُوْنُوْا شُھَدَاءَ عَلَی النَّاسِ " (سورۃ البقرۃ آیت ۱۴۳) اور اسی طرح ہم نے تمہیں معتدل امت بنایا ہے تا کہ تم گواہ رہو لوگوں پر۔

بخلاف دیگر امتوں کے کہ انہوں نے مذہب کے اندر افراط وتفریط کر کے دین کی اصل شکل وصورت بگاڑی اور تحریف کے مرتکب ہو کر مورد طعن بنے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ " یُحَرِّفُوْنَ الْکَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِہٖ " (سورۃ النساء آیت ۴۶) کہ وہ کلموں کے اندر تحریف کیا کرتے تھے۔ اپنی جگہوں سے جس سے دین کی اصل شکل وصورت بگڑتے بگڑتے مسخ ہو گئی پھر زمانہ جتنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خیر القرون مشھود لھا

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

بالخیر سے دور ہوتا رہا اتنے ہی امور دین اور سنت نبوی میں رخنے پڑتے گئے اور ایسی ایسی باتیں دین اسلام اور کار ثواب قرار دی جارہی ہے کہ آنحضرت ﷺ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اور سلف صالحین سے اس کا کہیں ثبوت ہی نہیں جبکہ دین اسلام صرف وہی ہے جو ان حضرات سے ثابت ہو اور نجات انہی حضرات کے دامن کو تھامے رہنے میں ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جتنی شرک و بدعت کی تردید فرمائی ہے اتنی تردید کسی اور چیز کی نہیں فرمائی اور تمام بدعات اور مخترعات سے باز رہنے کی سختی سے تاکید فرمائی ہے یہاں تک کہ حضرت بکر بن عبداللہ المزنی سے روایت ہے۔ " ان النبی ﷺ قال حلت شفاعتی لامتی الااصاحب بدعةٍ"

(البدع والنھی عنھا ص ۲۶)

آنحضرت ﷺ نے فرمایا میری شفاعت میری ساری امت کیلئے ثابت ہو گی مگر بدعتی کیلئے نہیں ہوگی۔

یہ مختصری کتاب بھی ایسی ہی بدعات اور مخترعات کی تردید میں ہے جس کو اللہ کے ایک مخلص بندے استاد محترم و مکرم شیخ القرآن مولانا محمد عبدالجبار صاحب مدظلہ العالی نے مرتب فرمائی ہے کتاب پشتو زبان میں لکھی گئی تھی جس کی وجہ سے ایک خاص طبقہ تک محدود تھی۔ تو اس کا واقعہ یوں ہوا کہ بندہ نے جب ۲۰۰۰ء کو جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن سے فراغت حاصل کی۔ فراغت کے بعد ۲۰۰۱ء کو بندہ نے دار العلوم یٰسین القرآن میں "شعبہ تخصص" میں داخلہ لیا تخصص کے دیگر اور کئی ساتھیوں میں سے ایک ہمارے انتہائی قریبی دوست اور ساتھی مولانا مفتی عبدالسبحان صاحب (حفظہ اللہ ورعاہ) بھی تھے جو ماشاء اللہ نہایت ذکی، فہیم اور محنتی ساتھی تھے۔ انہوں نے مجھے

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

''ردبدعات'' کاایک نسخہ بطور ہدیہ دیا بندہ نے جب کتاب بالاستیعاب دیکھی تو ماشاءاللہ بدعات کے موضوع پر بہترین کتاب تھی۔ میں نے اس ساتھی سے کہا کہ کتاب تو ماشاء اللہ بہت اچھی ہے مگر پشتو زبان میں ہونے کی وجہ سے خاص طبقہ تک محدود ہے اگر اس کا اردو ترجمہ ہو جائے تو ''اردو'' دان طبقہ بھی اس سے مستفید ہوں۔ ساتھی نے اصرار کیا کہ آپ ہی اس کا ترجمہ کردیں میں جناب شیخ القرآن مولانا محمد عبدالجبار صاحب مدظلہ العالی سے اجازت لے لوں گا۔

شیخ مدظلہ العالی کے اجازت دینے کے بعد میں نے اپنے استاد محترم ومکرم حضرت مولانا محمد فاروق حسن زئی صاحب سے مشورہ کیا استاد محترم نے بڑی حوصلہ افزائی فرمائی کہ ضرور اس کا ترجمہ کردیں اور ہر قسم کے تعاون کی یقین دہانی کرائی اور ترجمہ کے دوران مفید مشوروں سے بھی نوازتے رہے اسی سال تخصص کے اختتام پر بندہ مفتی عبدالسبحان کے ساتھ باجوڑ جانا ہوا اور تقریباً ایک ہفتہ شیخ القرآن صاحب مدظلہ العالی کے دورہ تفسیر سے مستفید ہوا اور شرف تلمذ حاصل کیا اور واپسی پر شیخ القرآن صاحب کی طرف سے سند تفسیر عطاء کی گئی باجوڑ سے واپسی کے بعد بندہ نے اللہ کا نام لیکر اس کام کو شروع کیا اور دن میں ایک ڈیڑھ گھنٹہ اس کام کیلئے مختص کیا تو تقریباً ترجمہ چھ مہینے میں مکمل ہوا۔ ''والحمد للہ علیٰ ذلک'' اصل مقصود تو ترجمہ تھا لیکن بعض مقامات پر استاد محترم کے دیئے ہوئے حوالہ جات کو اصل ماخذ سے عبارت کے ساتھ لکھدیا ورنہ عمومی طریقہ یہ رہا کہ استاد محترم کے دیئے ہوئے حوالوں پر اکتفاء کیا اور کہیں موضوع سے متعلق مفید مباحث کا اس طور پر اضافہ کہ کتاب کی اپنی ترتیب ربط اور روانی بھی باقی رہے

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

اور مکمل بحث یکجا طور پر سامنے آجائے۔

مترجم اہل علم اور قارئین کرام کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ اگر اس میں آپ کو کوئی غلطی نظر آئے تو وہ یقیناً میری جہالت کا شاخسانہ ہوگی اس کو ہرگز استاد محترم کی طرف منسوب نہ کیا جائے بلکہ مترجم کی لغزش سمجھ کر مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ اس کی اصلاح ہو سکے۔

آخر میں ان تمام دوستوں اور احباب کا تہہ دل۔ سے ممنون ہوں جنہوں نے کسی طرح بھی اس میں تعاون فرمایا خاص کر اپنے استاد محترم ومکرم حضرت مولانا محمد فاروق حسن زئی صاحب اور مولانا سید اکبر شاہ ہاشمی صاحب اور مفتی مولانا علی الرحمٰن فاروقی صاحب کا۔ اگر یہ حضرات ترجمہ پر نظر ثانی نہ فرماتے تو شاید یہ ترجمہ آج آپ کے ہاتھوں میں نہ ہوتا اور اسی طرح مولانا زرنواب شاہ صاحب اور مولانا کامران انصاری صاحب کا بھی ممنون ہوں اللہ ان سب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

اور رب کریم اس حقیری کاوش کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت عطاء فرما کر تمام مسلمانوں کیلئے نافع بنادیں اور اسے میرے لئے اور میرے والدین اقرباء، اساتذہ، مشائخ، اور احباب واصدقاء، شاگردوں اور اہل وعیال کیلئے ذریعہ نجات اور ذخیرہ آخرت بنائیں۔ آمین۔

ابوالنعمان محمد مبین عادل حسن زئی بن محمد یٰسین حسن زئی۔

خاموش کالونی کراچی نمبر ۱۸۔

۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۴ھ بمطابق ۲۱ جولائی ۲۰۰۳ء

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

خطبہ کتاب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللّٰہ المحمود علیٰ کل حال الذی بحمدہٖ یستفتح کل امر ذی بال، والصلوٰۃ والسلام علی سیّدنا محمد نبی الرحمۃ الذی شملت دعوتہ کل امّۃ، ونسخت شریعتہ کل شریعۃ، وعلی آلہٖ وصحبہٖ الذین اھتدوا بشمسہٖ المنیرۃ واقتفوا اٰثارہ اللائحۃ وانوارہ الواضحۃ وضوح الظھیرۃ۔

امابعد!

یہ ایک ظاہر حقیقت ہے کہ ہدایت جناب رسالت مآب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی اتباع میں منحصر ہے، اور بغیر اتباع رسول اللہ ﷺ کے کوئی عمل بارگاہ الٰہی میں قابل قبول نہیں، اور ہر بدعت خلاف سنت، گمراہی اور جہنم میں دخول کا سبب ہے، لیکن حالت اس قدر افسوس ناک صورت تک پہنچی ہوئی ہے کہ لوگوں کو بدعت سنت اور سنت بدعت نظر آتی ہے، اور اہل سنت کے مقابلہ میں اہل بدعت نے رنگ برنگ حیلے بنائے ہوئے ہیں۔

بندہ گناہ گار ''محمد عبدالجبار'' نے اللہ غفار کی رضا کیلئے اور سنت سیّد الابرار کی تائید کیلئے اس پیش خدمت رسالہ میں چند مشہور بدعات کا رد لکھا ہے، اور یہ وہ بدعات ہیں جن پر اکثر علاقوں میں لوگ جنگ وجدل پر اتر آتے ہیں اور لشکر کشی کرتے ہیں

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

اور متبعین سنت کے گھروں کو جلانے کیلئے تیار ہوتے ہیں۔

امید کرتا ہوں کہ مسلمان بھائی خوب غور وفکر سے اس کا مطالعہ کرینگے۔

اس رسالہ میں چند اہم مسائل پر بحث ہوئی ہے جو علماء حق کی کتابوں کے حوالوں سے پُر ہیں۔اور قرآن مجید کی عظیم الشان آیات اور احادیثِ رسول اللہ ﷺ کی روشنی میں اس میں بحث کی گئی ہے،اور تمام حوالہ جات مع صفحات پیش کرنے کی پوری کوشش کی گئی ہے باقی وہ کتاب جو بندہ حقیر کے پاس موجود نہ تھی اس کا حوالہ موجودہ کتاب کے حوالہ سے نقل کیا گیا ہے۔میں اپنی پوری جدو جہد کے باوجود اپنی نادانی،کم علمی،اور قصور فہمی کا قائل ہوں اور تصنیف وتالیف کے قابل نہیں ہوں۔

لہٰذا مسلمان بھائیوں کی خدمت میں درخواست کرتا ہوں کہ غلطی کی اصلاح فرمائیں۔اور بجائے تنقید کے مصنف کیلئے ہدایت کی دعا کریں۔

"ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم"۔

الاحقر: محمد عبدالجبار الباجوری عفی عنہ

خادم: دارالعلوم تعلیم القرآن توحید آباد ترخو باجوڑ ایجنسی

لیلۃ الاحد/۲۲/ربیع الثانی ۱۴۰۶ھ، بمطابق ۵ جنوری ۱۹۸۶ء

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

حضرت محمد ﷺ کی اطاعت کے بارے میں چند آیات

۱ ...... "لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُو اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْأٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيرًا" (سورۃ احزاب آیت:۲۱)

ترجمہ:...... تم کو پیغمبر خدا کی پیروی کرنی بہتر ہے یعنی اس شخص کو جسے خدا سے ملنے اور روز قیامت کے آنے کی امید ہو اور وہ خدا کا ذکر کثرت سے کرتا ہو۔

(۱) حافظ عماد الدین ابن کثیرؒ المتوفی (۷۷۴ھ) اپنی تفسیر میں اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

"هٰذه الآية الكريمة اصل كبير في التأسي برسول الله ﷺ في اقواله وافعاله واحواله" (ابن کثیر صفحہ ۴۷۴ ج ۳)

یہ آیت کریمہ نبی کریم ﷺ کے تمام اقوال و افعال اور احوال میں اتباع کے معاملہ میں بنیادی قاعدہ کی حیثیت رکھتی ہے۔

یعنی امت کے ہر عمل کے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے قول و فعل اور حال کو نمونہ اور مثال بنایا ہے کہ ان کے نقش قدم پر چلو سوائے ان اعمال کے جو نبی کریم ﷺ کے ساتھ خاص ہیں، جیسا کہ علامہ آلوسی خطیب عراقی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

والآية وان سيقت للاقتداء به عليه الصلوٰة والسلام في امر الحرب من الثبات ونحوه فهي عامة في كل افعاله ﷺ اذا لم يعلم انها من

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

خصوصیاته كنكاح فوق اربع نسوةٍ.

(روح المعانی صفحہ ۱۶۷ ج ۲۱، ایضاً صفحہ ۲۵۳ ج ۲۱ حقانیہ)

یہ آیت کریمہ اگرچہ امور حرب میں ثبات قدمی کیلئے لائی گئی ہے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اقتداء کرنے کیلئے۔ لیکن یہ عام ہے نبی علیہ السلام کے تمام افعال میں جب تک کہ کوئی خصوصیت کی دلیل نہ ہو جیسے نکاح کرنا چار سے زیادہ عورتوں کے ساتھ۔

دوسری آیت:

"وَمَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰکُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا" (سورۂ حشر آیت نمبر ۷)

اور جو تم کو رسول دیں پس تم وہ لے لو اور جس سے تم کو روکے پس تم چھوڑ دو۔

ا:...... امام نسفیؒ (المتوفی ۷۱۰ھ) اس آیت کے عموم کے بارے میں لکھتے ہیں:

والاجود ان يكون عاما فی كل ماأتیٰ به رسول الله ﷺ ونهی عنه وامر الفيئ داخل فيه (مدارک / صفحہ ۲۴۰ ج ۴)

بہترین بات یہ ہے کہ یہ حکم عام ہے ہر اس چیز میں جس کو رسول اللہ ﷺ نے کیا ہے اور جس سے منع کیا ہے اور مال فئ کا حکم بھی اس میں داخل ہے۔

مطلب یہ ہے کہ یہ آیت اگرچہ مال فئ کے حکم کے بارے میں نازل ہوئی ہے لیکن اس کا حکم عام ہے تمام نواہی اور اوامر اس میں داخل ہیں۔ اور اسی طرح تعمیم کا فیصلہ علامہ ابن الجزری، قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ اور مولانا عبدالماجد دریا آبادیؒ نے

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

اپنی اپنی تفاسیر میں کیا ہے۔ (ملاحظہ فرمائیں تفسیر ...... التسہیل فی علوم التنزیل للعلامۃ ابن الجزیؒ صفحہ ۱۰۴ جلد ۴، تفسیر مظہری صفحہ ۲۳۹ ج ۹۔ اور تفسیر ماجدی صفحہ ۱۰۹۲)

نوٹ: ...... مالِ فئ اس مال کو کہتے ہیں جو صلح کے طور پر کفار سے لیا جائے، اور مال غنیمت وہ مال ہے جو بزور شمشیر یعنی جنگ کے ذریعے کفار سے حاصل ہو جائے۔

تیسری آیت:

"قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَیَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝" (آل عمران آیت: ۳۱)

آپ کہہ دیجئے! اگر تم محبت رکھتے ہو اللہ سے تو میری راہ پر چلو تا کہ محبت کرے تم سے اللہ اور بخشے گناہ تمہارے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

اس آیت کریمہ سے یہ بات واضح ہوگئی کہ رسول اللہ ﷺ کی اتباع اللہ تعالیٰ کی محبت کا سبب ہے اور اسی طرح گناہ کے بخشنے کا سبب ہے اور بندہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں تب صادق ہو سکتا ہے جب وہ نبی کریم ﷺ کے طریقے پر ہو۔

۱...... حافظ عماد الدین ابن کثیرؒ (المتوفی ۷۷۴ھ) اس آیت کے تحت فرماتے ہیں:

هٰذه الآية الكريمة حاكمة على كل من ادعى محبة الله وليس هو على الطريقة المحمدية فانه كاذب في دعواه في نفس الامر حتى يتبع الشرع المحمدى والدين النبوى في جميع اقواله وافعاله

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

یہ آیت کریمہ فیصلہ کرنے والی ہے ہر اس شخص پر جو اللہ کی محبت کا دعویٰ کرنے والا ہو اور نہ ہو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر، بیشک وہ نفس الامر میں جھوٹا ہے اپنے اس دعویٰ میں یہاں تک کہ وہ شریعت محمدی اور دین نبوی کا تابع ہو جائے اپنے تمام اقوال اور افعال میں۔ (ابن کثیر صفحہ ۳۵۸، ج ۱)

۲......علامہ نسفی رحمۃ اللہ علیہ ایسے شخص کے بارے میں جو اللہ کی محبت کا دعویٰ کرنے والا ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کا تابع نہ ہو۔ فرماتے ہیں۔

"فمن ادعی محبته و خالف سنة رسوله فهو كذّاب و كتاب الله يكذبه"

(مدارک صفحہ ۱۵۴ ج ۱ ایضاً ج ۱ صفحہ ۲۱۳۔ قدیمی کتب خانہ)

جو شخص اللہ کی محبت کا دعویٰ کرے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی مخالفت کرے وہ شخص جھوٹا ہے اور اللہ کی کتاب اس کی تکذیب کرتی ہے۔

۳......امام حسن بصریؒ (المتوفی ۱۱۰ھ) فرماتے ہیں، بعض لوگوں کا خیال یہ ہوتا ہے کہ وہ اللہ تبارک وتعالیٰ سے محبت رکھتے ہیں۔ فابتلاهم الله بهذه الاية

(ابن کثیر صفحہ ۳۵۸/ ج ۱)

تو اللہ نے ان کو آزمایا اس آیت کیساتھ...... مطلب یہ ہے کہ لوگ اپنے دعویٰ میں تب صادق ہونگے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحیح پیروکار بن جائیں گے۔

۴......خطیب عراقی رحمہ اللہ لکھتے ہیں......

"كل طريق سوىٰ طريقه مسدود و كل عمل سوىٰ ماأذن به مردود"

(روح المعانی ج ۳ ص ۱۳۰)

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

ہر وہ طریقہ جو حضور ﷺ کے طریقے کے مخالف ہو وہ ممنوع طریقہ ہے، اور ہر وہ عمل جس کی شرعاً اجازت نہ ہو وہ طریقہ مردود ہے۔

چوتھی آیت:

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَأُولٰئِکَ مَعَ الَّذِيْنَ أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ أُولٰئِکَ رَفِيْقًا ۞ (سورۂ نساء آیت:٦٩)

جو کوئی حکم مانے اللہ کا اور رسول کا سو وہ ان کے ساتھ ہیں جن پر اللہ نے انعام کیا کہ وہ نبی اور صدیق اور شہید اور نیک بخت ہیں اور اچھی ہے ان کی رفاقت۔

اس آیت سے یہ بات واضح طور پر معلوم ہوئی کہ اللہ کی اطاعت اور رسول کی اطاعت کل قیامت کے دن نیک لوگوں کی رفاقت کا سبب ہوگی۔

۱...... شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان صاحب رحمہ اللہ قرطبی کے حوالے سے اس آیت کی تشریح میں لکھتے ہیں۔

ای هم معهم فی دار واحدة ونعيم واحد يستمتعون برؤيتهم والحضور معهم لا انهم يساوونهم فی الدرجة

(قرطبی ج/۵. صفحہ ۲۷۲ بحوالہ جواہر القرآن صفحہ ۲۲۸ ج ۱)

یعنی یہ اطاعت کرنے والے ان لوگوں کیساتھ ایک گھر اور ایک نعمت میں ہونگے اور نفع اٹھائینگے ان کی ملاقات اور حاضر ہونے سے یہ مطلب نہیں کہ یہ ان کے

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

ساتھ درجہ میں برابر ہونگے۔

پانچویں آیت:

﴿ قُلْ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَیْہِ مَا حُمِّلَ وَعَلَیْکُمْ مَا حُمِّلْتُمْ وَاِنْ تُطِیْعُوْہُ تَھْتَدُوْا ط وَمَا عَلَی الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِیْنُ ۞ ﴾ (سورۃ نور آیت:۵۴)

فرمادیجئے! حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا پھر اگر تم منہ پھیرو گے تو اس کا ذمہ ہے جو بوجھ اس پر رکھا اور تمہارا ذمہ ہے جو بوجھ تم پر رکھا اور اگر اس کا کہا مانو تو راہ پاؤ اور پیغام لانے والے کا ذمہ نہیں مگر پہنچادینا کھول کر۔

۱......امام فخر الدین رازیؒ (المتوفی ۶۰۶ھ) اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

وان تطیعوہ تھتدوا ای تصیبوا الحق وان عصیتموہ فما علی الرسول الا البلاغ المبین ۞ بمعنی التبلیغ . (تفسیر کبیر صفحہ ۲۳ ج ۲۴ طبع تہران)

مطلب اس کا یہ ہے کہ اگر تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی تو حق تک پہنچ جاؤ گے اور اگر ان کی نافرمانی کی تو نہیں ہے رسول پر مگر پہنچادینا کھول کر۔

چھٹی آیت:

"قُلْ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْکَافِرِیْنَ ۞"

(سورۃ آل عمران آیت:۳۲)

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

فرمادیجئے! حکم مانو اللہ کا اور رسول کا پھر اگر اعراض کریں تو اللہ کو محبت نہیں ہے کافروں سے۔

اس ذکر شدہ آیت سے پتہ چلتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے طریقے کی مخالفت کرنا کفر ہے۔

(۱) حافظ ابن کثیرؒ اس آیت کے تحت فرماتے ہیں۔

فَدَلَّ عَلیٰ اَنْ مخَالَفَتَهُ فِی الطَّرِیقَة کفر واللّٰه لایحب من اتصف بذلک وان ادعی وزعم فی نفسهٖ انه محب للّٰه ویتقرب الیه حتی یتابع الرسول النبی الامی خاتم الرسل ورسول اللّٰه الی جمیع الثقلین۔ (تفسیر ابن کثیر صفحہ ۳۵۸ ج ۱)

یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ نبی ﷺ کے طریقہ کی مخالفت کرنا کفر ہے اور اللہ محبت نہیں کرتا اس شخص سے جو اس صفت کفر کیساتھ موصوف ہو، اگر چہ وہ دعویٰ کرے اور گمان کرے اپنے دل میں کہ وہ اللہ سے محبت کرنے والا ہے اور اس کے قریب ہے یہاں تک کہ وہ رسول نبی امی خاتم الرسل اور نبی الثقلین کی تابعداری کرلے۔

ساتویں آیت:

"فَلَاوَرَبِّکَ لَایُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَهُمْ ثُمَّ لَایَجِدُوْا فِیْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًامِّمَّا قَضَیْتَ وَیُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ۞"

(سورۂ نساء آیت نمبر ۶۵)

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

سو قسم ہے تیرے رب کی وہ مؤمن نہ ہونگے یہاں تک کہ تجھ ہی کو منصف جانیں اس جھگڑے میں جو ان میں اٹھے، پھر نہ پاویں اپنے جی میں تنگی تیرے فیصلہ سے اور قبول کریں خوشی سے۔

اس ذکر شدہ آیت میں ایمان کیلئے تین شرائط مذکور ہیں۔

۱......حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی سنتوں پر فیصلہ کرینگے۔

۲......اپنے دل میں بھی اس فیصلہ میں تنگی نہ پائینگے۔

۳......اور آئندہ کیلئے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کے سامنے سرِ تسلیم خم کرینگے۔

(۱) امام فخر الدین رازیؒ (المتوفی ۶۰۶ھ) اس آیت کے تحت فرماتے ہیں:

قسم من اللّٰہ تعالیٰ علی انھم لایصیرون موصوفین بصفة الایمان الاعند حصول شرائط (ثلثة) (تفسیر کبیر صفحہ ۱۶۴ ج ۱۰ طبع طھران)

یہ مذکورہ قول اللہ تعالیٰ کی طرف سے قسم ہے کہ یہ لوگ صفت ایمان کیساتھ موصوف نہیں ہو سکتے الا یہ کہ مذکورہ تین شرائط پائی جائیں۔

آٹھویں آیت:

﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ ط وَمَنْ يَعْصِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُبِينًا ۞﴾

(سورۂ احزاب آیت: ۳۶)

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

اور کسی ایماندار مرد اور کسی ایماندار عورت کو گنجائش نہیں جب اللہ اور اس کا رسول کسی کام کا حکم فرمادیں کہ ان کو ان کے اس کام میں کوئی اختیار رہے اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کا کہنا نہ مانے گا وہ صریح گمراہی میں پڑا۔

(۱) اس آیت کی تفسیر میں حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

فهذه الاية عامة في جميع الامور (ابن کثیر ج/۳: صفحہ ۴۹۰)

پس یہ آیت عام ہے تمام کاموں میں۔

نویں آیت:......

يٰاَ يُّهَاالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِى الْاَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِىْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ط ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ۞" (سورۃ النساء آیت: ۵۹)

اے ایمان والو! تم اللہ کا کہنا مانو اور رسول کا کہنا مانو اور تم میں جو لوگ اہل حکومت ہیں ان کا بھی پھر اگر کسی امر میں تم باہم اختلاف کرنے لگو تو اس امر کو اللہ اور رسول کیطرف حوالہ کرلیا کرو اگر تم اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہو، یہ امور سب بہتر ہیں اور ان کا انجام خوش تر ہے۔

مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ان کی عبارت کا خلاصہ یہ ہے۔

حکم اور اطاعت کی تین عملی صورتیں ہیں۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

۱......ایک وہ چیز جس کا حکم صراحۃً خود حق تعالیٰ نے قرآن میں نازل فرمادیا، اور اس میں کسی تفصیل وتشریح کی حاجت نہیں، جیسے شرک اور کفر کا انتہائی جرم ہونا، صرف ایک اللہ وحدہ کی ہی عبادت کرنا، اور آخرت اور قیامت پر یقین رکھنا، اور محمد مصطفے ﷺ کو اللہ کا آخری برحق رسول ماننا، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، کو فرض سمجھنا، یہ وہ چیزیں ہیں جو براہ راست احکام ربانی ہیں، ان کی تعمیل بلاواسطہ حق تعالیٰ کی اطاعت ہے:

۲......دوسرا حصہ احکام کا وہ ہے جس میں تفصیلات وتشریحات کی ضرورت ہے، اور ان میں قرآن کریم اکثر ایک مجمل یا مبہم حکم دیتا ہے اور اس کی تشریح وتفصیل نبی کریم ﷺ کے حوالے کی جاتی ہے، پھر وہ تفصیل وتشریح جو آنحضرت ﷺ اپنی احادیث کے ذریعہ فرماتے ہیں وہ بھی ایک قسم کی وحی ہوتی ہے، اگر اس تفصیل وتشریح میں اجتہادی طور پر کوئی کمی یا کوتاہی رہ جاتی ہے تو بذریعہ وحی اس کی اصلاح فرمادی جاتی ہے، اور آنحضرت ﷺ کا قول وفعل جو آخر میں ہوتا ہے وہ حکم الٰہی کا ترجمان ہوتا ہے، اس قسم کے احکام کی اطاعت بھی اگرچہ درحقیقت اللہ تعالیٰ ہی کی اطاعت ہے لیکن ظاہری اعتبار سے چونکہ یہ احکام صریح طور پر قرآن نہیں بلکہ آنحضرت ﷺ کی زبان مبارک سے امت کو پہنچے ہیں اس لئے ان کی اطاعت ظاہری اعتبار سے ایک جداگانہ حیثیت رکھتی ہے، اسی لئے پورے قرآن میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا حکم دینے کے ساتھ اطاعت رسول کا حکم مستقلاً مذکور ہے۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

۳......تیسرا درجہ احکام کا وہ ہے جو نہ قرآن میں صراحۃً مذکور ہیں نہ حدیث میں، یا ذخیرہ احادیث میں اس کے متعلق متضاد روایات ملتی ہیں ایسے احکام میں علماء مجتہدین قرآن وسنت کے منصوصات اور زیر غور مسئلہ کے نظائر میں غور وفکر کر کے ان کا حکم تلاش کرتے ہیں، ان احکام کی اطاعت بھی اگر چہ حقیقت کے اعتبار سے قرآن وسنت سے مستفاد ہونے کی وجہ سے اطاعت خداوندی ہی کا ایک فرد ہے، مگر ظاہری سطح کے اعتبار سے یہ فقہی فتاویٰ کہلاتے ہیں اور علماء کی طرف منسوب ہیں،

اس تیسری قسم میں ایسے احکام بھی ہیں جن میں کتاب وسنت کی رو سے کوئی پابندی عائد نہیں، بلکہ ان میں عمل کرنے والوں کو اختیار ہے جس طرح چاہیں کریں جن کو اصطلاح میں ''مباحات'' کہا جاتا ہے ایسے احکام میں عملی انتظام حکام اور امراء کے سپرد ہے، کہ وہ حالات اور مصالح کے پیش نظر کوئی قانون بنا کر سب کو اس پر چلائیں،

نیز مفتی صاحبؒ لکھتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ، مجاہدؒ اور حسن بصریؒ وغیرہ رضی اللہ عنہم، مفسرین قرآن نے اولی الامر کا مصداق علماء اور فقہاء کو قرار دیا ہے۔ اور ایک جماعت مفسرین نے جن میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں فرمایا کہ اولی الامر سے مراد حکام اور امراء ہیں۔ (معارف القرآن ج۲ صفحہ ۴۵۰)

(۲) اور حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں:

والظاهر واللّٰه اعلم انها عامّة فى كل اولى الامر من الامراء

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

والعلماء ۔ (ابن کثیر ج ا صفحہ ۵۱۸)

ظاہر (واللہ اعلم) یہ ہے کہ یہ آیت شامل ہے اُمراء اور علماء میں سے تمام اولی الامر کو۔

اسی طرح اس آیت کے عموم (شمول) کا قول قاضی پانی پتیؒ نے بھی کیا ہے۔ (تفسیر مظہری ج ۲ صفحہ ۱۵۱)

امام نسفی رحمہ اللہ، اللہ تبارک وتعالیٰ کے اس قول:

"فَرُدُّوْهُ إِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ" کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں۔

ای الرسول فی حیاتہٖ والی احادیثہٖ بعد وفاتہٖ۔

(تفسیر مدارک ج ا صفحہ ۲۳۲)

یعنی رسول کی طرف لوٹا دو ان کی زندگی میں اور احادیث کی طرف لوٹا دو ان کی زندگی کے بعد۔

دسویں آیت:......

"وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ۝"

(سورۃ النساء آیت: ۱۱۵)

اور جو شخص رسول ﷺ کی مخالفت کرے گا بعد اس کے کہ اس کے لئے امر حق ظاہر ہو چکا تھا اور مسلمانوں کا راستہ چھوڑ کر دوسرے راستہ ہولیا تو ہم اس کو جو

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

کچھ وہ کرتا ہے کرنے دیں گے اور اس کو جہنم میں داخل کرینگے اور وہ بری جگہ ہے جانے کی۔

اس آیت کریمہ میں سخت وعید وارد ہے ان لوگوں کے بارے میں جو مخالف ہوں رسول اللہ ﷺ کے طریقہ کے اور کامل ایماندار لوگوں کے راستے کے (جو اجماع ہے) مفسرین لکھتے ہیں جس طرح کتاب وسنت کی مخالفت جائز نہیں اسی طرح اجماع امت کی بھی مخالفت جائز نہیں اور اس آیت سے استدلال کرتے ہیں۔

امام نسفی کی عبارت کچھ اس طرح ہے۔

"فيه دليل علىٰ ان الاجماع حجة لاتجوز مخالفتها كمالا تجوز مخالفة الكتاب و السنة" (مدارک ج ۱ صفحہ ۲۵۱، ابن کثیر ج ۱ صفحہ ۵۵۵)

اس میں دلیل ہے کہ اجماع حجت ہے اس کی مخالفت جائز نہیں جس طرح کتاب وسنت کی مخالفت جائز نہیں۔

(مظہری ج ۲ صفحہ ۲۳۶، روح المعانی ج ۵ صفحہ ۱۴۶، معارف القرآن ج ۲ صفحہ ۵۴۶)

یہ چند آیات بطور نمونہ کے ناظرین کی خدمت میں اس لئے پیش کی گئی ہیں تا کہ فیصلہ کرلیں کہ نبی کریم ﷺ کی اتباع دین کے امور میں واجب ہے، اس لئے کہ اللہ رب العزت نے اپنی اطاعت کو تعبیر کیا ہے رسول کی اطاعت سے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ حضور ﷺ بحیثیت رسول کے واجب الاتباع ہیں اور ان کی رسالت امور تشریعی میں ہے نہ کہ امور بشری میں۔ اور ان آیات میں سخت وعید ہے ترک اتباع پر، اور بعض وعیدیں سخت ہیں بعض دوسری وعیدوں سے اور نبی ﷺ کی اتباع اس طرز

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

پر کرنی چاہیئے جس طریقہ پر انہوں نے وہ فعل کیا ہو یعنی جس فعل کی مشروعیت بطریقہ وجوب یا فرض کے ہو تو ہم اس کے فرض اور وجوب کا عقیدہ رکھیں گے اور اسی حیثیت سے ہم اس پر عمل کرینگے، اور اگر اس کی مشروعیت بطریقہ استحباب، یا اباحت یا تخییر کے ہو، تو ہم بھی اسی طرح کا عقیدہ رکھیں گے، اور اس کے ساتھ اسی طرح معاملہ کرینگے۔

خلاصہ یہ کہ اعتقاد ہر حکم کا اس کے درجہ کے مطابق ہے اور عمل بھی اسی درجہ کے مطابق ہے.....تلک عشرة کاملة......

اب آگے مذکورہ آیات کے بعد چند احادیث (رسول اللہ ﷺ) کی اتباع کے بارے میں اور ترک ابتداع کے بارے میں ذکر کی جاتی ہیں۔

نبی کریم ﷺ کے اطاعت کے بارے میں چند احادیث۔

پہلی حدیث:...... عن عائشة رضی اللّٰه عنها قالت! قال رسول اللّٰه ﷺ من احدث فی امرنا هذا مالیس منه فهو رد (متفق علیہ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے ہمارے دین میں ایسی کوئی نئی بات نکالی ہو جو اس میں نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔

(مشکوۃ ج اصفحہ ۲۷ بخاری ج ا کتاب الصلح صفحہ ۳۷۱) مسلم ج ۲ صفحہ ۷۷ باب نقض الاحکام الباطلۃ، ابوداؤد ج ۲ صفحہ ۶۳۵ کتاب السنۃ، ابن ماجہ ج ا صفحہ ۳ باب تعظیم سنۃ رسول اللہ ﷺ۔

اس حدیث میں اس کام کا جو دین میں نیا ایجاد ہوا ہو پوری تردید ہوئی ہے، اس لئے کہ امور تشریعیہ کا منصب، منصب نبوت ہے اس میں کسی اور کیلئے اپنی طرف

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

سے کسی چیز کے ایجاد کرنے کا حق نہیں ہے، اور امر سے مراد امر دین ہے جیسا کہ محدثین حضرات فرماتے ہیں۔

دوسری حدیث:……عن جابر رضی اللّٰہ عنہ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ اما بعد! فان خیر الحدیث کتاب اللّٰہ وخیر الهدی هدی محمد ﷺ وشر الامور محدثا تها وکل بدعة ضلالة .

(رواہ مسلم ج ۱ صفحہ ۲۸۵، قال القاری وکذا احمد والنسائی ج ۱ صفحہ ۲۷ مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۶ ابن ماجہ وفی روایۃ النسائی المتوفی ۳۰۳ھ وکل ضلالة فی النار ج ۱ صفحہ ۱۷۹ سعید کمپنی)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک خطبہ میں اللہ تعالیٰ کی حمد کے بعد فرمایا: کہ معلوم ہونا چاہیے کہ سب سے بہتر حدیث (بات) کتاب اللہ ہے اور بہترین راہ (طریقہ) محمد ﷺ کی راہ ہے اور بدترین چیزوں میں وہ چیز ہے جس کو (دین میں) نیا نکالا گیا ہو اور ہر بدعت (دین میں نئی نکالی ہوئی چیز) گمراہی ہے۔

اس مذکورہ حدیث میں کتاب اللہ اور سیرت محمد ﷺ کی طرف ترغیب دی گئی ہے، اور دین میں نئے ایجاد شدہ کاموں کو برا کہا گیا ہے اور ہر بدعت (شرعی) پر ضلالت کا حکم لگایا گیا ہے، اور نسائی کی روایت میں یہ زیادتی ہے……وکل ضلالة فی النار……اور ہر گمراہی آگ میں ہے۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

جیسا کہ ایک سالک نے فرمایا!

وخیر امور الدین ما کان سنّة

وشر الامور المحدثات البدائع

تیسری حدیث:......وعن العرباض بن سارية رضى الله عنه قال: صلّىٰ بنارسول الله ﷺ ذات يوم ثم أقبل علينا بوجهه فوعظنا موعظة بليغة زرفت منها العيون ووجلت منها القلوب فقال رجل يارسول اللّٰه! كأنّ هٰذه موعظة مودّ ع؟ فاوصنا فقال اوصيكم بتقوى اللّٰه والسمع والطاعة وان كان عبدًا حبشيّا فانه من يعش منكم فسيرىٰ اختلافًا كثيرًا فعليكم بسنّتى وسنّة الخلفاء الراشدين المهديين تمسكوا بها وعضوا عليها بالنواجذ وايّاكم ومحدثات الامور فان كل محدثة بدعة وكل بدعة ضلالة.

(رواه احمد وابوداؤد صفحه ۶۳۵، والترمذى ج۲ صفحه ۱۰۸، وابن ماجة الا انه لم يذكر الصلوٰة مشكوٰة صفحه ۲۹ وايضًا صفحه ۳۰، وكذافى الدارمى ج ۱ صفحه ۴۴ باب اتباع السنة طبع ملتان، صفحه ۲۳ كتاب البدع والنهى عنها)

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز نبی ﷺ نے ہمیں نماز پڑھائی پھر آپ ہماری طرف منہ کر کے بیٹھ گئے اور ہم کو نہایت مؤثر الفاظ میں نصیحت کی کہ ہماری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور دلوں میں خوف پیدا ہو گیا۔ پس ہم میں سے ایک شخص نے عرض کیا، یارسول اللہ! (شاید) یہ آخری وصیت

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

ہے لہٰذا آپ ہم کو کچھ اور نصیحت فرمایئے آپ نے فرمایا میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ تم اللہ سے ڈرتے رہو اور نصیحت کرتا ہوں تم کو سننے اور اطاعت کرنے کی اگر چہ تم کو حبشی غلام کی اطاعت کرنی پڑے، پس تم میں سے جو شخص میرے بعد زندہ رہا وہ زیادہ اختلاف دیکھے گا ایسی حالت میں تم پر لازم ہے کہ تم میرے اور ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کے طریقہ کو مضبوط پکڑلو اسی پر بھروسہ رکھو اور اس کو کچلیوں سے مضبوط پکڑے رہو اور تم دین میں نئی باتیں پیدا کرنے سے بچو اس لئے کہ ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

اس حدیث میں جناب نبی کریم ﷺ کی جامع نصیحت اور وعظ کا ذکر ہوا جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کی اتباع کا حکم ہے، اسی طرح خلفاء راشدین کے نقش قدم پر چلنے کا بھی حکم ہے۔

چوتھی حدیث:......عن ابی هريرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ كل امتی يدخلون الجنة الا من ابىٰ! قالوا ومن ابىٰ؟ قال من اطاعنی دخل الجنة ومن عصانی فقد ابىٰ.

(بخاری ج ۲ صفحہ ۱۰۸۱، مشکوٰۃ ج ۱ صفحہ ۲۷، ایضاح الحق الصریح صفحہ ۹۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! میری ساری امت جنت میں داخل ہوگی مگر وہ شخص جس نے انکار کیا، پوچھا گیا وہ کون شخص ہے جس نے انکار کیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا! جس شخص نے میری پیروی کی وہ جنت میں داخل ہوا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے انکار کیا،

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

پانچویں حدیث:......عن ابی هريرة رضی اللّٰه عنه قال!قال رسول اللّٰه ﷺ بدأ الاسلام غريبًا وسيعود كمابدأ فطوبىٰ للغرباء،وفى رواية الترمذى وهم الذين يصلحون ماأفسدالناس من بعدى من سنّتى،

(مسلم ج اصفحہ ۸۴ ترمذی ج ۲ صفحہ ۱۰۲، مشکوٰۃ صفحہ ۲۹، صفحہ ۳۰ ایضاح الحق الصریح صفحہ ۹۷)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ شروع ہوا اسلام غریب (اجنبی) اور آخر میں بھی ایسا ہو جائے گا۔ پس غرباء کیلئے خوشخبری ہے (غربت سے مراد مسافرت ہے) اور ترمذی کی روایت میں ہے غرباء مسافر وہ لوگ ہیں جو میرے بعد میری ان سنتوں کی اصلاح کرینگے جو لوگوں نے برباد کی ہیں۔

اس حدیث میں اسلام کے ابتدائی اور انتہائی مرحلہ کا ذکر ہوا ہے کہ اسلام اور سنت کے طریقے لوگوں کو ایسے نئے معلوم ہونگے جیسے مسافر آدمی لوگوں کو نیا اور اجنبی معلوم ہوتا ہے پس ان لوگوں کیلئے خوشخبری ہے جو سنت کی اصلاح اور پیروی کرتے ہیں اور بدعات سے اجتناب کرتے ہیں۔

چھٹی حدیث:......عن ابن مسعود رضی اللّٰه عنه قال من كان منكم مستنّا فليستن لمن قدمات فان الحى لايؤتمن عليه الفتنةِ،اولئک اصحاب محمد ﷺ كانوا افضل هذه الامةابرهاقلوبًا واعمقهاعلمًا واقلّها تكلفًا اختارهم اللّٰه لصحبة نبيّهٖ ولاقامة دينهٖ فاعرفوا لهم فضلهم واتبعوهم علىٰ آثارهم

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

وتمسكوا بما استطعتم من اخلاقهم وسيرهم فانهم كانوا على الهدى المستقيم، (رواه زرين كذافي المشكوٰة ج ا صفحه ۳۲)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا! کہ تم میں سے جو کوئی اقتداء کرے تو چاہیے کہ وہ محمد علیہ کے اصحابؓ کی پیروی کرے، کہ یہ حضراتؓ دلوں کے اعتبار سے اس امت کے نیک ترین، علم کے اعتبار سے انتہائی گہرے، تکلف کے اعتبار سے کم تر، سیرت اور کردار کے اعتبار سے سیدھے اور حال کے اعتبار سے بہت عمدہ تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے نبی علیہ کی صحابیت کیلئے منتخب فرمایا، ان کی فضیلت پہچانو اور ان کے نقش قدم پر چلو کہ یہ حضرات سیدھی ہدایت پر ہی تھے،

مذکورہ حدیث میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی منقبت، فضیلت، نیکوکار ہونا، مکمل اور کامل علم، اور قلت تکلف کا ذکر ہوا ہے، صحابہ کرامؓ کا انتخاب اللہ تبارک وتعالیٰ نے خود فرمایا ہے، مجلس اور دوستی کیلئے ووٹنگ کے جمہوری طریقہ انتخاب سے منتخب نہیں ہوئے، اور اسی طرح ان کے نقشِ قدم اور طرز طریقہ پر چلنے کی تلقین ہوئی ہے اور ایسا کیوں نہ ہو؟ جبکہ وہ ہدایت کے چمکتے ہوئے ستارے تھے ۔

ساتویں حدیث:......عن انس رضی اللّٰه عنه قال جاء ثلثة رهط الى ازواج النبی علیہ فلما اخبروا بها كانهم تقالوها فقالوا اين نحن من النبی علیہ؟ وقد غفر اللّٰه ماتقدم من ذنبه وماتأخر فقال احدهم! اما انا فاصلى الليل ابدًا وقال الاخر! اما انا اصوم النهار ابدًا ولا افطر وقال الاخر؟ انا اعتزل النساء فلااتزوّج ابدًا، فجاء

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

النبی ﷺ الیھم فقال انتم الذین قلتم کذاو کذا؟اما واللّٰہ انی لاخشاکم للّٰہ واتقاکم لہ لکنّی اصوم وافطر واصلی وارقد واتزوّج النساء فمن رغب عن سنتی فلیس منّی،

(مشکوٰۃ ج ۱ صفحہ ۲۷، بخاری کتاب النکاح ج ۲ صفحہ ۷۵۷، مسلم کتاب النکاح ج ۱ صفحہ ۴۴۹)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تین آدمی رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہراتؓ کی خدمت میں اس لئے حاضر ہوئے کہ ان سے رسول اللہ ﷺ کی عبادت کا حال دریافت کریں جب ان لوگوں کو آپؐ کی عبادت کا حال بتلایا گیا تو انہوں نے آپ ﷺ کی عبادت کو کم خیال کر کے آپس میں کہا، رسول اللہ ﷺ کے مقابلہ میں ہم کیا چیز ہیں خدا نے ان کے اگلے پچھلے سارے گناہ معاف کر دیئے ہیں، یہ سنکر ان میں سے ایک نے کہا: میں اب ہمیشہ ساری رات نماز پڑھوں گا، دوسرے نے کہا: میں دن کو ہمیشہ روزہ رکھوں گا اور کبھی افطار نہ کروں گا، تیسرے نے کہا: میں عورتوں سے الگ رہوں گا اور کبھی نکاح نہ کروں گا (یعنی عبادت کیلئے فارغ ہوں گا)۔ تو اتنے میں رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے اور ان سے فرمایا تم نے ایسا اور ایسا کہا؟ تم کو معلوم ہونا چاہئیے کہ میں تم سے زیادہ خدا سے ڈرتا ہوں، اور تم سے زیادہ تقویٰ رکھتا ہوں لیکن روزہ بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں، رات کو نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں، اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں یہی میرا طریقہ ہے پس جس شخص نے میرے طریقہ سے اعراض کیا وہ مجھ سے نہیں ہے۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

اس حدیث پاک میں شدید زجراوروعید ہے سنت سے اعراض کرنے والوں کے لئے اور عبادت میں اعتدال کا حکم فرمایا گیا ہے۔

آٹھویں حدیث:......عن ابی هريرة رضی اللّٰہ عنه قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من تمسک بسنتی عندفسادامتی فله اجر مأة شهيد.

(هكذافی المشکوٰة ج ۱ ص/۳۰ وقال فی الهامش رواه البيهقی فی كتاب الذهد—له من حديث ابن عباس)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے میری امّت کے بگڑنے کے وقت میری سنت کو اپنایا اس کیلئے سو شہیدوں کا ثواب ہے۔

عاملین سنت کیلئے اس مذکورہ حدیث میں کتنی بڑی بشارت ہے کہ سو شہیدوں کا ثواب ان کو ملتا ہے، شہادت کتنی قیمتی چیز ہے کہ سوائے قرض کے ہر گناہ اس کا معاف ہو جاتا ہے لیکن پھر بھی شہید پر ایک مرتبہ موت آتی ہے، بخلاف متبع سنت کے کہ اس پر ہر وقت ملامت اور طعنوں کے تیر برستے ہیں لیکن وہ بدعت کا ارتکاب نہیں کرتا بلکہ سنت پر مضبوطی سے قائم رہتا ہے۔

نویں حدیث:......عن حسان رضی اللّٰہ عنه قال ماابتدع قوم بدعة فی دينهم الانزع اللّٰه من سنّتهم مثلهاثم لايعيدهااليهم الی يوم القيمة.

(رواه الدرامی ج ۱ ص/۴۰۴ باب اتباع السنة طبع نشر السنة ملتان مشكوٰة ج ۱ ص/۳۱)

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نہیں نکالی کسی قوم نے کوئی بات اپنے دین میں مگر یہ کہ نکال لیتا ہے اللہ تعالیٰ ان کی سنّت میں سے اس کے مانند اور پھر اس سنّت کو قیامت تک ان کی طرف دوبارہ نہیں لوٹاتا۔ (یعنی وہ لوگ تا قیامت اس سنت پر عمل پیرا ہونے سے محروم کردیئے جاتے ہیں)

دسویں حدیث:...... وعن غضیف بن الحارث الثمالی رضی اللّٰہ عنہ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ مااحدث قوم بدعة الا رفع مثلها من السنة فتمسک بسنة خیر من احداث بدعة .

(رواہ احمد مشکوٰۃ ج ا صفحہ ۳۱)

حضرت غضیف بن حارث ثمالی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس قوم نے دین میں کوئی نئی بات نکالی اس قوم سے اس سنت کے مثل ایک سنّت اٹھالی گئی، لہٰذا سنت کو مضبوط پکڑنا نئی بات نکالنے سے بہتر ہے۔

ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ جب سنت کی جگہ پر بدعت آتی ہے تو پھر سنت باقی نہیں رہتی۔ محدثین حضرات فرماتے ہیں سنت کی مثال ایک درخت کی سی ہے جب ایک مرتبہ زائل ہوجاتا ہے پھر اپنی جگہ پر اسی طرح نہیں آسکتا۔ اللہ ہمیں عاملین سنّت بنائے (آمین ثم آمین)

گیارہویں حدیث:...... وعن ابی سعید الخدریؓ رضی اللّٰہ عنہ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ من اکل طیبًا وعمل فی سنّةٍ وامن الناس بوائقہٖ دخل الجنّة فقال رجل یارسول اللّٰہ ﷺ ان هذا الیوم

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

لکثیرٌ فی النّاس قال وسیکون فی قرون بعدی.

(رواہ الترمذی صفحہ ۳۰، مشکوٰۃ ج ا صفحہ ۳۱)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جس شخص نے پاک و حلال کھایا اور سنّت طریقہ پر عمل کیا اور اس کی زیادتیوں سے لوگ امن میں رہے تو وہ جنت میں داخل ہوا۔ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ ! ایسے لوگ تو آج کل بہت ہیں آپ نے فرمایا اور میرے بعد بھی ایسے لوگ ہوں گے۔

حدیث مبارک میں بڑی شان ان لوگوں کی ذکر ہوئی جو حلال کھاتے ہیں اور سنت کے مطابق عمل کرتے ہیں، اور لوگوں کو ضرر نہیں پہنچاتے ہیں۔

یہ چند احادیث تھیں جو پیش کی گئیں تفصیل کیلئے بڑی کتب حدیث دیکھی جاسکتی ہیں عاقل کیلئے یہی کافی ہیں۔ انی رأیت احد عشر کو کہا؟

آگے ناظرین کی خدمت میں زیادہ وضاحت کیلئے بدعت کی تعریف علماء کے اقوال سے ذکر کرتا ہوں اگر چہ بدعت کی تعریف پہلی حدیث سے بھی معلوم ہو چکی ہے۔

بدعت کا لغوی معنی:...... صاحب مجمع البحار لکھتے ہیں بدیع اس چیز کو کہتے ہیں جو پیدا ہوا ہو بغیر کسی سابق نمونہ کے، (مجمع البحار صفحہ ۸۵ ج ا)

اور صراح میں ہے: البدع نو بیرون آوردن نہ بر مثالی

کہ بدعت نئی چیز نکالنا جس کی پہلے کوئی مثال نہ ہو

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

صاحب غیاث اللغات منتخب کے حوالے سے لکھتے ہیں:

(بدعت کا معنی) "نو پیدا شدہ" نئی پیدا کی ہوئی چیز

بدائع (بدیع کی جمع ہے) ان چیزوں کو کہا جاتا ہے جو نئی پیدا ہوئی ہوں مجازاً عجائبات کے معنی میں آتا ہے اور اسی طرح منتہی الادب میں بھی آیا ہے۔

(منتہی الادب ج ۱ صفحہ ۹۳ کلہا بحوالہ ضیاء النور صفحہ ۲۱ (الشیخ محمد طاہر پنج پیری رحمہ اللہ)

امام نووی رحمہ اللہ بدعت کا لغوی معنی یہ بیان کرتے ہیں کہ۔

"کل شئ عمل علی غیر مثال سبق"

ہر وہ چیز جو کسی سابق نمونہ کے بغیر کی جائے۔ (نووی شرح مسلم ج ۱ صفحہ ۲۸۵)

صاحب منجد لکھتے ہیں: البدعة جمع بدع مااحدث علی غیر مثال سابق.

(المنجد طبع بیروت لبنان صفحہ ۲۹)

کہ بدعت جمع ہے بدع کی اور بدعت اس چیز کو کہتے ہیں جو نئی ایجاد کی جائے بغیر کسی سابق نمونہ کے۔

علامہ ابن اثیرؒ (المتوفی ۶۰۶ھ) اللہ کے اسماء میں لکھتے ہیں:

"البدیع ہو الخالق المخترع لاعن مثال سابق" (نہایۃ ج ۱ صفحہ ۱۱۶۔)

اللہ کے ناموں میں بدیع آیا ہے اور بدیع کا معنی ہے پیدا کرنے والا نئی چیز کا بغیر کسی سابق نمونہ کے۔

بدعت کا شرعی معنی:

بدعت کا لغوی معنی ذکر کرنے کے بعد اب اس کا شرعی اور اصطلاحی مفہوم

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

علماء دین اور خدام شرع متین کی تعریفات کی روشنی میں ناظرین کرام کی خدمت میں تحریر کیا جاتا ہے اس لئے کہ وعیدات شدیدہ جو بدعات کے ارتکاب کنندہ کیلئے ہیں وہ بدعت شرعی اور اصطلاحی پر ہیں نہ کہ بدعت لغوی پر۔ اور مذموم، مردود اور غیر مقبول وہ بدعات اصطلاحیہ ہیں، جس کو حدیث پاک میں ضلالت اور جہنم میں دخول کا سبب بتلایا ہے وہ بھی بدعت شرعی ہے اس لئے کہ قاعدہ ہے ''کُلّ مُتَکَلِّم یَتَکَلَّمُ بِاصْطِلَاحِہٖ'' کہ ہر بات کرنے والا اپنی اصطلاح میں بات کرتا ہے تو شارع علیہ السلام کا بدعت سے مراد بدعت شرعی ہے نہ کہ لغوی۔

ا......صاحب مجالس الابرار بدعت کے مفہوم کے بارے میں لکھتے ہیں۔

ان البدعة لها معنيان! احدهما لغوی عام وهو المحدث مطلقاً سواء كان فی العادات او من العبادات و الثانی: شرعی خاص وهو الزيادة فی الدين او النقصان منه بعد الصحابة بغير اذن من الشارع عليه الصلوٰة و السلام لا قولا و لا فعلا و لا صريحا و لا اشارة انتهى.

(مجالس الابرار و بمثله فی الطريقه المحمدية للعلامة محی الدين البركوی الحنفی المتوفى سنہ ۹۸۱ بحواله ضياء النور صفحه ۲۳.)

یقیناً بدعت کے دو معنی ہیں، (ا) لغوی جو عام ہے اور وہ مطلقاً اس نئی چیز کو کہا جاتا ہے چاہے وہ عادات میں سے ہو یا عبادات میں سے، دوسرا شرعی، خاص معنی ہے اور وہ زیادتی کرنا ہے دین میں یا کمی کرنا ہے دین میں صحابہ کرامؓ کے بعد شارع علیہ السلام کی اجازت کے بغیر ایسی زیادتی جس کی نہ قولی اجازت ہو، اور نہ فعلی، اور نہ

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

صریحی، اور نہ اشارہ کے ساتھ۔

۲......علامہ ابواسحاق غرناطیؒ بدعت شرعی کی تعریف بیان کرتے ہیں......

طریقة فی الدین مخترعة تضاهی الشریعة یقصد بالسّلوک علیها المبالغة فی التعبد للّٰه سبحانه،

(اعتصام ج ۱ صفحه ۳۷ کتب خانه رشیدیه)

بدعت دین کے اندر ایسا اختراع کیا ہوا طریقہ ہے جو شریعت کے مشابہ ہے اور جس پر عمل پیرا ہونے سے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مبالغہ کا قصد کیا جاتا ہے۔

۳......حافظ ابن کثیرؒ اپنی مایہ ناز تفسیر ابن کثیر میں فرماتے ہیں۔

و امّا اهل السنّة والجماعة فیقولون فی کل قول وفعل لم یثبت من الصحابة رضی اللّٰه عنهم هو بدعة لانه لو کان خیراً لسبقونا الیه لانهم لم یترکوا خصلة من خصال الخیر الا وقد بادروا الیها،

(ابن کثیر ج ۴ صفحه ۱۵۶ تفسیر سوره احقاف)

اور جو حضرات اہل سنت والجماعت ہیں پس وہ کہتے ہیں کہ ہر قول اور فعل جو ثابت نہ ہو صحابہ کرامؓ سے وہ بدعت ہے اسلئے کہ اگر وہ اچھا ہوتا تو وہ سبقت لیجاتے ہم سے اس کی طرف اس لئے کہ نہیں چھوڑا ان لوگوں نے اچھی خصلتوں میں سے کوئی خصلت مگر یہ کہ ان لوگوں نے سبقت کی اس کی طرف۔

ابن کثیر کی عبارت سے اہل سنت والجماعت کی تعریف معلوم ہوئی آج کل ہر شخص ناک کالی کرتا ہے کہ میں لوہار ہوں اور اپنے آپ کو اہل السنۃ والجماعۃ کہتے ہیں

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

اور اصل میں وہ بدعات کے ڈھیر ہوتے ہیں اور یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ صحابہ کرامؓ کے قول اور فعل کو بدعت نہیں کہا جا سکتا جیسا کہ صاحب مجالس الابرار کی عبارت سے بھی معلوم ہوا اور اسی طرح صحابہ کرام کی شان اور منقبت بھی معلوم ہوئی جب بھی خیر کا کوئی کام ہوا ان لوگوں نے اس کی طرف سبقت اور اقدام کیا اس لئے کہ وہ ''احرص الناس بالخیر'' تھے، رضی اللہ عنہم اجمعین -

۴......امام راغب اصفہانیؒ (المتوفی ۵۰۳ھ) لکھتے ہیں۔

والبدعة فی المذهب ایراد قول لم یستن قائلها اوفاعلها فیه بصاحب الشریعة واماثلها المتقدمة واصولها المتقنة وروی کل محدثة بدعة وکل بدعة ضلالة وکل ضلالة فی النار.

(مفردات القرآن صفحہ ۳۷ طبع کراچی)

مذہب میں بدعت کا اطلاق ایسے قول پر ہوتا ہے جس کا قائل یا فاعل صاحب شریعت کے نقش قدم پر نہ چلا ہو اور شریعت کی سابق مثالوں اور اس کے محکم اصولوں پر گامزن نہ ہوا ہو اور مروی ہے کہ ہر نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی (کرنے والا) آگ میں ہے۔

۵......امام المحدثین شاہ محمد اسحاق صاحب رحمہ اللہ بحر اور امداد کے حوالہ سے بدعت کی تعریف لکھتے ہیں:

البدعة ما احدث علی خلاف الحق المتلقی عن رسول الله

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

صلی اللہ علیہ وسلم من علم او عمل او حال بنوع شبهة و استحسان و جعل دينا قويما ، وصراطًا مستقيما (مائة مسائل صفحه ۷۱ انوار ساطعه صفحه ۴۶)

کہ بدعت وہ چیز ہے جو اس حق کے خلاف ایجاد کی گئی ہو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اخذ کیا گیا ہو علم میں سے یا عمل یا حال میں سے اور کسی شبہ کے بناء پر اس کو اچھا سمجھ کر دین قویم اور صراط مستقیم بنالیا گیا ہو۔

بدعت شرعیہ کی بعینہٖ اسی عبارت سے ''البحر الرائق'' اور در مختار وغیرہ فقہ حنفی کی مستند اور معتبر کتابوں میں تعریف کی گئی ہے۔ (الجنۃ صفحہ ۱۶۱۔)

۶......امام المجاہدین شاہ محمد اسماعیل شہید رحمہ اللہ نہایت ہی جامع تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

پس مفهوم مطلق بدعت چنين باشد كه هر امرے از امور مذكوره دربحث اوّل یا ثانی که محدث باشد و صاحبش آنرا از امور دین قرار داده بعمل آرد یابه او معامله امور دینیه نماید پس آن چیز بدعت است۔ (ایضاح الحق الصريح صفحه ۲۹)

پس مطلق بدعت کا معنی یہ ہے کہ ہر کام (ذکر شدہ کاموں میں سے جو بحث اوّل اور ثانی میں) نیا پیدا ہوا ہو اور اس کام کے کرنے والے نے اس کو دین قرار دیا ہو اور اس پر عمل کیا ہو اور یا اس سے دینی معاملہ کیا ہو۔ بس یہ چیز بدعت ہے۔

شاہ صاحب رحمہ اللہ کا بحث اوّل سے مراد وہ بحث ہے جس میں بدعت اصلیہ کی تحقیق کی ہے اور بحث ثانی سے مراد وہ بحث ہے جس میں بدعت وصفیہ کا بیان

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

ہے یہاں پر ان دونوں کی طرف اشارہ ہے اور عنقریب ان شاء اللہ ان دونوں کا ذکر آ رہا ہے۔

۷......حافظ بدر الدین عینی الحنفی رحمہ اللہ (المتوفی ۸۵۵ھ) لکھتے ہیں۔

والبدعة فی الاصل احداث امر لم یکن فی زمن رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم.
(عمدۃ القاری ج۵ صفحہ ۳۵۶ یا صفحہ ۲۳۰ ج۵ باب امامۃ المفتون والمبتدع)

بدعت اصل میں (دین میں) ایسے نو ایجاد کام کو کہتے ہیں جس کا وجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نہ ہو۔

۸......امام نسفی رحمہ اللہ بدیع السموات والارض کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ۔

وکل من فعل مالم یسبق الیه یقال ابدعت ولهٰذا قیل لمن خالف السنّة والجماعة مبتدع لانه یأتی فی دین الاسلام مالم یسبقه الیه الصحابة والتابعون رضی اللّٰه عنهم . (تفسیر مدارک ج۱ صفحہ ۱۷)

ہر وہ شخص جو ایسا عمل کرے کہ جس کی طرف (خیر القرون میں) سبقت نہ کی گئی ہو" کہا جاتا ہے" اَبْدَعْتَ" کہ تو نے بدعت کی" اسی وجہ سے جو شخص مخالفت کرے اہل السنّت والجماعت کی اس کو یہ کہا جاتا ہے کہ یہ بدعتی ہے اسلئے کہ یہ دین میں ایسی چیز لاتا ہے جس کی طرف سبقت نہیں کی صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

۹......علامہ ابن الحاج المالکی رحمۃ اللہ علیہ بدعت کی تعریف کے سلسلہ میں لکھتے ہیں۔

والبدعة مااخترعه المرأمن قبل نفسه ولم يسبق اليه غيره،

(المدخل ج۳ صفحه ۲۷۹ بحوالہ ضياء النور صفحه ۲۵)

بدعت وہ چیز ہے کہ جس کو کوئی اپنی طرف سے دین میں گھڑے اور کسی اور نے اس کی طرف سبقت نہ کی ہو (یعنی خیر القرون والوں میں سے)

۱۰......حضرت علامہ مفتی کفایت اللہ رحمہ اللہ (۱۳۷۲ھ) بدعت کی جامع تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

بدعت ان چیزوں کو کہتے ہیں جن کی اصل شریعت سے ثابت نہ ہو یعنی قرآن مجید اور احادیث شریفہ میں اس کا ثبوت نہ ملے اور رسول اللہ ﷺ اور صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین رضوان اللہ عنہم کے زمانہ میں اس کا وجود نہ ہو اور اسے دین کا کام سمجھ کر کیا یا چھوڑا جائے۔ (تعلیم الاسلام حصہ چہارم صفحہ ۲۷ طبع اشرفیہ رائے ونڈ)

بدعت کی تعریف، معنی اور مفہوم، مذکورہ علماء کرام اور مشائخ عظام کے ارشادات اور عبارات کی روشنی میں روز روشن کی طرح واضح ہوگئی،

خلاصہ:......پس ہر وہ نئی چیز زیادت یا نقصان کے ساتھ قول میں ہو یا فعل میں دین کی حیثیت سے عبادت کی وجہ سے ایجاد ہو جائے اور اس پر ثواب کی امید رکھی جائے اور کتاب اللہ اور رسول اللہ اور خیر القرون کے زمانے میں اس کیلئے کوئی تحدید یا ہیئت کے لئے کوئی اصل، نقل اور دلیل م۔ تو د نہ ہو اور اس کا کرنے والا اس کے ساتھ دینی معاملہ کرے اس کے کرنے یا چھوڑنے کو ثواب سمجھے،

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

بس یہی بدعت شرعی ہے اس کے کرنے والے کو مبتدع اور بدعتی کہا جاتا ہے جس کے مذمت اور تردید میں احادیث کی کتابیں بھری پڑی ہیں اور سخت سے سخت وعیدیں ذکر کی گئی ہیں ان میں سے چند روایات ناظرین کی خدمت میں پہلے ذکر کی جاچکی ہیں، اللہ تعالیٰ کی دربار میں گڑگڑاتا ہوا دعا مانگتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ بندۂ ناچیز اور تمام مسلمانوں کو بدعت کے مرض سے اپنے فضل وکرم سے محفوظ فرمائے، آمین ثم آمین ''رحم اللہ من قال آمینا''

بدعت حقیقی اور اضافی میں فرق؟

ہمارے شیخ، شیخ القرآن والحدیث علاّمہ مولانا محمد طاہر پنج پیری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی بہترین تصنیف ''ضیاء النور'' میں (جو رد بدعات کے موضوع پر بہترین کتاب ہے جس میں بدعات کے ہر پہلو کو بالکل واضح کیا گیا ہے)...... فرماتے ہیں (جس کی عبارت کا مفہوم ناظرین کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے) کہ بدعت کا دارومدار ایسے عقیدے پر ہے کہ اچھا جانے اس چیز کو جس کو شارع علیہ السلام نے اچھا نہ سمجھا ہو۔ (۱) پس اگر اصل میں ہو تو بدعت حقیقی ہے، (۲) اور اگر حد مقرر کرنے میں یا ہیئت بنانے میں ہو تو بدعت اضافی ہے اور اس سے ایسا معاملہ کرنا جیسا دینی امور کے ساتھ کیا جاتا ہے اور اس کو لازم سمجھنا جیسے صدقہ دینا مردے کی طرف سے پہلی رات میں بہت سارے موانع اور مشاغل اور فقر وفاقہ کے باوجود، اور اسی طرح ایضاح الحق میں بھی مذکور ہے۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

پس جان لو کہ وہ عمل جس پر شریعت کی دلیل نہ ہو بعض ان میں سے وہ ہیں کہ اس کیلئے کوئی اصل اور دلیل نہیں ہوتی جیسے کہ قبروں کی بدعات، اور امداد مانگنا قبروں والوں سے اور شرکیہ وسیلے اور تقدیر کا انکار کرنا اور خبر واحد کا انکار کرنا اور وہ کام جوان جیسے ہیں یہ بدعت حقیقی ہے، کبھی یہ کفر، شرک ہوتا ہے اور کبھی گناہ کبیرہ ہوجاتا ہے، بس یہ یقیناً مخالفت ہے اور نکلنا ہے سنت ظاہرہ سے۔

اور بعض وہ ہیں جس کی اصل شریعت میں ہو لیکن اس کیلئے ہیئت اور طریقہ نیا ایجاد ہوا ہو اور یہ بدعت اضافی ہے جیسے سورۃ الملک کا پڑھنا صرف جمعہ کی شب میں اور صدقہ کرنا اپنی طرف سے تعیین کئے گئے وقتوں میں اور تخصیص کرنا فدیہ کا جنازہ کے وقت اور سنتوں کے بعد بہیت اجتماعیہ دعاء کرنا، بس یہ کام باعتبار اصل کے جائز ہیں لیکن باعتبار وصف کے بدعت ہے، اور بعض محققین اس کو بدعت وصفیہ کہتے ہیں۔

پس بدعت حقیقی یہ ہے کہ جس پر کوئی دلیل شرعی قائم نہ ہو، کتاب اللہ سے نہ سنت سے، نہ اجماع سے، اور نہ ایسی دلیل ہو جو معتبر ہو اہل علم کے ہاں اس قسم کی بدعت عام اور مشہور ہے اس کی تفصیلی احکام کی حاجت نہیں ہے کیونکہ عموماً ابتلاء اسی بدعت اضافیہ میں ہے اور بہت سے لوگوں پر سنت طریقہ کے ساتھ اس کا اشتباہ آیا ہے اور بہت سارے لوگ اس کو بدعت حسنہ کہتے ہیں اس لیے ہم نے تفصیل سے اس کے اقسام ذکر کئے اور اسی طرح تفصیل شاطبی رحمہ اللہ نے اعتصام میں اور شاہ صاحب رحمہ اللہ نے ایضاح الحق میں ذکر کی ہے چاہئے کہ اس بارے میں ان دونوں کتابوں کو

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

دیکھا جائے۔ (ضیاء النور لدحض اهل الشرک الفجور صفحه ۳۰)

شاہ محمد اسماعیل شہیدؒ تین احادیث یعنی حضرت عرباضؓ اور حضرت عائشہؓ اور حضرت انسؓ کی ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

پس باید دانست که از احادیث ثلثه مرقومه چنان مستفاد گردیده که بدعت بر دو جه می باشد، اول آن که خود آن چیز فی نفسه محدث باشد و آن مفاد حدیث اول است، دوم: آنکه در امر ماثور چیزے از کمی و بیشی یا هیئات جدیده احداث کرده باشد بالجمله امر ماثور را بوجهے ادا نمایند که بران وجه ماثور نیست و آن مفاد حدیثین اخرین است پس اول را بدعت اصلیه می گویم و ثانی را بدعت وصفیه .(ایضاح الحق الصریح صفحه ۵ طبع گلستان پریس سرگودھا)

پس جاننا چاہئے تین احادیث مرقومہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بدعت دو قسم پر ہے! اوّل یہ کہ وہ چیز خود فی نفسہٖ ایجاد شدہ ہو اور یہ بات معلوم ہوتی ہے پہلی حدیث سے، دوم یہ کہ کسی ماثور (نقل شدہ) کام میں کمی یا زیادتی کرنا یا اس کیلئے نئی ہیئت بنانا۔ حاصل یہ کہ وہ امر منقول اس طریقہ پر اداء ہو جائے کہ وہ طریقہ شریعت میں منقول نہ ہو اور یہ بات معلوم ہوتی ہے آخری دو حدیثوں سے.....پس اول کو میں بدعت اصلیہ (حقیقیہ) کہتا ہوں، اور ثانی کو بدعت وصفیہ (اضافیہ) کہتا ہوں۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

بدعت حقیقی اور اضافی کے فرق کے ذکر کرنے کے بعد مناسب سمجھتا ہوں کہ رسم اور رواج کی تعریف ذکر کروں۔

رسم اور رواج کی تعریف

شیخ القرآن والحدیث حضرت علامہ محمد طاہر رحمہ اللہ، رسم کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں......

فالرسم التزام الامر المحدث المباح بحيث يعد تاركها مطعونًا مذمومًا وفاعلها ممدوحًا والتشديد فيها يبلغ الى البدعة الحكميّة وفى الرسم تقليد للاباء والمشائخ والموافقة للاقران مع قطع النظر من حصول المنفعة ودفع الضرر وجميع الامور الملتزمة فى النكاح والختان من الرسم وكذلك الاجتناب من الصنائع والمكاسب من اولاد الزهاد والمشائخ والعلماء ومن زىّ المجاهدين كل ذلك من هذا القسم حتى بلغت الى البدع الحكمية. والاحتراز من النكاح للايامىٰ فان عدوها مستحسنا فهى البدعة الحكمية فالالتزام بالامر المباح رسم والتدين بها بدعة حكميّة،

(ضياء النّور صفحه ۳۷،و صفحه ۳۸.)

رسم یہ لازم کرنا ہے کسی نئے مباح کام کو اس طور پر کہ اس کے چھوڑنے والے پر طعن کیا جائے اور اس کو برا کہا جائے اور اس میں مبالغہ بدعت حکمیہ تک پہنچ

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

جاتا ہے اور رسم میں تقلید کی جاتی ہے آباء واجداد اور استادوں کی اور موافقت کی جاتی ہے ہم عصروں کی قطع نظر کرتے ہوئے نفع کے حصول سے اور ضرر کے دفع کرنے سے، اور تمام لازم کئے گئے امور نکاح اور ختنوں میں یہ رسم میں سے ہیں، اور اسی طرح صنعتوں اور کسب معاشی سے زہاد اور مشائخ اور علماء کی اولاد کا بچنا یہ تمام اس قسم میں داخل ہیں، یہاں تک کہ پہنچ چکے ہیں بدعت حکمیہ تک، اور اسی طرح احتراز کرنا بیوہ عورتوں کے نکاح سے پس اگر لوگ ان کاموں کو اچھا سمجھیں تو یہ بدعت حکمیہ ہے، بس التزام امر مباح کا رسم ہے اور اس سے دین جیسا معاملہ کرنا بدعت حکمیہ ہے۔

نیز جناب شیخ المشائخ شیخ القرآن رحمہ اللہ اجماع اور رواج کے درمیان فرق بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ......الفرق بین الاجماع والرواج؟

فالاجماع حکم شرعی اتفق علیه العلماء المتقنون من المجتهدین بعد التّامل فی الدلائل الشرعیّة، والرّواج ماحدث من الافعال والاقوال بین النّاس من عاداتهم وتلقوها عادةً بینهم حتی صارت طریقة مستمرة قرنا بعد قرن فی جیل بعد جیل ثم التزموها حتی یطعن علی من خالفها ویلاومون علیها فصارت بذلک بدعة حکمیة ولا یستبعد ان یسمی ذلک رسما عند البعض .

(ضیاء النّور ص ۴۰)

اجماع اور رواج کے درمیان فرق؟

اجماع حکم شرعی ہے اتفاق کیا ہے اس پر متبحر علماء مجتہدین نے دلائل شرعیہ

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

میں فکر تأمل کے بعد۔ اور رواج یہ ہے...... کہ جو پیدا ہو، وافعال اور اقوال سے لوگوں کے درمیان ان کے عادات میں سے اور اس کو اختیار کیا ہو آپس میں عادت کے طور پر یہاں تک کہ جاری رکھا ہو اس طریقہ کو زمانہ کے بعد زمانہ میں اور قوم کے بعد قوم میں پھر اس کو لازم کیا گیا ہو یہاں تک طعنہ دیا جاتا ہو اس کی مخالفت کرنے والے پر اور ملامت کیا جاتا ہو اس پر بس اس وجہ سے یہ بدعت حکمیہ بن جاتی ہے اور یہ بات بعید نہیں کہ اس کو رسم کہا جائے بعض کے نزدیک۔

بدعت شرعی حسنہ نہیں ہوتی ہے:

بعض لوگ اس دھوکہ میں ہوتے ہیں اور سادہ لوح مسلمانوں کو بھی دھوکہ دیتے ہیں کہ بدعت دو قسم پر ہے، ایک حسنہ، اور دوسری سیئہ، تو اس پر بناء کرتے ہوئے جتنی بدعات موجودہ دور میں موجود ہیں اور لوگ اس میں مبتلاء ہیں ان کو بدعت حسنہ کا مصداق گردانتے ہیں اور اس طرف نظر نہیں کرتے کہ: جناب رسول اللہ ﷺ نے ہر بدعت شرعی کو گمراہی اور جہنم میں دخول کا سبب قرار دیا ہے، اور بطور قاعدہ کلیہ فرمایا! وکل بدعة ضلالة، کہ ہر بدعت گمراہی اور ضلالت ہے، دوسری روایت میں ہے، وکل ضلالة فی النّار، اور ہر گمراہی آگ میں ہے۔

شیخ المشائخ فخر المفسرین والمحدثین حضرت مولانا محمد طاہر صاحب: اپنی کتاب ضیاء النور میں تفصیل وتشریح کے بعد فرماتے ہیں کہ......

فالحديث بلفظ العموم المحيط لكل فرد من الافراد،

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

کہ حدیث لفظ عموم کی وجہ سے احاطہ کرنے والی ہے ہر فرد کو بدعت کے افراد میں سے، اور یہ حدیث مذکور ہے مستدرک حاکم ج ا صفحہ ۹۷، مسلم صفحہ/ ۲۸۵ اور مسند امام احمد صفحہ ۲۰۔ صفحہ ۲۷ ج ۴، ابوداؤد ج ۲ صفحہ ۳۸۷، ترمذی ج ۲ صفحہ ۹۲۔ ابن ماجۃ صفحہ ۵، اورنسائی ج ا صفحہ ۱۹۷، اور دارمی صفحہ ۲۶، صفحہ ۲۸، کتاب البدع والنہی عنھا صفحہ ۲۳، اور تنبیہ الغافلین ابواللیث کی باب العمل بالسنۃ، صفوۃ الصفوۃ ج ا صفحہ ۱۶۱، مجالس الابرار صفحہ ۱۲۴، ابن عساکرؒ، لال کائیؒ، ابوالنصر السنجریؒ، دلائل بیہقی، الاعتقاد میں، نقل ہوئے ہیں جیسا کہ الباعث علی انکار البدع والحوادث صفحہ ۷ پر ہے

(بحوالہ ضیاء النور صفحہ ۹۰)

حضرت امام سرہندی مجدد الف ثانیؒ بدعت حسنہ کے قائلین کی تردید میں فرماتے ہیں......

اما این فقیر درین مسئله بایشان موافقت ندارد وهیچ فرد بدعت راحسنه نمی داند وجز ظلمت و کدورت در آن احساس نمی نماید، قال علیه وعلی آله الصلوٰة والسلام کل بدعة ضلالة، (مکتوبات بحوالة ضیاء النور صفحه ۹۲، و کذافی المنتخبات من المکتوبات صفحه ۲۱۹.)

البتہ یہ فقیر اس مسئلہ میں ان لوگوں کیساتھ موافقت نہیں رکھتا، اور کسی بدعت کو حسنہ نہیں سمجھتا اور سوائے ظلمت اور کدورت کے اس میں کسی چیز کو نہیں پاتا، کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ ہر بدعت گمراہی ہے۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

اسی طرح امام موصوف دوسرے مقام میں فرماتے ہیں کہ......

این فقیر درهیچ بدعتے ازیں بدعت ها حسن ونورانیت مشاهده نمی کند وجز ظلمت و کدورت احساس نمی نماید،

(المنتخبات من المکتوبات صفحہ ۱۰۰۔)

یہ فقیر بدعات میں سے کسی بھی بدعت میں حسن، اور نورانیت نہیں دیکھتا، اور سوائے ظلمت اور کدورت کے کسی چیز کو محسوس نہیں کرتا۔

مجدد وقت شاہ محمد اسماعیل شہیدؒ اپنی تصنیف میں فرماتے ہیں کہ......

و کسیکه بدعت مخصوصة از دائره قبیح بیرون کند و در صدد اثبات حسن آں شود اقامت دلیلے قاطع از دلائل شرعیه بر ذمه او است نه بر ذمه مانع آن. مثلاً کسے که کذبے خاص را یا فحشے راتحسین کند. پس اقامت دلیل قاطع عهده همانْ است نه عهده کسیکه از ان احترازی نماید. وتقبیح آن می کند الخ.

(ایضاح الحق الصریح صفه ۸۹،صفحه ۹۰.)

وہ لوگ جو بدعت مخصوصہ کو قبیح کے دائرے سے باہر کرتے ہیں اور اس میں حسن ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان پر واجب ہے مضبوط دلیل قائم کرنا دلائل شرعیہ میں سے، نہ کہ منع کرنے والے کے ذمہ، کیونکہ جو شخص خاص قسم کے جھوٹ یا بے حیائی کو ثابت کرتا ہو تو دلیل قطعی قائم کرنا اس کے ذمہ پر ہے نہ کہ اس کے ذمہ جو اس سے احتراز کرتا ہو اور اس کی قباحت ثابت کرتا ہو۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

اس کے بعد فرماتے ہیں کہ...... وهمين است مذهب حق، (ایضاح الحق صفحہ ۹۰)

اور مذہب حق یہی ہے۔

علامہ قنوجیؒ پوری تفصیل کے بعد فرماتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے......

که هر بدعتیکه مقابل سنت است هر گز منقسم نیست بلکه کل آن ضلالت است و آنکه منقسم است مقابل سنت نیست زیرا که حسنه مخالف سنت نمی باشد بلکه هماں را حسنه گویند که موافق سنت باشد و اصل ونظیروی یافته شود. (تفهيم المسائل صفحه ۱۵۳)

ہر بدعت جو مقابل سنت ہو ہرگز اس کی تقسیم حسنہ اور سیئہ کی طرف نہیں ہوئی وہ جو منقسم ہوئی وہ مقابل سنت نہیں۔ اس لئے کہ حسنہ مخالف سنت نہیں ہوا کرتی بلکہ حسنہ (اچھائی) اس کو کہتے ہیں جو سنت کے موافق ہو اور اس کی اصل اور نظیر پائی جاتی ہو۔

وہ حوالے جو پہلے گذر گئے مثلاً خطیب کی حدیث، سیّد سندؒ کی مشکوٰۃ کے حاشیہ کی عبارت، اور ابن الملک کی شرح مصابیح، اور نہایۃ ابن الاثیر کی اور قاموس مجد دین فیروز آبادی کی، اور شرح صحیح مسلم قاضی عیاض کی، اور ترجمہ مشکوٰۃ شیخ محدث دہلوی کا، اور فتح الباری شرح صحیح بخاری ابن حجر عسقلانی کی، اور شرح اربعین نووی معین ابن حنفیؒ کی اور فتاویٰ جامع الروایات، اور نصاب الفقہ، اور مصفّیٰ، اور کلمات موتلفہ فی مقاصد المختلفہ اور مکتوبات مجدد الف ثانی کی، ان سب کا خلاصہ یہی ہے۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

اسی طرح حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ......

بدعت (کی تقسیم میں) حسنہ کوئی نہیں اور جس کو بدعت حسنہ کہتے ہیں وہ سنت ہی ہے۔ مگر یہ اصطلاح کا فرق ہے۔ مطلب سب کا ایک ہی ہے۔

(فتاویٰ رشیدیہ صفحہ ۱۰۲)

ان مذکورہ عبارتوں سے واضح ہوا کہ بدعت کے افراد میں سے کوئی فرد بھی بدعت حسنہ نہیں ہوسکتا بلکہ بدعت شرعی کے تمام افراد ضلالت اور گمراہی ہیں اور کیوں ایسا نہ ہو؟ جب کہ رسول اللہ ﷺ فرما چکے ہیں "کل بدعة ضلالة و کل ضلالة فی النار" (جیسے کہ پہلے با حوالہ بیان ہوا) اصل میں یہ مغالطہ بعض حضرات کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اس قول سے ہوا ہے انہوں نے لوگوں کو بیس رکعات تراویح کیلئے ابی بن کعبؓ کی امامت میں جمع کیا تو فرمایا "نعمت البدعة هذه" کہ کیا ہی اچھی بدعت ہے) (یعنی تراویح کا بیس رکعت کا ہونا ایک جماعت میں کیا ہی بہتر ہے)۔ (مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۱۱۵، فتاویٰ رشیدیہ صفحہ ۳۱۵)

حالانکہ یہ لوگ اس کو نہیں سمجھتے ہیں کہ یہ قول حضرت عمرؓ کا لغت کے لحاظ سے ہے اس لئے کہ علماء کرام کی تعریفات کی روشنی میں یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ جو بھی فعل اور قول خیر القرون میں ثابت ہو وہ بدعت اصطلاحی یعنی گمراہی اور ضلالت نہیں ہوا کرتی۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

شاہ محمد اسمعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں ......

بس لابد لفظ بدعت به نسبت معنے مذکوره حقیقیه شرعیه باشد، وحمل اوبرهمیں معنے درصورت عدم قرائن خارجیه واجب واستعمال اوبرغیر ایں معنے ازقبیل استعمالات مجازیة است که احتیاج بقرآئن خارجیه می دارد. چنانچه در کلام حضرت امیرالمؤمنین فاروق اعظمؓ که درحق تراویح فرموده "نعمت البدعة هذه" واقع گردیده . (ایضاح الحق الصریح صفحه ۷۷/۷۸)

بس یقیناً لفظ بدعت مذکورہ معنی کے لحاظ سے حقیقی شرعی ہے اور اسی معنی پر اس کا حمل کرنا واجب ہے بشرطیکہ خارجی قرائن نہ ہوں اور اس کو استعمال کرنا اس معنی کے علاوہ پر یہ استعمالات مجازیہ کے قبیل سے ہے جو خارجی قرائن کا محتاج ہوتا ہے جیسا کہ حضرت عمر فاروقؓ نے تراویح کے حق میں کہا تھا: یہ اچھی بدعت ہے۔

یہاں تک بطور تمہید اور مقدمہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع قرآن کریم اور احادیث نبویہ کی روشنی میں تحریر کی گئی، اور بدعت لغوی اور شرعی کی تعریف اور بدعت حقیقی اور اضافی کے درمیان فرق اور اسی طرح بدعت، رسم، اور رواج کے درمیان فرق ناظرین کی خدمت میں پیش کیا گیا اور بعض لوگوں کے مغالطہ کے ازالہ کی کوشش کی گئی جو کہتے ہیں کہ بدعت حسنہ بھی ہوتی ہے، اب میں مناسب سمجھتا ہوں کہ ان بدعات کو ذکر کروں جن میں لوگ کثرت سے مبتلا ہیں اور بعض لوگوں نے اسی کو اپنا مقصد اور دھندہ بنایا ہوا ہے، چونکہ ان لوگوں کا مالی نقصان اور تاوان ان کے چھوڑنے

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

میں ہے اسی بنیاد پر وہ متبعین سنت کیساتھ زیادتی، مخالفت، عداوت اور دشمنی کے درپے ہیں، اور بے دلیل اور بے اصل بدعات میں مبتلا ہیں اور مختلف الزامات علماء حق پر لگاتے ہیں اور عوام کو دھوکہ دیتے ہیں کہ یہ تو ایک اچھا کام ہے کہ دعاء ہے، صدقہ ہے، فدیہ ہے، ختم ہے، وغیرہ وغیرہ اور یہ لوگ اس کے منکر ہیں اور اس کو نہیں مانتے، اور اپنے زعم فاسد کے بنیاد پر اپنے متعلقین اور مریدین اور خدام کو کتاب مبین اور سنت سید المرسلین کے مقابلہ میں تیار کرتے ہیں اور بدعت کو سنت اور سنت کو بدعت دکھاتے پھرتے ہیں اور آخرت کا خوف نہیں رکھتے۔

نماز جنازہ کے بعد دعاء کا بیان

جنازہ کی نماز مسلمانوں کے حقوق میں سے ایک حق ہے جن حقوق کا ذکر حدیث نبویؐ میں مفصل آیا ہے، ایک روایت میں آتا ہے۔

عن ابی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ حق المسلم على المسلم خمس رد السلام وعيادة المريض واتباع الجنائز واجابة الدعوة وتشميت العاطس. (متفق عليه مشكوٰة ج ١ ص ١٢٣)

ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر پانچ حقوق ہیں۔ (۱) سلام کا جواب دینا (۲) بیمار کی بیمار پرسی کرنا (۳) جنازوں کے ساتھ جانا (۴) دعوت قبول کرنا (۵) چھینکنے والے کی چھینک کا جواب دینا۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

ـــــ استنصحک

عن ابی هریرة رضی اللّٰه عنه قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰہ علیہ وسلم حق المسلم علی المسلم ستّ قیل ماهنّ یارسول اللّٰه ؟قال اذالقیتهٗ فسلّم علیه و اذادعاک فاجبه و اذااستنصحک فانصح له و اذاعطس فحمد اللّٰه فشمّته و اذامرض عده و اذامات فاتبعهٗ

(مسلم ج ۱ ص ۱۳۳، مشکوٰة.) (متفق علیه مشکوٰة ج ۱ صفحه ۱۳۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان کے مسلمان پر چھ حق ہیں، پوچھا گیا یارسول اللہ وہ کیا ہیں؟ آپؐ نے فرمایا جب تو کسی مسلمان سے ملاقات کرے تو اس کو سلام کر، جب تجھ کو کوئی دعوت دے تو اس کی دعوت کو قبول کر، جب تجھ سے کوئی نصیحت چاہے تو اس کو نصیحت کر، جب کوئی چھینکے اور پھر الحمدللہ کہے تو اس کی چھینک کا جواب دے (یرحمک اللہ کہہ کر) جب کوئی بیمار ہو تو اس کی عیادت کر، جب کوئی مرجائے تو اس کے جنازے کے ساتھ جا۔

ملاعلی قاری رحمۃ اللہ علیہ ”اتباع الجنائز“ کا معنی لکھتے ہیں کہ......

ای جنازته للصلوٰة علیه وللدفن اکمل (مرقاۃ ج ۳ صفحہ ۳۴۷)

تو اس کے (جنازہ) کے ساتھ جا نماز پڑھنے کیلئے اس پر اور اس کے دفنانے کیلئے اور یہ اس کا پورا حق اداء کرنا ہے۔

نماز جنازہ اصل میں عبارت ہے دعا سے جیسا کہ نماز جنازہ میں تیسری تکبیر کے بعد دعا پڑھی جاتی ہے اور اس دعاء کی ترغیب دی ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ کیساتھ !اذاصلیتم علی المیّت فاخلصو اله الدعاء.

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

(ابوداؤد صفحہ ۴۵۶، ابن ماجۃ صفحہ ۱۰۹، مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۱۴۶، باب المشی بالجنازۃ،)

جب تم نماز جنازہ پڑھو تو اخلاص سے اس کے لئے دعا کرو۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا قاضی شمس الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۴۱۵ھ) فرماتے ہیں...... یہ حدیث لائی گئی ہے اخلاص پیدا کرنے کیلئے جنازہ کی دعاء پڑھتے وقت......

اوراس کی مثال ایسی ہے جیسے عرب کے محاورہ میں کہا جاتا ہے ''اذا توضأت فاغسل وجهک، واذاصليت فاحسن الركوع والسجود''

معنی اس کا یہ ہے کہ جب تم وضوء کا ارادہ کرو تو اپنے چہرے کو دھولو، اور جب نماز پڑھو تو اچھے طریقہ سے رکوع اور سجدہ کرو، تو اسی طرح اس حدیث پاک کا مطلب ہے کہ نماز جنازہ میں نہایت اخلاص سے مردے کیلئے دعا کرو، نہ کہ نماز جنازہ کے بعد (لا کمازعمه المبتدعة من معاصرنا) نہ کہ ہمارے ہم عصر مبتدعین کے خیال کی طرح۔

(التعلیق الفصیح ج۲ صفحہ ۵۹)

جنازہ کے سلام پھیرنے کے بعد جو مروجہ فاتحہ اور دعا مانگتے ہیں کہ امام یا اور کوئی بلند آواز سے کہتا ہے کہ اس عاجز کے حق میں دعاء کرو، یہ مکروہ، بدعت اور زیادتی ہے جنازہ میں اس کا ثبوت نبی اکرم ﷺ سے ثابت نہیں جیسا کہ علماء کرام اور فقہاء عظام کی عبارات اس پر دلالت کرتی ہیں۔

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں......

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

ولایدعوا للمیت بعد صلوٰۃ الجنازۃ لانہ یشبہ الزیادۃ فی صلوٰۃ الجنازۃ۔ (مرقاۃ ج۴ صفحہ ۶۴، وکذا علے ہامش المشکوٰۃ ج۱ صفحہ ۱۴۷)

نماز جنازہ کے بعد میّت کے لئے دعا نہ کریں کیونکہ یہ نماز جنازہ میں زیادتی کے مشابہ ہے۔

اور ابو حنیفہ وقت علامہ ابن نجیم الحنفیؒ لکھتے ہیں......

ولایدعوا بعد التسلیم، (بحر الرائق ج۲ صفحہ ۱۸۳)

سلام پھیرنے کے بعد دعاء نہ کریں،

اور علامہ حصفکیؒ اپنا فیصلہ ذکر کرتے ہیں......

ویسلم بلادعاء بعد الرابعۃ (الدر المختار علی ہامش الشامی ج۱ صفحہ ۶۴۴)

اور سلام پھیرے چوتھی تکبیر کے بعد بغیر دعاء کرنے کے۔

امام حافظ الدین محمد بن شہاب کردری الحنفی (المتوفی ۸۲۷ھ) فرماتے ہیں......

لایقوم بالدعاء بعد صلوٰۃ الجنازۃ لانہ دعاء مرّۃ،

(بزازیہ علی ھامش ھندیہ صفحہ ۸۰ ج۴)

نماز جنازہ کے بعد دعاء کیلئے نہ ٹھیرے کیونکہ وہ ایک مرتبہ دعاء کرچکا ہے (یعنی نماز جنازہ میں)

مطلب یہ ہے کہ نماز جنازہ میں سلام سے پہلے دعاء ہوگئی اب سلام کے بعد دعاء نہ کرے اس لئے کہ دعاء کے بعد دعاء کا تسلسل لازم آتا ہے جو ''محال'' ہے۔

مفتی محمد شفیع دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں......

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

الدعاء للميت وقراءة شيئ من القرآن بعد صلوة الجنازة لايصل الثواب الى الميت لم يثبت عمن هو اشفق على امّته وآله واصحابه من سائر الآباء والامّهات ولاعن احدمن خلفاء الراشدين ومن بعدهم من الصحابة والتابعين ،فلو كان فى ذلك حسن لسبقونا، فعرفنا من ههنا انهابدعة وضلالة وليس بعمل صالح قد قال فيه تبارك وتعالىٰ لااُضيع عمل عاملٍ منكم.

(امداد المفتیین صفحہ ۸۵،وخلاصۃ الفتاویٰ صفحہ ۲۲۵ج۱)

دعاء کرنا میّت کیلئے اور قرآن مجید کے کسی حصّہ کی تلاوت کرنا نماز جنازہ کے بعد (متصلاً) میّت کے ثواب پہنچانے کیلئے ثابت نہیں ہے اس ذات سے جو بہت زیادہ مہربان ہے اپنی امت اور آل واولاد اور صحابہ پر تمام آباء اور امہات سے اور یہ عمل ثابت نہیں ہے خلفاء راشدین میں سے کسی ایک سے اور نہ ہی ان کے بعد صحابہ اور تابعین میں سے کسی سے اگر اس میں اچھائی ہوتی تو وہ ہم سے سبقت لے جاتے بس ہم جان گئے کہ یہ بدعت اور گمراہی ہے اور یہ عمل صالح نہیں ہے جس کے بارے میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا کہ وہ ضائع نہیں کرتے تم میں سے عمل کرنے والوں کے عمل کو۔

خلاصہ:......یہ کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کوئی شفیق نہیں ہے اور آپ کے بعد صحابہ کرام سے زیادہ احرص الناس بالخیر کون ہے؟ تو جب ان سے ثبوت نہیں ہے تو معلوم ہوا کہ کوئی اچھائی اور حسن فاتحہ اور جنازہ کے بعد دعا میں نہیں ہے

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

اگر چہ بعض لوگ اس کو اچھا اور حسن سمجھتے ہیں لیکن اچھائی اور حسن وہ ہے جو حضور ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے نزدیک اچھا ہو نہ وہ جو کہ زمانہ حال کے ناقص لوگوں کی فکروں میں وہے۔

۷......شیخ القرآن والحدیث مولانا عبدالسلام صاحب "مدظلہ العالی" نے لکھا ہے جن کی عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ......؟

نبی اکرم ﷺ اور صحابہؓ اور تابعین نے بہت سی مرتبہ نماز جنازہ پڑھی ہیں لیکن کسی ایک جنازہ میں بھی اس بات کا ثبوت نہیں ہے کہ جنازہ میں سلام پھیرنے کے بعد انہوں نے دعا کی ہو۔

فعدم النقل عن الشارع یدل علی انه بدعة سیئة لان البدعة فی العبادات لاتکون الا سیئة.

(کمافی احکام النفائس ومجالس الابرارالتبیان فی تفسیرام القرآن صفحه ۱۷۰)

پس پیغمبر علیہ السلام سے منقول نہ ہونا یہ دلالت کرتا ہے کہ یہ بدعت سیئہ ہے اس لئے کہ بدعت عبادات میں سیئہ ہی ہوتی ہے جیسا احکام النفاس اور مجالس الابرار میں ہے۔ پھر اس کے بعد دعاء بعد الجنازہ کے مکروہ اور بدعت ہونے پر سات کتابوں کے حوالے دیئے ہیں،

(بحرالرائق ج۳ صفحہ ۱۸۳، مرقاۃ، جامع الرموز، شامی، سراجیہ صفحہ ۲۳ باصفحہ ۹۶، مظاہر الحق، ج۲ صفحہ ۷۵، نفع المفتی والسائل صفحہ ۶۱)

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

۸......حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی صاحب "رحمہ اللہ" نے اپنی کتاب احسن الفتاویٰ میں اس قسم کی دعا کو بدعت اور مکروہ لکھا ہے۔اور بہت تفصیلی کلام کیا ہے اور بہت سارے علماء کرام سے اپنے مدعا کو ثابت کیا ہے۔

۹......وہ فرماتے ہیں کہ تیسری صدی ہجری کے فقیہ امام ابوبکر بن حامد فرماتے ہیں......

"ان الدعاء بعد صلوٰ ۃ الجنازۃ مکروہ"

(الفوائد البهيّة ج ۱ صفحه ۱۵۲ ،بحواله احسن الفتاویٰ صفحه۱۱۷ ، وكذا فى المحيط

(بحوالہ تحقیق الدعاء صفحہ ۵۲)

بیشک دعاء کرنا نماز جنازہ کے بعد مکروہ ہے۔

۱۰......شمس الائمہ حلوائی (المتوفی ۴۵۴ھ) اور شیخ الاسلام علامہ سعدیؒ (المتوفی ۴۶۱ھ)فرماتے ہیں......

لايقوم الرجل بالدعاء بعد صلوة الجنازة ۔(قنیہ ج۱صفحہ۵۶)

نماز جنازہ کے بعد کوئی آدمی دعاء کے لئے نہ ٹھہرے۔

۱۱......علامہ سراج الدین اودی الحنفیؒ (۷۰۰ھ) لکھتے ہیں......

"اذافرغ من الصّلوة لايقوم بالدّعاء"

(فتاویٰ سراجیہ صفحہ۲۳،وایضا فتاویٰ سراجیہ،مع قاضی خان ج۱صفحہ۱۴۱بحوالہ احسن الفتاویٰ صفحہ۱۱۷)

جب نماز جنازہ سے فارغ ہوجائے تو دعاء کیلئے نہ ٹھہرے۔

پھر اس کے بعد مفتی صاحب نے اور کتابوں کے حوالوں سے (مثلاً خلاصۃ الفتاویٰ کتاب المدخل فتاویٰ برجندی، فتاویٰ برھنہ ،مجموعہ خانی، مظاہر الحق شرح

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

المشکوٰۃ، نفع المفتی) لکھتے ہیں کہ ان کتابوں میں اس کی مخالفت منقول ہے۔

۱۲......مولانا حکیم سیّد عزیز شاہ صاحب نے اپنی قابل دید تصنیف میں (جو اس مسئلہ پر لکھی گئی ہے اور دعاء بعد الجنازہ کے مسئلہ کا حق اداء کیا ہے اور اس کتاب پر بہت سارے علماء کرام کی تقاریظ بھی ہیں اور تقریباً اکیس مختلف کتابوں کے حوالہ سے (اس مصنوعی اور مروّجہ دعاء کو جو نماز جنازہ کے بعد کی جاتی ہے)اس کی کراہیت اور مخالفت کا ذکر کیا ہے۔

(ملاحظہ فرمائیں رسالہ تحقیق الدعاء بعد صلوٰۃ الجنازہ من صفحہ۴۴، الی صفحہ ۵۹)

۱۳......قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ......

بعد تکبیر چهارم سلام گوید و بعد آن هیچ دعاء نخواند،

(مالابد منہ صفحہ۷۵ بحوالہ رسالہ مذکورہ صفحہ ۵۴)

چوتھی تکبیر کے بعد سلام پھیرے اور اس کے بعد کوئی دعاء نہ مانگے۔

۱۴......حضرت مولانا مفتی محمد سعید صاحب میانی نے اپنی کتاب (خیر الهدیٰ فی صلوۃ المیت والدعاء) میں بدعتیوں کے وہموں کے دندان شکن جوابات دیئے ہیں اور اپیل کی ہے کہ آؤ اور ضد اور عناد کے چشمے ہٹادو اور ہمارے دلائل اور براہین پر ٹھنڈے دل سے سوچو کیونکہ آخر مرنا ہے اور خدائے علیم وخبیر کے سامنے پیش ہونا ہے۔اس کے بعد ائمہ فقہاء اور محدثین اور مفتیان کے حوالے پیش کئے ہیں۔

(خیر الهدیٰ از صفحہ ۴۶ تا صفحہ ۵۰)

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

۱۵...... جناب مفتی محمد کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ فقہاء کرام نے جنازہ کے بعد دعاء کو مطلقا مکروہ نہیں کہا ہے بلکہ ان کی مراد یہ ہے کہ اجتماع اور اہتمام سے دعاء کرنا مکروہ ہے اور نفس دعاء کا جائز ہونا یہ اجتماع اور اہتمام کو لازم کرنے والا نہیں ہے، لیکن اس بات کی تفصیل یہ ہے کہ میت کے انتقال کے وقت سے بلکہ عیادت کے زمانے سے اپنے اپنے طور سے دعاء کرنے کا ثبوت احادیث اور فقہاء کی عبارات میں موجود ہے ہر مسلمان کو اختیار ہے کہ وہ جس طرح مریض کی عیادت کیلئے جائے اس کے لئے دعاء کرے اس کے بعد اگر اس کا انتقال ہو جائے تو اس کیلئے مغفرت کی دعاء کرے، اور اس پر جنازہ کی نماز پڑھے پھر دفن کرتے وقت اور اپنے زندگی کے ختم ہونے تک اس میت کیلئے دعاء کر سکتے ہیں اسی طرح فرماتے ہیں کہ شریعت مقدسہ میں مسلمان میت کیلئے دفن کرنے سے پہلے اجتماع اور اہتمام سے دعاء کرنے کا صرف یہ طریقہ مقرر کیا ہے کہ جس کو نماز جنازہ کہا جاتا ہے پس دفن کرنے سے پہلے اجتماع اور اہتمام سے دعاء کا ثبوت صرف جنازہ کی نماز میں ہے اور یہ بھی حقیقت میں میت کیلئے دعاء مغفرت ہے اس کے علاوہ اور موقعہ پر اجتماع و اہتمام کے ساتھ دعاء کی جائے اسے فقہاء مکروہ و بدعت فرماتے ہیں۔

(خیر الصلات فی حکم الدعاء للاموات صفحہ ۵۰)

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

پھر جناب مفتی صاحبؒ نے بحر الرائق، مرقات، سراجیہ، جامع الرموز محیط، برجندی، کی عبارات تحریر کی ہیں دیکھنے والے اس کی طرف رجوع کریں۔

(خیر الصلات فی حکم الدعا ءللا موات صفحہ ۱۴۸)

اور اس کتاب کے تکملہ میں سو سے زیادہ مختلف مقامات کے بڑے بڑے علماء کرام کے فتاویٰ درج کیے گئے ہیں، کہ اس رسمی دعاء کیلئے جمع ہونا اور میت کی تدفین میں تاخیر کرنا شرعاً ثابت نہیں ہے بلکہ یہ بدعت اور ناجائز ہے، فجزاھم اللہ خیر الجزاء۔

۱۶...... علامہ حسن وفائی شرنبلالیؒ جنازہ کی سنتوں کے بارے میں فرماتے ہیں......

والدعاء للميّت بعد الثالثة (نورالایضاح صفحہ ۱۲۷ کتاب الجنائز)

اور جنازہ میں چوتھی سنّت دعاء ہے میت کیلئے تیسری تکبیر کے بعد۔

حاصل یہ کہ مسنون دعاء میت کیلئے نماز جنازہ میں ہے تیسری تکبیر کے بعد

پھر اس کے بعد فرماتے ہیں......

ويسلم بعد الرابعة من غير دعاء في ظاهر الرواية (نورالایضاح صفحہ ۱۲۷)

سلام پھیرے چوتھی تکبیر کے بعد بغیر دعاء کئے ہوئے یہی ظاہر الروایۃ میں ہے۔

۱۷...... حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ اس مروجہ دعاء کے بارے میں لکھتے ہیں کہ...... نماز جنازہ کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعاء مانگنا جائز نہیں،

(سراجیہ صفحہ ۲۳، خلاصۃ الفتاویٰ صفحہ ۲۲۵۔ انوار بارک اللہ صفحہ ۲۵۸ بحوالہ نماز حنفی صفحہ ۴۳ طبع امدادیہ ملتان)

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

۱۸......علامہ ابن الحاجؒ نے اپنی کتاب المدخل میں بطور تنبیہ لکھا ہے۔

ان بعض من یعتنون بہ من الموتی یترکونہ بعد ان یصلی علیہ فی المسجد ویقفون عندہ ویدعون ویطولون الدعاء .

یقیناً بعض مخصوص مردوں سے لوگ اس پر نماز پڑھنے کے بعد مسجد میں چھوڑتے ہیں۔اور اس کے نزدیک کھڑے ہو کر لمبی لمبی دعائیں کرتے ہیں۔

پھر فرمایا کہ اس کے ذریعے میت کی تدفین میں تاخیر ہوتی ہے جو کہ خلاف سنّت ہے۔

والسنۃ التعجیل بالمیت ای دفنہ ومواراتہ وفعلھم بضد ذلک فلیحذر من ھذا .

(المدخل لابن الحاج، ج ۳ صفحہ ۲۶۳ طبع مصطفی مصر)

اور سنت جلدی کرنا ہے میت کے معاملہ یعنی اس کے دفنانے اور چھپانے میں اور ان لوگوں کا فعل اس کی ضد ہے لہذا اس سے بچنا چاہیئے۔

۱۹......حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں کہ میت پر ثناء اور اس کے اچھے اچھے اوصاف ذکر کرنا مثلاً یہ کہنا کہ یہ میت اچھا آدمی تھا، نماز پڑھنے والا تھا، وغیرہ وغیرہ اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت کرے تو اس سے اجتماع بقصد دعاء اور اہتمام دعا کا بہ ہیئت خاصہ ثابت نہیں ہوتا۔

(عزیز الفتاویٰ صفحہ ۳۳۷)

۲۰......امام طاہر بن احمد البخاری الحنفیؒ (المتوفی ۵۴۲ھ) کہتے ہیں......

لا یقوم بالدعاء فی قراءۃ القرآن لاجل المیت بعد صلوۃ .

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

الجنازہ وقبلھا۔ (خلاصۃ الفتاویٰ ج ا صفحہ ۲۲۵)

نماز جنازہ کے بعد اور اسی طرح اس سے قبل میت کیلئے قرآن پڑھ کر دعاء نہ کی جائے۔لہٰذا ہمیں چاہیئے کہ اپنی طرف سے دین میں نئی باتیں ایجاد نہ کریں بلکہ سنت طریقہ کی پیروی کریں۔

شوق رکھ سنت گرامی سے
ہے شرف آپ کی غلامی سے

قارئین کی خدمت میں یہ چند اقتباسات علماء دین اور خدام شرع متین کے حوالوں سے تائید کے طور پر ذکر کیئے گئے اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ میت کیلئے اجتماعی دعاء شریعت مقدسہ نے جنازہ کی شکل میں بتائی ہے اس لئے کہ اصل میں جنازہ نام ہے دعاء اور سلام پھیرنے کا' اور پھر اس کو سپرد خاک کرنا چاہیئے اور اس میں تاخیر نہ کرنا ہی سنّت طریقہ ہے اور اس مروّجہ دعاء میں زیادت ہے شرعی طریقہ پر اور سنت طریقہ کی مخالفت ہے لہٰذا اس کے بدعت ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں اسلئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اس کا کوئی ثبوت نہیں جبکہ وہ زیادہ احرص الناس بالخیر تھے۔

اور حافظ عماد الدین ابن کثیرؒ کے حوالہ سے پہلے ذکر ہوا تھا کہ اہل سنت والجماعت ہر ایسے قول اور فعل کے بارے میں جو ثابت نہ ہو صحابہ کرامؓ سے کہتے ہیں کہ یہ بدعت ہے اگر یہ قول اور فعل اچھا ہوتا تو صحابہؓ اس کی طرف ہم سے سبقت لے جاتے۔لانھم لم یترکوا خصلۃ من خصال الخیر الا وقد بادروا الیھا

(ابن کثیر ج ۴ صفحہ ۱۵۴)

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

۱؎اس لئے کہ انھوں نے نہیں چھوڑی کوئی بھی خصلت خیر کی خصلتوں میں سے مگر یہ کہ انہوں نے اس کی طرف سبقت کی۔

دفن کرنے کے بعد کی دعاء:

البتہ جب میت کے دفن کرنے میں جلدی کی جائے اوراس کے دفن سے فراغت حاصل ہوجائے تو اس کیلئے ثابت قدمی اور مغفرت کی دعاء کا ثبوت احادیث میں موجود ہے۔

عن عثمان رضی اللّٰہ عنه قال کان النّبی ﷺ اذافرغ عن دفن المیّت وقف علیه وقال استغفروا لاخیکم واسئلوا له بالتثبیت فانه الآن یسأل (سنن ابی داؤد صفحہ ۴۵۹ الجنائز، المدخل صفحہ ۲۷۷ ج ۳، مشکوٰۃ صفحہ ۲۶ ج ۱ باب عذاب القبر، مرقاۃ صفحہ ۸۱ ج ۴، تفسیر ابن کثیر صفحہ ۳۸۰ ج ۲ سورۃ التوبۃ)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب میت کے دفن سے فارغ ہوتے تو قبر کے پاس کھڑے ہوکر لوگوں سے فرماتے! اپنے بھائی کیلئے استغفار کرو اور اس کے ثابت قدمی کی دعا مانگو اس لئے کہ اس وقت اس سے سوٗال کیا جاتا ہے۔

افسوس تو یہ ہے کہ دین تو وہ تھا جو خیر القرون کے زمانے میں تھا نہ کہ وہ جو لوگوں نے اس کے بعد اپنی طرف سے ایجاد کیا اور گھڑا۔

جیسا کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ......

"مالم یکن یومئذ دینا لایکون الیوم دینا" (امداد المفتین صفحہ ۶۵)

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

کہ جو صحابہ کے دور میں دین نہیں تھا وہ آج بھی دین نہیں بن سکتا۔

لیکن آج کل لوگ اس کے برعکس چل رہے ہیں کہ لوگوں کو سنت بدعت اور بدعت سنت نظر آتی ہے اور عجیب بات یہ ہے کہ صحیح ہونے کا دعویٰ بھی کرتے ہیں۔

ترسم بہ کعبہ نرسی ای اعرابی
ایں راہ کہ تو میروی بہ ترکستان است

پہلے ذکر ہوا کہ بدعت بہت ہی بری اور ممنوعہ چیز ہے اور کوئی بدعت حسنہ نہیں اگر چہ وہ لوگوں کو اچھی نظر آ رہی ہو بلکہ اچھا عمل وہ ہے جس کو شریعت نے اچھا قرار دیا ہو۔

امام بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں......

وھی من الاعمال ماسوّغہٗ الشرع وحسّنہ

(تفسیر بیضاوی - ۱ صفحہ ۲۷)

نیک اعمال میں سے وہ عمل ہے جس کو شریعت نے جائز قرار دیا ہو اور اس کو اچھا جانا ہو۔

ورنہ پھر تو عید کی نماز کیلئے اذان اور اقامت کہنا بھی اچھا کام ہے اور عید کی نماز سے پہلے نفل بھی جائز ہونا چاہئیے اور رکوع میں تسبیح کے علاوہ تلاوت بھی جائز ہو اور قعدہ اولیٰ میں تیسری رکعت کیلئے اٹھنے سے پہلے درود بھی جائز ہو۔ حالانکہ یہ تمام ممنوع ہیں اگر چہ اذان، اقامت، نفل، تلاوت درود شریف ثواب کے کام ہیں لیکن ہر ایک اپنے مقام میں نہ کہ ان مذکورہ جگہوں میں اس لئے کہ شریعت میں ان چیزوں کا

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

ثبوت ان مذکورہ جگہوں میں وارد نہیں ہے۔

حیلہ اسقاط مروّجہ:

جنازہ کی نماز کے بعد ایک اور بدعت بڑی زور شور سے شروع ہے، کہ نمک یا صابن وغیرہ جنازہ گاہ پر لے جاتے ہیں اور کچھ روپے اور قرآن مجید کو اس پر رکھدیتے ہیں پھر کچھ الفاظ مخترعہ اس پر کہتے ہیں اور یہ لوگ اس کو اپنی اصطلاح میں ''قبض'' کہتے ہیں۔

غیر کے مال پر سخی بن جاتے ہیں اور ایک دوسرے کو بخشتے رہتے ہیں اور غنی اور فقیر کا فرق اس میں نہیں کرتے اور قبض کرنے کے بعد اس مال کو تقسیم کرتے ہیں اور اگر کسی مردے پر یہ مروّجہ عمل نہ ہو تو نہایت خفا ہوتے ہیں اور یہ سخی لوگ (سخاطیانؒ) شور مچانا شروع کردیتے ہیں کہ ہمیں پھر کس لئے بلایا جاتا ہے بہرحال یہ مردے کی نجات کیلئے ایک ذریعہ بلکہ اپنے کمانے کے لئے ایک طریقہ بنایا ہے، اور اس قبض کے الفاظ کیلئے ایک مستقل آدمی ہوتا ہے ان الفاظ میں سے بعض الفاظ یہ ہیں جن کو بعض حضرات نے چھاپا بھی ہے۔

کہ فرض، واجب، سنت، مستحب، بلکہ جمیع کفارات جو لازم ہوئے ہیں اس حاضر متوفی پر، مسلمان کی شان یہ ہے کہ اکثر اس نے اداء کئے ہونگے لیکن بعض فوت بھی ہوگئے ہونگے، ابھی یہ مردہ مافات سے عاجز ہے، تو یہ مال قلیلہ کتاب اللہ سمیت۔ کہ غبن فاحش ہے۔ میں نے قبول کیا ہے اور تجھے میں نے بخشا ہے۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

مروّجہ حیلہ اسقاط کے مفاسد:

جس شخص کو اللہ رب العزت نے علم شرعی یا عقل سلیم دیا ہو وہ جانتا ہے کہ آج کل عوام میں جو حیلہ اسقاط، قبض، اور دور قرآن کا جو طریقہ شروع ہے یہ بہت سارے مفاسد، خلاف سنت، اور خلاف شریعت امور پر مشتمل ہے اور کیوں ایسا نہ ہو؟ جب کہ حضور ﷺ اور ان کے وارثین میں سے کسی سے بھی منقول نہیں ہے۔

بندۂ ناچیز نے مطالعہ کی کمی کے باوجود آنے والی خرابیاں اور مفاسد ان میں دیکھے ہیں جو کہ اجمالاً سنت سے محبت کرنے والے بھائیوں کی خدمت میں ذکر کر دیتا ہوں۔

۱......اس میں میت کے دفنانے میں تاخیر کرنا ہے (جو کہ حدیث "اسرعوا بالجنازۃ" کے خلاف ہے)

۲......اس دن کو فدیہ کیلئے خاص کرنا ہے۔

۳......فدیہ کی تقسیم کو اس مکان یعنی جنازہ گاہ کے ساتھ خاص کرنا ہے۔

۴......عقیدہ رکھنا ہے اس وقت کے ساتھ کہ اس میں ثواب زیادہ ہے۔

۵......کبھی اس میں یتیم کا مال بھی تقسیم ہو جاتا ہے۔

۶......اسی میں غائب وارثوں کا مال بھی ہوتا ہے۔

۷......میت کی وصیت کے بغیر فدیہ کا التزام کرتے ہیں۔

۸......اس میں غنی کو فدیہ دینا ہے۔

۹......مقدار شرعی سے کم دیتے ہیں۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

۱۰......وصیت کی مقدار ایک ثلث (ایک تہائی حصے) سے نہیں دیتے۔

۱۱...... لینے والے تمام فقیر نہیں ہوتے۔

۱۲......ولی خوش دلی سے نہیں دیتا ہے بلکہ وہ شرم کی وجہ سے مال حاضر کرتا ہے۔

۱۳......دائرہ میں بیٹھنے والا فقیر بغیر دل کی رضامندی کے بخشتا ہے۔

۱۴......اس میں رجوع ہے بخشی ہوئی چیز میں۔

۱۵......اکثر ریا اور شہرت کیلئے ہوتا ہے۔

۱۶......اس میں حیلہ اختیار کرنا ہے لوگوں کے مال حاصل کرنے کے لئے باطل طریقہ کے ساتھ۔

۱۷......اس میں حلال جاننا ہے اس چیز کو جس کو اللہ نے حرام قرار دیا ہے۔

۱۸......بار بار یعنی ہر میت میں دھوکہ اور فریب کرنا ہے۔

۱۹......فقیر کو ایسے طریقہ سے مال دیتے ہیں جس میں تملیک نہیں پائی جاتی۔

۲۰......یہ حیلہ غیر شرعی ہے۔

۲۱......اس میں قرآن پاک کے ساتھ استہزاء ہے۔

۲۲......اس میں عوام کے عقیدہ کو برباد کرنا ہے۔

۲۳......یہ حیلہ مرنے کے بعد کیا جاتا ہے تو عوام کو گناہوں پر دلیر کرنا ہے۔

۲۴......اس میں یہ عقیدہ رکھنا ہے کہ قرآن کریم کا یہ دور میت کی تکفین و تجہیز کی ضروریات میں سے ہے۔

۲۵......اس کا ثبوت مشفق اعظم ﷺ نے نہیں۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

۲۶......اس کا ثبوت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی نہیں جب کہ وہ احرص الناس بالخیر تھے۔

۲۷......مال تقسیم کرنا ہے اگر چہ میت مقروض ہے۔

۲۸......آپس میں مشترکہ مال کو تقسیم کرنا ہے۔

۲۹......بعض جگہوں میں بچوں کے مال کو تقسیم کرتے ہیں جبکہ وہ غیر مکلّف ہیں۔

۳۰......اور ہمارے علاقہ باجوڑ میں نمک کو لاتے ہیں اور خاص کرتے ہیں اس کو قبض کیلئے یہ تقریباً تیس نقصانات تھے جو اجمالاً ذکر کئے۔

اب مناسب سمجھتا ہوں کہ مذکورہ بالا مفاسد میں سے بعض کی باحوالہ وضاحت کی جائے۔

۱......مروّجہ دائرہ سے اور مال تقسیم ہونے سے میّت کی تدفین میں تاخیر آتی ہے حالانکہ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے......

قال رسول اللّٰه ﷺ اسرعوا بالجنازة فان تک صالحة فخير تقدمونها اليه وان تک سوى ذلک فشر تضعونه عن رقابكم،

(بخاری صفحہ ۱۷۶ باب الجنائز وصفحہ ۳۰۶، وصفحہ ۳۰۷، مسلم ابو داؤد ۴۵۳، ابن ماجہ صفحہ ۱۰۷، نسائی ۲۱۰ و ۳۲۲، طحاوی صفحہ ۱۶۷ موطأ امام محمد صفحہ ۱۴۴، مشکوٰۃ ترمذی صفحہ ۱۵۳)

جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جلدی کرو جنازہ کے لے جانے میں اس لئے کہ اگر وہ نیک آدمی کا جنازہ ہے تو اس کو نیکی کی طرف جلد پہنچانا چاہئے اور

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

اگر وہ بدکار کا جنازہ ہے تو جلد اس کو اپنی گردنوں سے اتار کر رکھ دو۔

علامہ بدرالدین عینیؒ نے اس حدیث کے فائدے میں لکھا ہے......

وفیہ استحباب المبادرۃ الی دفن المیّت لکن بعد تحقق موتہٖ

(عمدۃ القاری ج ۸ صفحہ ۱۱۴ طبع احیاء التراث العربی)

اس حدیث میں استحباب ہے جلدی کرنا میت کے دفن کرنے میں لیکن اس کے موت کے ثبوت کے بعد۔

علامہ ابن الھمام حنفیؒ اس حدیث کے نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں ......

ویستحب الاسراع بتجھیزہٖ کلہ من حین یموت

(فتح القدیر ج ۱ صفحہ ۴۶۹)

''مستحب ہے جلدی کرنا میت کے کفن دفن کے تمام کاموں میں اس کی موت کے وقت سے۔

علامہ ابن نجیم حنفیؒ شارح کنز لکھتے ہیں ......

والافضل ان یعجل بتجھیزہٖ کلہ من حین یموت.

(بحرالرائق ج ۲ صفحہ ۱۹۱)

اور افضل یہ ہے کہ میت کی تیاری کے تمام کاموں میں جلدی کی جائے اس کے مرنے کے بعد۔

اسی طرح حصین بن وحوح سے روایت ہے کہ جب طلحہ بن البراءؓ بیمار ہوئے تو رسول اللہ ﷺ ان کی عیادت کو آئے اور ان کے گھر والوں سے فرمایا۔

فقال انی لأری طلحة الاقد حدث به الموت فاذنونی به وعجّلوا فانّه لاینبغی لجیفة مسلم ان تحبس بین ظهر انی اهله.

(ابو داؤد ج ۲ صفحه ۴۵۰، مشکوٰۃ صفحه ۱۴۱ ج ۱، موضوعات کبیر صفحه ۳۲)

میں دیکھتا ہوں کہ طلحہ کی موت قریب ہوگئی ہے لہٰذا جب ان کا انتقال ہو جائے تو مجھ کو فوراً اخبر دینا اور تم بھی اس کی تجہیز و تکفین میں عجلت سے کام لینا اس لئے کہ مسلمان میت کو گھر والوں کے درمیان زیادہ دیر تک رکھنا مناسب نہیں ہے۔

۲......دوسری بات یہ ہے کہ اوقات، اور مکانات کو عبادت کیلئے خاص کرنا یہ پیغمبر کا حق ہے۔اپنی طرف سے اس کو خاص کرنا یہ شریعت کی مخالفت ہے جیسا کہ ان احادیث سے پتہ چلتا ہے۔

عن ابی هریرة رضی اللّٰه عنه قال قال رسول اللّٰه ﷺ لایصوم احدکم یوم الجمعة الاان یصوم قبله اویصوم بعده (متفق علیه مشکوٰۃ ج ۱ صفحه ۱۷۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! تم میں سے جو شخص جمعہ کا روزہ رکھے تو اس طرح رکھے کہ اس سے ایک دن پہلے یا ایک دن بعد کا بھی روزہ رکھے۔

وعنه قال قال رسول اللّٰه ﷺ لاتختصوا لیلة الجمعة بقیام من بین اللیالی ولاتختصوا یوم الجمعة بصیام من بین الایام الاان یکون فی صوم یصومه احدکم. (رواه مسلم، مشکوٰۃ ج ۱ صفحه ۱۷۹)

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جمعہ کی رات عبادت کیلئے اور جمعہ کے دن کو روزہ کے لئے مخصوص نہ کرو مگر یہ کہ تم میں سے کسی کے روزہ کے دن جمعہ پڑ جائے۔

ان مذکورہ روایت سے یہ بات ثابت ہوئی کہ نماز، اور روزہ کتنی قیمتی عبادات میں سے ہیں لیکن ان کو بھی جمعہ کے دن اور رات کے ساتھ خاص نہیں کرنا چاہئے حالانکہ جمعہ کا دن سید الایام ہے تو معلوم ہوا کہ تخصیص اپنی طرف سے ممنوع ہے، اس حدیث کے فوائد میں محدثین حضرات نے یہ بھی لکھا ہے۔

"والثالث ان سبب النهي خوف اعتقاد وجوبه"

تیسری وجہ اس کے منع کی (یعنی تخصیص کی) اس کے وجوب کے اعتقاد کا خوف ہے۔

مطلب یہ کہ عوام کا عقیدہ ہوجائے گا کہ جمعہ کی رات کے نوافل اور جمعہ کے دن کا روزہ اور روزوں کی طرح واجب ہے، تو اس وجہ سے اس سے منع کیا گیا ہے اسی طرح مذکورہ مسئلہ میں اس بات کا خطرہ ہے کہ لوگوں کا عقیدہ بن جائے گا کہ میت کا فدیہ اسی دن جنازہ گاہ میں دینا ہے اور کسی وقت نہیں جیسا کہ بہت سے عوام کے احوال کا مشاہدہ کیا گیا ہے کہ اس وقت کے بعد فدیہ دینے کا خیال نہیں رکھتے۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

یتیم کا مال کھانے کی ممانعت

قرآن حکیم اور احادیث رسول اللہ ﷺ میں یتیم کے مال کی حفاظت اور اس پر ظلم کی ممانعت اور یتیم کے ساتھ اچھے سلوک کی بار بار وصیت آئی ہے سب کے ذکر کرنے سے کتاب طویل ہو جائے گی صرف نمونہ کے طور پر چند آیات مقدسہ اور احادیث مبارکہ ذکر کی جاتی ہیں۔

۱......اِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَأْكُلُوْنَ فِىْ بُطُوْنِهِمْ نَاراً وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا ۞ (سورۃ نساء آیت/۱۰)

بلاشبہ جولوگ یتیموں کا مال بلا استحقاق کھاتے ہیں اور کچھ نہیں اپنے شکم میں آگ بھر رہے ہیں اور عنقریب جلتی آگ میں داخل ہونگے۔

۲......كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ ۞ وَلَا تَحٰضُّوْنَ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ۞ وَتَأْكُلُوْنَ التُّرَاثَ اَكْلاً لَّمًّا ۞ وَّتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا ۞۔

(سورۃ الفجر آیت: ۱۷ تا ۲۰)

ہرگز ایسا نہیں بلکہ تم لوگ یتیم کی قدر نہیں کرتے اور دوسروں کو بھی مسکین کو کھانا دینے کی ترغیب نہیں دیتے، اور میراث کا سارا مال سمیٹ کر کھا جاتے ہو۔

۳......فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ۞ وَمَا اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ۞ فَكُّ رَقَبَةٍ ۞ اَوْ اِطْعَامٌ فِىْ يَوْمٍ ذِىْ مَسْغَبَةٍ ۞ يَّتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ۞ اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ۞ (سورۃ البلد/۱۱/آیت: ۱۵)

سو وہ شخص گھاٹی میں سے ہو کر نہ نکلا اور آپ کو معلوم ہے کہ گھاٹی کیا ہے؟ وہ کسی گردن کا چھڑا دینا ہے۔ یا کھانا کھلانا فاقہ کے دن میں کسی رشتہ دار

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

یتیم کو یا کسی خاک نشین محتاج کو۔

۴...... وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ.

(سورۃ الانعام آیت ۱۵۲، وکذا فی سورۃ الاسراء ۳۴)

اور یتیم کے مال کے پاس نہ جاؤ مگر ایسے طریقہ سے جو کہ مستحسن ہے۔ یہاں تک کہ وہ اپنے سن بلوغ کو پہنچ جاوے۔

۵...... اَرَءَيْتَ الَّذِيْ يُكَذِّبُ بِالدِّيْنِ ۞ فَذٰلِكَ الَّذِيْ يَدُعُّ الْيَتِيْمَ ۞ وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ۞ (سورۃ الماعون آیت/۳)

کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا ہے جو روز جزاء کو جھٹلاتا ہے سو وہ شخص ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے اور محتاج کو کھانا دینے کی ترغیب نہیں دیتا۔

۶...... وعن ابی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم اجتنبوا السبع الموبقات قالوا يارسول الله وماهن؟ قال الشرک باالله والسحر وقتل النفس التی حرّم الله الابالحق واكل الربوا واكل مال اليتيم والتولی يوم الزحف وقذف المحصنا ت المؤمنات الغافلات،

(متفق علیہ. مشکوٰۃ ج ا صفحہ ۱۷)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سات ہلاک کر دینے والی باتوں سے بچو! لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ وہ کونسی باتیں ہیں؟ فرمایا کسی کو خدا کا شریک ٹھہرانا، جادو کرنا، اس جان کو جس کو مار ڈالنا خدا نے حرام قرار دیا ہو مگر شرعی حق کے طور پر مار ڈالنا جائز ہے سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، لڑائی کے

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

روز پشت پھیرنا، پاک دامن مؤمنہ اور بے خبر عورتوں پر زنا کی تہمت لگانا۔

۷......وعن سهل بن سعدؓ قال قال رسول الله ﷺ انا و كافل اليتيم له ولغيره في الجنة هكذا واشار بالسبابة و الوسطىٰ وفرج بينهما شيئًا ،

(رواه البخاری وهكذافی المشكوٰة ج ۲ صفحه ۴۲۲)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے! میں اور یتیم بچہ کا پرورش کرنے والا خواہ وہ یتیم اس کا ہو یا غیر کا جنت میں اس طرح ہونگے یہ کہہ کر آپ نے انگشت شہادت اور درمیانی انگلی سے اشارہ فرمایا اور دونوں انگلیوں کے درمیان تھوڑی سی کشادگی رکھی۔

عن ابی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ خير بيت في المسلمين بيت فيه يتيم يحسن اليه وشربيت فيه يسآء اليه

(رواہ ابن ماجۃ مشکوٰۃ ج ۲ صفحہ ۴۲۳)

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! کہ مسلمانوں کے گھروں میں بہترین گھر وہ ہے جس میں یتیم ہو جس کے ساتھ اچھا سلوک کیا جاتا ہو اور مسلمانوں کے گھروں میں بدترین گھر وہ ہے جس میں یتیم ہو اور اس کے ساتھ برا سلوک کیا جاتا ہو۔

۹......وعنه ان رجلا شكا الى النبی ﷺ قسوة قلبه قال امسح راس اليتيم و اطعم المسكين . (رواہ احمد مشکوٰۃ ج ۲ صفحہ ۴۲۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

ﷺ سے اپنی سنگدلی کی شکایت کی ! آپ نے بطور علاج فرمایا یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرا کر اور غریبوں کو کھانا کھلایا کر۔

ان آیات اور احادیث کے ذکر کرنے کے بعد اس پر کسی تجربے کی ضرورت نہیں یہ بات صاف واضح ہوگئی کہ یتیم کی کتنی بڑی شان ہے اور حیلہ اسقاط سے عشق کرنے والے ان کے ساتھ کیا کرتے ہیں۔

ایک عجیب واقعہ

"رسالہ قشیریہ" میں حمدونؒ کے حوالے سے اس کا ذکر ہوا ہے کہ اس کے دوست کی وفات ہوئی اور یہ اس کے سرہانے بیٹھے ہوئے تھے تو اس نے چراغ فوراً بجھا دیا اور اپنے پاس سے پیسے دے کر تیل منگوایا اور روشنی کی، لوگوں نے اس کا سبب دریافت کیا تو اس نے ان سے کہا:

الی هذاالوقت کان الدهن له ومن هذاالوقت صار الدهن للورثة

(الرسالة القشيرية صفحه۱۸)

کہ اس وقت تک یہ تیل اس کا تھا، اور اس کے مرنے کے بعد یہ تیل اس کے وارثوں کا حق ہے۔ (معارف القرآن صفحہ۳۱۸ ج۲)

مطلب یہ ہے کہ پہلے اس کے دوست کا تیل تھا اور وہ زندہ تھا موجود تھا اور اس کی اجازت تھی اب یہ ورثاء کا حق ہوگیا اور اس ورثاء میں بعض غیر حاضر اور یتیم ہیں اور میں ان کی تیل کی روشنی میں یہاں کیسے بیٹھوں، دیکھیے بزرگان دین کتنا احتیاط کرتے تھے اور ہم کیا کرتے ہیں۔ (ببین تفاوت راہ از کجا است تا بکجا)

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

فدیہ کی مقدار اور ثبوت

روزے کے فدیہ کے بارے میں اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں۔

"وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ"

(سورۃ البقرۃ آیت/۱۸۴)

اور جو لوگ روزے کی طاقت رکھتے ہوں ان کے ذمہ فدیہ ہے کہ وہ ایک غریب کا کھانا ہے۔

اس آیت کے مذکورہ حصے میں شیخ فانی کے بارے میں فدیہ کا ذکر ہے کہ روزہ کے بدلے فدیہ دے گا۔ اور مشہور قول اس میں "لا یطیقونہ" ہے کہ روزہ کی طاقت نہ رکھتا ہو اور "لا" اس میں پوشیدہ ہے، یا اس باب افعال میں ہمزہ سلب کے لئے ہے اور مطلب اس کا یہ ہے کہ جن لوگوں کی روزہ کی طاقت ختم ہوئی ہو ان پر فدیہ دینا ہے، بہر حال دونوں کی مراد ایک ہے۔

اور نماز کے فدیہ کے بارے میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے......

"قال لا يصلي احد عن احد ولكن يطعم عنه"

(مشکل الاثار صفحہ ۱۴۱، ج ۳، زیلعی صفحہ ۴۶۳، ج ۲ وقال الحافظ ابن حجر اسنادہ صحیح کذافی الدرایۃ صفحہ ۱۷۷، بحوالۃ التبیان صفحہ ۱۷۲، وکذافی ھامش الھدایۃ صفحہ ۳۲۳ ج ۱ عن ابن عمر موقوفا)

فرماتے ہیں کہ کوئی شخص دوسرے شخص کی طرف سے نماز نہ پڑھے بلکہ اس کی طرف سے کھانا دے۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

فقہاء کرام فدیہ کے بارے میں لکھتے ہیں......

ومن مات وعليه قضاء رمضان فاوصٰى به اطعم عنه وليه لكل يوم مسكينًا نصف صاع من برّ او صاعًا من تمر او شعير لانه عجز عن الاداء في آخر عمره فصار كا الشيخ الفاني.

(ہدایہ کتاب الصوم صفحہ ۲۲۲ ج ۱، خانیہ صفحہ ۹۶، الدر المختار صفحہ: ۱۴۱ ج ۱، والمراقی علی الطحاوی صفحہ ۴۱۵ بحوالہ عقد الملالی، ومجموعۃ الرسائل صفحہ ۲۱۴، صفحہ ۲۱۸)

جو شخص مرجائے اور اس پر رمضان کے روزوں کی قضاء ہو اور اس نے اس کی ادائیگی کی وصیت کی ہو تو اس کی طرف سے اس کا ولی ہر دن کے روزہ کے بدلے مسکین کو کھانا دے گا نصفِ صاع گندم یا ایک صاع کھجور یا جَو میں سے اس لئے کہ یہ آخری عمر میں اس کی ادائیگی سے عاجز ہوگیا تو یہ شیخ فانی کی طرح ہوگیا۔

جناب مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں......

ایک روزہ کا فدیہ نصف صاع گندم یا اس کی قیمت ہے۔

(معارف القرآن ج ۱ صفحہ ۴۴۶)

اور اگر فدیہ سے کم مسکین کو دیا تو فدیہ صحیح نہیں ہوگا۔

جیسا کہ فقہاء کرامؒ نے لکھا ہے......"ولا يجوز ان يعطى كل مسكينا اقل من نصف صاع" مسکین کو نصف سے صاع سے کم فدیہ دینا جائز نہیں ہے۔

(البحر الرائق صفحہ ۹۱ ج ۲)

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

قاضی خان میں ہے "يعطى لكل يوم نصف صاع من الحنطة "

(قاضی خان صفحہ ۹۸ ج ۱)

کہ ہر دن کے بدلے نصف صاع گندم سے دے گا

مسافر اور مریض کے وارث فطرانہ کے مقدار دے گا جیسا صاحب مستخلص لکھتے ہیں

ويعطى وليهما (المسافر والمريض) كا الفطرة بوصيّة ......مسافر اور مریض کے وارث فطرانہ مقدار دیگا۔ (صفحہ ۳۹۵)

اور ہر نماز کا فدیہ فدیہ روزہ کے مثل ہے۔

جیسا کہ فقہاء کرام لکھتے ہیں "وفدية كل صلوٰة كصوم هو الصحيح"

(شرح الوقایہ صفحہ ۳۱۵ ج ۱ کتاب الصوم، ہدایہ صفحہ ۲۲۲ وفی عمدۃ الرعایۃ ولو کان وترا)

ہر نماز کا فدیہ روزہ کی طرح ہے اور یہی بات صحیح ہے، اور عمدۃ الرعایہ میں ہے اگر چہ وتر کی نماز ہو (تو اس میں بھی کامل فدیہ دیا جائے)

اور صاع کا اندازہ اور مقدار اس فارسی بیت میں موجود ہے۔

صاع کوفی ہست ای مرد فہیم
دو صد وہفتاد تولہ مستقیم
باز دینارے کہ دارد اعتبار
وزن آن وزماشہ دان نیم وچہار

(العرف الشذی صفحہ/۵۷)

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

مطلب یہ ہے کہ کوئی صاع کا اندازہ اور مقدار دو سوستر تولہ ہے اور دینار کا وزن ساڑھے چار ماشے ہے۔

فائدہ:...... جو پکا باٹ سوات کے بادشاہ نے اپنے زمانے میں رائج کیا تھا وہ ایک سو آٹھ روپے وزن کا تھا اس حساب سے نصف صاع پانچ پاؤ پانچ تولے اور دس ماشے بنتا ہے اور اگر ایک سیر ایک سو پانچ روپے وزن کا ہو تو اس حساب سے نصف صاع پانچ پاؤ اور نو تولے اور سات ماشے کا بنتا ہے لیکن احتیاط اس میں ہے کہ زیادہ دے مثلاً اگر گندم اس کے حساب سے دے تو ڈیڑھ سیر دے اس لئے کہ زیادتی میں کوئی خرابی نہیں بلکہ احتیاط ہے (فتاویٰ ودودیہ/صفحہ ۲۱۷)

نوٹ:...... پوخ سیر صوبہ سرحد میں ایک قسم کے پتھر کے باٹ کو کہتے ہیں جس کا وزن آج کل غالبًا ایک کلو ہے، مترجم غفرلہ۔

فدیہ مسکین کا حق ہے اور فدیہ پورا دینا چاہیئے

اس تحقیق سے یہ بات واضح ہوگئی کہ فدیہ مسکین کا حق ہے اس لئے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا "طعام مسکین" تو غنی کیلئے اس کا لینا جائز نہیں اور یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ فدیہ پورا دینا چاہیئے نہ کہ کم اور اگر فدیہ کی مقدار سے کم دیا تو اس کا کوئی اعتبار نہیں اور کم دینا جائز نہیں، اور ہر ایک نماز کا فدیہ روزہ کے فدیہ کے برابر ہے اور اس کے علاوہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وتر واجب ہے اور اس کا حکم فرضوں کی طرح ہے اس وجہ سے اگر کسی کی ایک دن کی نمازیں قضاء ہوگئیں تو چھ

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

فدیے لازم ہونگے۔

لیکن افسوس ہے کہ یہ لوگ دن کی نمازوں کا حساب نہیں لگاتے اور نام ونمود کیلئے کچھ مال تقسیم کردیتے ہیں اور اکثر غنی اور بڑی حیثیت کے لوگوں کوزیادہ مال دیتے ہیں، اورغریب اور نادار لوگوں کوکم، اور یہ بات مشاہدے سے ثابت ہے ہرکوئی دیکھ سکتا ہے الاّ ماشاء اللہ کہ چند لوگ ایسے ہونگے جوحدود شرعیہ کی پابندی کرتے ہونگے۔

وصیت صرف تہائی مال میں جائز ہے:

میت کی طرف سے وارثوں پر فدیہ تب لازم ہوتا ہے جب میت نے وصیّت کی ہو جیسا کہ پہلے فقہاء کرامؒ کی عبارات سے یہ بات واضح ہوگئی اور وصیّت ایک تہائی مال سے اداء کی جاتی ہے نہ اس سے کم اور نہ زیادہ۔

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جب میں بیمار ہوا فتح مکہ کے سال تو ایسا بیمار ہوا کہ موت کے قریب پہنچا اس حالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کیلئے تشریف لائے تو میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! میرا بہت سا مال ہے اور میرے وارثوں میں میری بیٹی کے علاوہ اور کوئی نہیں۔کیا میں تمام مال کی وصیّت کروں؟

قال لا قلت فالشطر؟ قال لاقلت فالثلث؟ قال الثلث والثلث كثير. متفق عليه. (مشکوٰۃ ج صفحہ ۲۶۵ باب الوصایا)

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

آپ نے فرمایا نہیں، میں نے کہا! کیا آدھے مال کی وصیت؟ فرمایا نہیں، میں نے کہا کیا ایک تہائی مال کی وصیّت؟ فرمایا ہاں تہائی مال اور تہائی بہت ہے۔

باطل طریقہ سے مال کھانے کی ممانعت:

اس مروجہ حیلہ اسقاط میں غیر مشروع طریقے سے مال کا حاصل کرنا ہے اور شریعت مطہرہ میں اس کی ممانعت آئی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے......

"یٰأَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَاتَأْكُلُوْا اَمْوَالَكُمْ بَیْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّا اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ" (سورۃ النساء ایت نمبر ۲۹)

اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق طور پر مت کھاؤ مگر یہ کہ کوئی تجارت ہو جو باہمی رضامندی سے ہو تو کوئی مضائقہ نہیں۔

حافظ ابن کثیرؒ باطل طریقہ کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں......

ای بانواع المکاسب التی هی غیر شرعیّة کانواع الربو والقمار وماجریٰ مجریٰ ذلک من سائر صنوف الحیل.

(ابن کثیر ج ۱ صفحہ ۴۷۹)

یعنی کمائی کے تمام غیر شرعی طریقہ جیسے سود کے تمام اقسام اور جوئے کے اقسام اور ان کے علاوہ تمام حیلوں کے اقسام۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے تحت لکھتے ہیں......

آیت میں "لاتأکلوا"، کا لفظ آیا ہے جس کا معنی ہے "مت کھاؤ" مگر عام محاورے کے اعتبار سے اس کے معنی یہ ہیں کہ دوسرے کے مال میں ناحق طور پر کسی قسم کا تصرف نہ کرو۔ (معارف القرآن ج ۲ صفحہ/ ۳۷۷)

باطل طریقہ میں حیلہ بھی شامل ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے۔

عن ابی ھریرۃ رضی اللّٰہ عنہ ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال لا ترتکبوا ما ارتکبت الیھود فتستحلّوا محارم اللّٰہ بادنی الحیل.

(وھذا اسناد جید ابن کثیر ج ۱ ص ۱۰۷)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایسی حرکتیں نہ کرو جیسا یہود نے کیا کہ تم معمولی حیلوں سے اللہ تعالیٰ کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حلال سمجھنے لگو۔

ہبہ اور ہدیہ میں رجوع کا حکم:

ہبہ کی ہوئی چیز میں رجوع کرنا جائز ہے یا نہیں یہ فقہی اور علمی مسئلہ ہے لیکن بہر حال قباحت اور کراہیت سے خالی نہیں ۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"العائد فی الھبۃ کالکلب یعود فی قیئہٖ لیس لنا مثل السوء"

(رواہ البخاری، مشکوٰۃ ج ۱ صفحہ ۲۶۰)

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

ہبہ کر کے واپس لینے والے کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کوئی کتا قے کر کے اپنی قے دوبارہ چاٹ لے یہ بری مثال ہمارے لائق نہیں ہے۔

قاضی شمس الدین صاحب ؒ فرماتے ہیں ...... یہ حدیث دلالت کرتی ہے اس عمل کے زیادہ قباحت پر، (التعلیق الفصیح ج ۲ صفحہ ۱۴۴)

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ فرماتے ہیں......

"والمراد التنزیه عن فعل یشبه الکلب"

کہ اس حدیث کا مطلب ہر ایسے عمل سے بچنا ہے جو مشابہت رکھتا ہو کتے کے ساتھ۔

فریب اور دھوکہ منافق کی صفت ہے!

اسی طرح اس مروّجہ قبض میں بار بار دھوکہ کرنا ہے کہ تھوڑی سی چیز کو زیادہ بنانا ہے، خداوند جل مجدہ ارشاد فرماتے ہیں کہ۔

"يُخَادِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۞"

وہ چالبازی کرتے ہیں اللہ سے اور ان لوگوں سے جو ایمان لا چکے ہیں اور حقیقت میں کسی کے ساتھ بھی چالبازی نہیں کرتے بجز اپنی ذات کے اور وہ اس کا شعور نہیں رکھتے۔

(سورۃ البقرۃ آیت ۹)

بہر حال یہ حیلہ کرنے والے اللہ تبارک وتعالیٰ سے دھوکہ اور فریب کرتے ہیں کہ بہت سارے حقوق کے بدلے تھوڑا سا فدیہ دیتے ہیں اور ایمان والوں کے

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

ساتھ دھوکہ اور فریب کرتے ہیں کہ ایک چیز ان کو بخش دیتے ہیں اور پھر ان سے واپس مانگتے ہیں کیونکہ اگر کوئی مسکین یوں کہہ دے کہ یہ میرا ہو گیا میں کسی کو نہیں دوں گا تو اس سے جبراً لیتے ہیں یہ تمام دھوکہ ہے اور منافقین کی صفت ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے محفوظ رکھے۔ (آمین)

اگر ایک مقروض شخص اپنے قرض خواہ کو دس روپے کا نوٹ دس مرتبہ دے اور لے تو یہ سو روپیہ نہیں بن جاتا اسی طرح حقوق اللہ میں تھوڑی سی چیز زیادہ کے قائم مقام نہیں ہو سکتی، کسی سالک نے کیا خوب کہا ہے۔

کارہا با خلق داری جملہ راست

با خدا تزویر و حیلہ کے رواست

قرض کی ادائیگی مقدم ہے وصیّت پر:

اس زمانہ کے حیلۂ اسقاط کا طریقہ یہ ہے کہ میت کی وصیت کو نہیں دیکھتے اور اگر بالفرض میت نے وصیت کی ہو تب بھی میت کے قرضوں کو نہیں دیکھتے جبکہ قرض ادا کرنے کے بارے میں بہت زیادہ اہتمام احادیث میں آیا ہے جیسا کہ حضرت ابوقتادہؓ سے روایت ہے......

وعن ابی قتادة رضی اللّٰہ عنه قال قال رجل یارسول اللّٰہ! ارأیت ان قتلت فی سبیل اللّٰہ صابرًا محتسبًا مقبلاً غیر مدبر یکفر اللّٰہ عنی خطایای؟ فقال رسول اللّٰہ ﷺ نعم فلما ادبر ناداہ فقال نعم :الا الدین کذلک قال جبرائیل . (رواہ مسلم، مشکوٰۃ ج۱ صفحہ ۲۵۲)

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے پوچھا اے اللہ کے رسول ! اگر میں خدا کی راہ میں مارا جاؤں اس حال میں کہ میں نے صبر کیا ہو خدا سے ثواب کا طالب رہا ہوں لڑائی میں ہمیشہ مقابلہ کیا ہو اور پیچھے ہٹنے کا ارادہ نہ کیا ہو تو کیا اللہ تعالیٰ میرے گناہوں کو معاف کردے گا؟ آپ نے فرمایا: ہاں، جب وہ شخص واپس ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے اسے آواز دی اور فرمایا: سوائے قرض کے کہ جبرائیل امین نے مجھ سے یہی فرمایا۔

مطلب یہ ہے کہ شہادت جیسے بڑے مقام سے بھی دوسروں کے حقوق قرض وغیرہ معاف نہیں ہوتے ۔لوگ خیرات اور اسقاطوں کی کوشش کرتے ہیں اور قرض وغیرہ کی پرواہ نہیں کرتے۔

شیخ عبدالحق محدّث دہلویؒ اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں......

فیہ دلیل علی ان حقوق العباد فی غایۃ المضائقۃ ،(ہامش مشکوٰۃ ج ۱ صفحہ ۲۵۲)

اس حدیث میں دلیل ہے اس بات کی کہ حقوق العباد (یعنی بندوں کے حقوق) بہت تنگی میں ہوتے ہیں (یعنی معاف نہیں ہوتے)

باقی یہ اشکال کرنا کہ قرآن مجید میں وصیّت کا ذکر مقدم ہے قرض پر (جیسا سورۃ النساء کی آیت نمبر ۱۱/۱۲ میں ہے)، تو اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید میں جو وصیّت مقدم ہے قرض پر اس میں ایک نکتہ ہے اور وہ یہ ہے کہ وارثوں کو ہدایت ہے کہ قرض تو ویسے بھی قرض خواں کا حق ہے وہ مانگے گا لیکن وصیت پورا کرنا بھی لازمی

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

ہے اگرچہ ظاہر میں تم سے کوئی وصیت کے پورا کرنے کا مطالبہ نہیں کرتا۔

حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں......

اجمع العلماء من السلف و الخلف علی ان الدین مقدم علی الوصیّة۔

سلف اور خلف کا اس بات پر اجماع ہے کہ قرض مقدم ہے وصیّت پر۔

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت پیش کی ہے کہ قرض مقدم ہے۔

"و ان رسول اللہ ﷺ قضی بالدین قبل الوصیّة،

(ابن کثیر ج ۱ ص ۴۵۹ و کذا فی ص ۳۲۹ ج ۲، معارف القرآن و ترمذی ص ۲۶۴)

کہ رسول اللہ ﷺ نے فیصلہ فرمایا قرض کا وصیّت سے پہلے۔

ریاء یا شرم وحیاء کی وجہ سے صدقہ دینے کا کیا حکم ہے......؟

کبھی جنازہ گاہ میں مال تقسیم کرنے سے مقصد ریاء اور شہرت ہوتی ہے الاّ ماشاء اللہ، حالانکہ ہر عبادت میں اخلاص نیت اور اللہ تعالیٰ کی رضاء ضروری ہے قرآن مجید میں اس صدقے کی مثال جو ریاء کے ساتھ اداء کیا جائے اس طرح بیان فرمائی ہے کہ۔

فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَأَصَابَهُ وَابِلٌ فَتَرَكَهُ صَلْدًا ، لَا يَقْدِرُونَ عَلٰى شَيْءٍ مِمَّا كَسَبُوْا۔ (البقرۃ آیت ۲۶۴)

"سو اس شخص کی حالت (جو ریاکاری کرتا ہے) ایسی ہے جیسے ایک چکنا پتھر جس پر کچھ مٹی ہو پھر اس پر زور کی بارش پڑ جاوے سو اس کو بالکل صاف کر دے ایسے

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

لوگوں کو اپنی کمائی ذرا بھی ہاتھ نہ لگے گی۔

دکھلاوے اور ریاکاری کے صدقات اور خیرات کو حدیث میں شرک کہا گیا ہے۔

عن شداد بن اوس رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول من صلی یرائی فقد اشرک ومن صام یرائی فقد اشرک ومن تصدق یرائی فقد اشرک۔ (رواہ احمد کذا فی المشکوٰۃ ج۲ صفحہ ۴۵۵، باب الریاء والسمعۃ)

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: جس شخص نے دکھلاوے کیلئے نماز پڑھی اس نے شرک کیا، اور جس نے دکھلاوے کیلئے روزہ رکھا اس نے شرک کیا، اور جس نے دکھلاوے کیلئے خیرات کی اس نے شرک کیا۔

اسی طرح شرم وحیاء کی وجہ سے کسی چیز کا دینا منع ہے۔

قال الغزالیؒ من اخذ شیأ مع العلم بان باعث المعطی الحیاء منہ او الحاضرین ولولا ذلک لما اعطاہ فھو حرام اجماعًا فیلزم ردّہ او رد بدلہ الیہ او الی ورثتہ (مرقات ج۴ صفحہ ۱۷۴)

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس نے کوئی چیز لی یہ جانتے ہوئے کہ اس دینے والے کا باعث سبب اور حیاء ہے یا حاضرین کی موجودگی ہے اور اگر یہ اسباب نہ ہوتے تو وہ نہ دیتا اس چیز کو تو یہ لینا بالاتفاق حرام ہے اور اس پر اجماع ہے بلکہ لازم ہے اس پر اس چیز کا یا اس کے بدلے کسی اور چیز کا لوٹانا اس دینے والے کی طرف یا اس کے وارثوں کی طرف۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

جناب مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں......

کسی قسم کے دباؤ کے ساتھ چندہ یا ھدیہ بھی طلب کرنا غصب ہے آنحضرت ﷺ کا واضح ارشاد ہے کہ " لایحل مال امریٔ مسلم الابطیب نفس منه " کہ کسی مسلمان کا مال حلال نہیں مگر اس کی خوشی کے ساتھ،

(معارف القرآن ج ۷ ص ۵۰۴ ص ۵۰۵ سورۃ ص)

بچہ غیر مکلّف ہے:

بعض جگہوں میں بچے کے مرنے کے بعد گڑھ، یا، پیسے وغیرہ تقسیم کرتے ہیں حالانکہ بچہ غیر مکلف ہے اس پر نماز، روزہ نہیں ہے تو فدیہ دینا اس کی طرف سے کیسے جائز ہوگا اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ شیرینی ہے، تو آیا شیرینی موت کے وقت دی جاتی ہے یا پیدائش کے وقت؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے......

قال رسول اللّٰه ﷺ رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلٰثَةٍ عَنِ النَّائِمِ حَتّٰى يَسْتَيْقِظَ وَعَنِ الصَّبِيِّ حتى يبلغ وعن المعتوه حتى يعقل.

(رواہ الترمذی وابوداؤد، والدارمی، عن عائشۃ وابن ماجۃ عنھما، مشکوۃ ج ۲ ص ۲۸۴ کتاب الطلاق)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تین آدمیوں سے اٹھا دیا گیا ہے (کہ ان کے گناہ نہیں لکھے جاتے) ایک سونے والا یہاں تک کہ وہ بیدار ہو جائے دوسرا بچہ جب تک وہ بالغ نہ ہو جائے اور تیسرا بے عقل جب تک اس کی عقل درست نہ ہو جائے۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

کیا اس مروجہ حیلہ کا ثبوت نبی ﷺ سے ہے؟:

اس ذکر کردہ مفاسد کے علاوہ اس حیلہ مروجہ، قبض، اسقاط، کا ثبوت جناب رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے نہیں ہے۔ تو اس کے بدعت ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے حافظ ابن کثیرؒ کی عبارت اس سے پہلے گذر چکی ہے۔

فقہاء کرامؒ لکھتے ہیں کہ...... "عدم النقل تدل علی الکراھۃ"

(شامی صفحہ/۶۳۳ بماۃ مسائل صفحہ/۲۵)

شارع علیہ السلام سے عدم نقل دلالت کرتا ہے اس چیز کے مکروہ ہونے پر۔

اس کی چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

۱......ولایتنفل قبل العیدین فی المصلیٰ لان النبی ﷺ لم یفعل ذلک مع حرصہ علی الصلوۃ۔

(متخلص صفحہ ۲۹۸ باب العیدین ہدایہ ج ۱ صفحہ ۱۷۳)

اور نفل نہ پڑھے عیدگاہ میں عید کی نماز سے پہلے اس لئے کہ نبی ﷺ نے نہیں پڑھی باوجود آپ کے نماز پر حریص ہونے کے۔

۲......ومنع عن النفل بعد طلوع الفجر باکثر من سنۃ الفجر لان النبی ﷺ لم یفعل ذالک مع حرصہ علی الصلوۃ۔

(ہدایہ صفحہ ۸۶، متخلص صفحہ ۱۴۳ ج ۱ وفی العنایۃ علی ہامش فتح القدیر صفحہ ۱۶۶ ج ۱، اعتصام صفحہ ۲۶ ج ۱)

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

طلوع فجر کے بعد فجر کی دو سنتوں سے زیادہ نفل پڑھنا ممنوع ہے اس لئے کہ نبی ﷺ نے یہ نہیں پڑھیں باوجود حریص ہونے کے۔

اس مروجہ حیلہ میں قرآن مجید کے ساتھ استہزاء اور اس کی بے حرمتی ہے:

قرآن مجید اللہ تبارک وتعالیٰ نے امت محمدیہ ﷺ کی ہدایت کیلئے اور اس میں غور فکر کرنے اور عمل کے درست کرنے اور لوگوں کو ظلم اور ضلالت کی اندھیرے سے نکالنے کے لئے اتارا ہے، نہ کہ اسقاط کیلئے اور نہ ہی اس کے لئے بطور استہزاء یہ الفاظ کہے جائیں: میں نے قبول کیا ہے اور تجھے بخش دیا ہے۔

اس کی تفصیل ذکر کرنے سے پہلے ایک جامع آیت ذکر کرتا ہوں:

الٓرٰ کِتٰبٌ اَنۡزَلۡنٰهُ اِلَیۡکَ لِتُخۡرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوۡرِ بِاِذۡنِ رَبِّهِمۡ اِلٰی صِرَاطِ الۡعَزِیۡزِ الۡحَمِیۡدِ ۝ (سورۃ ابراہیم آیت ۱)

''یہ ایک عظیم کتاب ہے جس کو ہم نے آپ پر نازل فرمایا ہے تا کہ آپ تمام لوگوں کو ان کے پروردگار کے حکم سے تاریکیوں سے نکال کر روشنی کی طرف یعنی ذات غالب ستودہ صفات کی راہ کی طرف لاویں''

اس آیت میں قرآن مجید کے نزول کی حکمت واضح ہوگئی، مگر افسوس کہ آج کل قرآن پاک کے نزول کا مقصد پیٹ بھرنے کو بنایا گیا ہے۔

حضرت مولانا مفتاح الدین صاحب (جورے مولانا صاحب کے نام سے مشہور ہیں) اپنی کتاب میں لکھتے ہیں......

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃالاشاعت ڈاٹ کام

لطیفہ:......میرے ایک دوست جو متقی عالم تھے ایک جگہ وعظ فرمارہے تھے وعظ کے ضمن میں انہوں نے یہ قصہ سنایا کہ ایک آدمی مرگیا جس کے ترکہ میں صرف ایک بکری رہ گئی تھی تو وارثوں نے امام صاحب سے پوچھا اس کیساتھ کیا کریں؟ امام صاحب نے کہا آپ اس بکری کو دائرہ حیلہ اسقاط میں لے آئیں آگے میں جانتا ہوں تو جب وہ بکری دائرہ تک پہنچائی گئی تو امام صاحب نے قرآن کو بکری کی کمر پر باندھ لیا اور دائرہ میں اس کو چکر دینے لگے۔تو وہ لوگ کہتے جارہے تھے میں نے قبول کیا ہے اسی مذکورہ طریقہ سے چنانچہ وعظ میں جو لوگ موجود تھے وہ ہنسنے لگے،تو اس عالم نے کہا تم لوگ کیوں ہنستے ہو؟ کیونکہ ہمارا طریقہ ہے (یعنی حیلہ اسقاط) کہ قرآن کو روپیہ کے ساتھ باندھتے ہیں یہ تو امام استاد کے طریقہ سے (یعنی بکری کو چکر دینے سے) زیادہ خراب طریقہ ہے لیکن جو لوگ ایک کام کو عادت بنالیں اگرچہ وہ کتنا ہی برا کیوں نہ ہو ان کو اچھا لگتا ہے۔ (اصلاح الرسوم صفحہ ۵۸)

دور قرآن مجید کی حقیقت:

بعض لوگ دور قرآن کے ثبوت کے لئے ایک واقعہ پیش کرتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور سے اس کا ثبوت چلا آرہا ہے۔

جیسا کہ امام ابواللیث سمرقندیؒ المتوفی (۳۸۳ھ) لکھتے ہیں......

حدثنا العباس بن سفیان عن ابن علیّة عن ابن عون عن محمد عن عبداللہ قال قال عمرؓ ایھا المؤمنون اجعلوا القرآن وسیلة

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

لنجاة الموتیٰ فتحلقوا وقولوا اللّٰهم اغفر لهذا لميت بحرمه القرآن المجيد وتناوبوا بايديكم متناوبة وفعل عمرؓ فی اٰخر الخلافة مثله فی زماننا الامرأة ملقبة بحبيبة بنت عربد زوجة قلاب (وفی نسخة ملاّب) بجزء القرآن من " وَمَالِیَ الیٰ عَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ " وشاع عملهٗ فی زمان خلافة عثمان بانكار مروان بعناد وقال الامام السمرقندی ثم اشتهر فی خلافة هارون الرّشيد من غير انكار نكير دوران القرآن لحيلة الاسقاط فاصله ثابت عن عمرؓ وان لم يذكر فی الكتب المشهورة من الاحاديث ولكنّه مذكور فی الكتب من التواريخ بسند قوی كما قال المورخ صاحب الفتوح اخبرنا ابو عاصم عن ابن جريح عن ابن شهاب عن ابی سلمة عن ابی موسیٰ قال فعل عمرؓ تعاور جزء القرآن فی حلقة عشرين رجلا بعد صلوٰة الجنازة لامرأة ملقبة بحبيبة الخ ولرجل من قبيلة الانصار ماحفظنا اسمه وثبت. لهٰذا السند ايضا اخبرنا سعد عن ايوب عن جميع عن عبدالرحمن بن ابی بكرؓ انه اوجد دوران القرآن عمرؓ والقرآن شافع للمؤمنين حياتاً وبعد ممات انتهی. (فتاویٰ سمرقندی، بحوالہ المنہاج الواضح صفحہ/ ۲۸۷)

ہم سے عباس بن سفیان نے بیان کیا اور وہ ابن علیہ سے اور وہ ابن عون سے اور وہ محمد سے اور وہ حضرت ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا، اے مؤمنو! قرآن کو مردوں کی نجات کا ذریعہ بناؤ۔ پس حلقہ باندھو اور کہو اے اللہ اس

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

میت کو اس قرآن کی حرمت سے بخش دے اور باری باری ایک دوسرے کے ہاتھوں سے قرآن کو لیتے رہو حضرت عمرؓ کی خلافت کے آخری ایام میں حبیبہ بنت عربد قلاب کی بیوی کے لئے ایسا ہی حیلہ تجویز کیا گیا تھا ''وَمَالِیَ سے عَمَّ یَتَسَآءَلُوْنَ'' تک جو قرآن مجید کے پارے تھے ان کے ساتھ حیلہ کیا گیا تھا اور یہ طریقہ عہد عثمانی میں مشہور ہو چکا تھا البتہ مروان نے عناداً اس پر اعتراض کیا تھا۔ امام سمرقندیؒ فرماتے ہیں کہ یہ طریقہ ہارون الرشید کی خلافت میں رائج ہو چکا تھا کہ انہوں نے حیلہ اسقاط میں دوران قرآن بھی کیا اور اس پر کسی نے انکار نہیں کیا تو اس کی اصل حضرت عمرؓ سے ثابت ہے اگرچہ حدیث کی مشہور کتابوں میں اس کا ذکر نہیں ہے۔ البتہ تاریخ کی بعض کتابوں میں قوی سند کے ساتھ اس کا ذکر ہے چنانچہ مؤرخ صاحب فتوح نے کہا ہے کہ ہم سے ابو عاصمؒ نے بیان کیا۔ وہ ابن جریج سے اور وہ ابن شہاب زہری سے اور وہ ابو مسلمہؒ سے اور وہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیس آدمیوں کے حلقہ میں نماز جنازہ کے بعد ایک عورت کے لئے جس کا لقب حبیبہ تھا اور ایک انصاری کے لئے جس کا نام ہمیں یاد نہیں رہا قرآن پھیرایا اور گھمایا تھا اور اس سند سے بھی ثابت ہے کہ ہم سے سعد نے بیان کیا وہ ایوب سے اور وہ جمیع سے اور وہ عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ سے روایت کرتے ہیں قرآن کریم کے پھیرنے کی ایجاد حضرت عمرؓ نے کی اور قرآن مؤمنوں کے لئے زندگی میں بھی اور بعد از وفات بھی شفاعت کرنے والا ہے۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

سمجھدار آدمی اس عبارت کو سمجھتا ہے کہ یہ قصہ قابل قبول نہیں ہے اس لئے کہ دین کے احکام کا ثبوت ایسی کمزور روایات اور کتابوں پر نہیں ہوسکتا۔

اب آگے اس حدیث کی حیثیت اور مقام اور حالت کو واضح کرتا ہوں۔

حضرت شیخنا شیخ القرآن والحدیث مولانا محمد طاہر صاحب رحمۃ اللہ اپنی کتاب میں لکھتے ہیں......

پہلی حدیث سے استدلال ہرگز صحیح نہیں ہے، اس میں عباس بن سفیان مجہول ہے کتب رجال میں اس کا کہیں ذکر نہیں ہے، اور ابن علیہ کی ولادت ۱۱۰ھ میں ہوئی اور وفات ۱۹۳ھ میں ہوئی ہے، (تہذیب التہذیب ص ۲۷۷ بحوالہ النشاط ص ۱۵)

اور امام سمرقندیؒ کی وفات ۳۸۳ھ کو ہوئی ہے،

(كمافي الجواهر المضيئة ص ۱۹٦ ج۲ والفوائد البهية ص ۲۲۰ ومفتاح السعادة ص ۱۳۹ ج۲ بحواله النشاط ص ۱۵)

یہ روایت مجہول ہے کیونکہ امام سمرقندیؒ ابن علیہ سے روایت کرتے ہیں اور سمرقندیؒ اور ابن علیہؒ کے درمیان ایک سو نواسی (۱۸۹) سال کا طویل زمانہ ہے تو اس مجہول واسطے سے اس کو کیسے قبول کیا جائے، (فاثارا لكذب على هذه الرواية ظاهرة بادية)، پس جھوٹ کے آثار اس روایت پر کھلے اور ظاہر ہیں،

(النشاط عن حيلة الاسقاط ص ۱۵)

اور جو دوسری حدیث ہے اس میں اولاً محمد بن عمر الواقدی ہے صاحب بزان فرماتے ہیں......

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

"متروک مع سعة علمه"

(تقریب ص ۳۳۲ بحوالہ النشاط ص ۱۴)

وہ متروک ہیں علمی وسعت کے باوجود۔

وفی السعایة مات ببغداد سنہ ۲۰۷ھ قال احمد کذاب، وقال یحیٰ لیس بثقة وقال البخاری و الدارمی و النسائی متروک الحدیث الخ (السعایة لمولانا عبدالحی اللکھنوی ص ۳۶۴ ج ۱)

وقال البخاری متروک الحدیث ،ترکه احمد و ابن المبارک و ابن نمیر و اسماعیل بن زکریا وقال فی موضع آخر کذبه احمد وقال معاویة بن صالح قال احمد بن حنبل الواقدی کذّاب وتوفی سنہ ۲۰۷ھ وقال الشافعی فیما اسنده البیهقی کتب الواقدی کلها کذب،وقال ابن عدی احادیثه غیر محفوظة و البلاء منه وقال ابن المدینی عنده عشرون الف حدیث یعنی مالها اصل وقال بندار مارأیت اکذب منه انتهی تهذیب التهذیب ص ۳۶۷ ج ۹ ،و المیزان ص ۶۶۳ ج ۳ الی ص ۶۶۶ ،بحوالة النشاط ص ۱۵)

اور سعایۃ میں ہے کہ سنہ ۲۰۷ھ میں اس کی وفات بغداد میں ہوئی امام احمد فرماتے ہیں کہ وہ کذّاب تھا، امام یحییٰ بن معین فرماتے ہیں وہ ثقہ نہیں تھا، امام بخاری رازی نسائی فرماتے ہیں کہ وہ متروک الحدیث تھا۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

امام بخاریؒ اس کو متروک الحدیث کہتے ہیں، اور چھوڑا ہے اسکو احمد بن حنبلؒ نے اور ابن المبارکؒ ابن المعیرؒ اور اسمعیلؒ بن زکریا نے اور دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ اس کو امام احمدؒ نے جھوٹا کہا ہے، اور صالح بن معاویہ فرماتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں واقدی بڑا کذّاب تھا اور واقدی کی وفات ۲۰۷ھ میں ہوئی اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ واقدی کی تمام کتابیں خالص جھوٹ ہیں۔ امام عدی فرماتے ہیں کہ اس کی احادیث غیر محفوظ ہیں اور مصیبت اس کی طرف سے ہے، اور امام ابن المدینی فرماتے ہیں کہ واقدی کے پاس بیس ہزار احادیث ہیں یعنی ایسی احادیث جن کی کوئی اصل نہیں ہے، محدّث بندار فرماتے ہیں کہ میں نے اس سے بڑا جھوٹا کوئی اور نہیں دیکھا۔

دوسری بات یہ ہے کہ اس روایت میں ابن جریج ہے، اور ابن جریج کے متعلق شیخ القرآن صاحبؒ لکھتے ہیں......

واما ابن جريج فهو عبدالملك ابن عبدالعزيز بن جريج المولود سنه ۸۰ھ المتوفى سنه ۱۴۹ھ و سنه ۱۵۰ھ قال الشافعي استمتع بسبعين امرأة وقال مالكؒ ابن جريج حاطب ليل وعن ابن معين ليس بشيئ في الزهري،

(تهذيب ص ۴۰۶ ج۶ بحوالة النشاط عن حيلة الاسقاط ص ۱۰۶)

باقی رہا ابن جریج تو اس کا نام عبدالملک بن عبدالعزیز ابن جریج ہے، جو ۸۰ھ میں پیدا ہوئے اور وفات ۱۴۹ھ میں یا ۱۵۰ میں ہوئی ہے، امام شافعیؒ

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

فرماتے ہیں کہ انہوں نے ستر عورتوں سے نکاح متعہ کیا تھا، اور امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ ابن جریج حاطب لیل (یعنی ہر قسم کی باتیں اور احادیث نقل کرنے والے) تھے، امام ابن معین فرماتے ہیں کہ ابن جریج کی امام زہری سے روایت محض ہیچ ہے۔

اور اسی طرح اس کے متعلق صاحب میزان الاعتدال لکھتے ہیں......

وھو فی نفسہ مجمع علی ثقتہ مع کونہ قد تزوّج بنحو من سبعین امرأۃ نکاح المتعۃ کان یری الرخصۃ فی ذالک۔

(میزان الاعتدال ص۶۵۹ ج۲)

اور ابن جریج اگرچہ فی نفسہٖ اس کے ثقہ ہونے پر اجماع ہوا ہے لیکن اس کے باوجود انہوں نے نوّے عورتوں سے نکاح متعہ کیا تھا اور اس کو جائز سمجھتے تھے۔

نوٹ:......نکاح متعہ اس نکاح کو کہا جاتا ہے جو وقتی طور پر چند پیسوں کے عوض کیا جاتا ہے اور اس کی حرمت پر اجماع ہے، البتہ شیعہ حضرات کے ہاں جائز ہے۔

یہ تو اس کی سند کا حال تھا جو ناظرین کی خدمت میں پیش کی گئی لیکن قطع نظر سند کے اگر درایۃً (عقل کی رو سے) بھی اس پر غور کیا جائے تو اس روایت کا بطلان واضح ہے۔

شیخ الحدیث ابوالزاہد حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر دام مجدہم کی عبارت کا خلاصہ عرض کرتا ہوں......

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

اوّل:...... یہ روایت کسی رافضی کی ایجاد ہے اس لئے کہ یہ حیلہ حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، اور ہارون الرشید کی طرف تو منسوب ہے لیکن حضرت علی کا نام تک نہیں لیا گیا اور مروان کی مخالفت کا خاص طور پر ذکر کیا گیا۔ ہے کہ اس نے عناد اور دشمنی کے طور پر اس مبارک حیلہ سے انکار کیا تھا۔

دوم:...... اس جعلی روایت میں یہ بتلانا مقصود ہے کہ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ وغیرہ کے عہد خلافت میں نماز وروزہ وغیرہ کی لوگوں میں یوں بے پرواہی ہوتی رہی کہ ان کو ایسے لوگوں کے بخشوانے کیلئے حیلہ دوران قرآن ایجاد کرنا پڑا۔ اور اس سے سمجھنے والے خود سمجھ سکتے ہیں کہ پھر ان کی خلافت، خلافت راشدہ کہلائے گی یا غیر راشدہ؟

سوم:...... حبیبہ اور قلاب کا کتب رجال اور تاریخ میں کہیں نام ونشان اور کوئی ذکر نہیں مل سکا۔ جبکہ حیرت ہے کہ ایک انصاریؓ کے لئے بھی یہ حیلہ ہوا ہے، یہ کیسے باور کرلیا جائے کہ جناب نبی ﷺ کے صحابی نے نماز اور روزہ میں کوتاہی کی، اور اس کی تلافی حیلہ دوران قرآن سے کی گئی۔

چہارم:...... حضرت عمرؓ کے آخری خلافت میں سرکاری طور پر قرآن کریم کتابی شکل میں یکجا جمع کردیا گیا تھا، پھر کیا وجہ ہے کہ " و مالی سے عم یتساء لون" تک پاروں ہی میں ہیرا پھیری ہوئی اور سارا قرآن کریم نہ پھرایا گیا؟

پنجم:...... اگر اس حیلہ کی اصل حضرت عمرؓ سے ہوئی ہوتی اور عہد عثمانیؓ اور رشیدی میں مشہور ہوگیا تو حضرات محدثین کرامؒ اور فقہاء عظام کو یہ کیوں نہ پہنچا؟

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

ششم:......"اوجدوران القرآن عمرؓ" میں لفظ دوران اس کے جعلی ہونے کا قرینہ ہے، اور یہ الفاظ اور ترکیب ہی اس واقعہ کے کوہستانی ایجاد ہونے کی واضح دلیل ہے۔ (المنہاج الواضح ص ۲۸۸)

بعض لوگ قنیہ کی، اور درۃ البرر، نورالہدیٰ، المجموع للرقعات، جواھر النفیس، بحرالمنافع، تحفۃ الصلحاء، یا موجودہ دور کی البصائر، والذخائر، ضعیف اور نادر غیر مشہور کتابوں کے حوالے پیش کرتے ہیں، ایسی کتابوں کے بارے میں ملاعلی القاری رحمۃ اللہ علیہ نے یوں فیصلہ فرمایا ہے......

ومن القواعد الکلیّۃ ان نقل الاحادیث النبویّۃ و المسائل الفقھیّۃ و التفاسیر القرآنیّۃ لایجوز الا من الکتب المتداولۃ لعدم الاعتماد علی غیرھا من وضع الزنادقۃ و الحاق الملاحدۃ بخلاف الکتب المحفوظۃ فان نسخھا یکون صحیحۃ متعددۃ،

(موضوعات کبیر للقاریؒ ص ۱۵۰، و کذافی مقدمۃ عمدۃ الرعایۃ لمولانا ابی الحسنات عبدالحئ اللکھنویؒ ص ۱۱)

اور قواعد کلیہ میں سے یہ بات ہے کہ احادیث نبویہ اور فقہی مسائل اور تفسیر قرآنیہ کا نقل کرنا جائز نہیں مگر متداول کتابوں سے بخلاف دیگر کتابوں کے جس میں زنادقہ کی منگھڑت اور ملحدوں کے ملائے ہوئے قصے ہیں بخلاف ان کتابوں کے جو محفوظ ہیں اس لئے کہ اس کے نسخے زیادہ صحیح ہوتے ہیں۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

اللہ کا فضل اور احسان ہے کہ ہمیں ہمارا دین صحیح، مضبوط اور معتبر کتابوں سے پہنچا ہے یہ تو اس بڑھیا کا باز نہیں کہ جس کے پنجے اور پر نہ ہوں یعنی جس کی نہ سند صحیح ہو اور نہ متن، حاشا و کلا۔

امام مسلمؒ امام عبداللہ بن مبارکؒ کے حوالے سے لکھتے ہیں...

"الاسناد من الدین ولو لا الاسناد لقال من شاء ماشاء"

(مقدمۃ مسلم ج۱ص۱۲)

اسناد دین میں سے ہے اگر اسناد نہ ہوتی تو جس کا جو جی چاہتا کہتا۔

فقہاء کرام اور حیلہ اسقاط:

بعض لوگ قبض، یا حیلہ اسقاط کیلئے فقہاء کرام کی عبارات سے استدلال کرتے ہیں حالانکہ اس سے دلیل پکڑنا بھی ان کے لیے مفید نہیں ہے بطور مثال درمختار کی عبارت ملاحظہ فرمایئے!

ولو مات وعليه صلوات فائتة وأوصى بالكفّارة يعطى لكل صلوة نصف صاع من برّ كالفطرة وكذاحكم الوتر والصوم وانما يعطى من ثلث ماله ولو لم يترك مالاً يستقرض وارثه نصف صاع مثلا ويدفعه لفقير ثم يدفعه الفقير للوارث ثم وثم حتى يتم،

(درمختار مع الشامی ج۱ص۵۴۳، وکذا فی رسائل ابن عابدین ج۱ص۱۹۶، وفی البحر الرائق ج۲ص۹۰ص ۹۱، الھندیۃ ج۱ص۱۲۵، وخلاصۃ الفتاویٰ ج ص۱۹۲، ونور الایضاح ص۱۰۴)

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

اگر کوئی مرجائے اوراس پر قضا نمازیں ہوں اوراس نے کفارہ کی وصیت کی ہوتو ہرنماز کے بدلے آدھا صاع گندم دے صدقہ فطر کی طرح اوراسی طرح حکم ہے وتر اور روزہ کا اور یہ دیا جائے گا میت کے تہائی مال سے اور اگراس نے مال نہ چھوڑا ہوتو پھر قرض لے اس کا وارث آدھا صاع اور دے فقیر کو (ہبہ کے طور پر) پھر وہ فقیران وارثوں کواسی طرح دیتا رہے یہاں تک کے پورا ہوجائے۔

اولاً فقہاء کرام کی عبارت پر نظر کرنی چاہئے کہ آیا یہ دلائل شرعیہ میں سے ہے کہ نہیں حالانکہ تمام اصولیین لکھتے ہیں کہ دلائل شرعیہ چار ہیں، کتاب اللہ، سنّت رسول اللہ، اجماع امّت، اور وہ قیاس جو ان تینوں سے مستنبط ہو۔

علامہ حسام الدینؒ اپنی کتاب میں لکھتے ہیں......

فان اصول الشرع ثلثة، الکتاب والسنّة واجماع الامّة و الاصل الرابع القیاس المستنبط من هذه الاصول.

(حسامی طبع سعید کمپنی ص۲)

پس یقیناً دلائل شرعیہ تین ہیں کتاب اللہ، اورسنت رسول، اوراجماع امت، اور چوتھا اصل قیاس ہے جو مستنبط ہے ان اصول سے۔

صاحب اصول الشاشیؒ لکھتے ہیں......

فان اصول الفقه اربعة کتاب اللّٰه وسنّة رسوله واجماع الامّة والقیاس وفی التنقیح وان کان ذافرعًاللثلثة،

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

(اصول الشاشی ص ۵ و کذافی التوضیح والتلویح ص ۱۲۸ طبع نور محمد کراتشی، وفی المنار مع نور الانوار ص ۶ ص ۷، والنامی ص ۴)

پس یقیناً اصول فقہ چار ہیں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ، اور اجماع امت، اور قیاس، اور تنقیح میں ہے کہ اگر چہ یہ قیاس ان پہلے تینوں کا فرع ہے۔

حاصل یہ کہ دلائل تو یہ چار ہیں اگر چہ قیاس ان کا فرع ہے اور یہ قیاس مظہر للحکم ہے نہ کہ مثبت باقی تینوں مثبت للحکم ہیں دوسری بات یہ ہے کہ فقہاء کرامؒ کی عبارات میں تقریباً آٹھ شرائط مذکور ہیں اس حیلہ کیلئے، اور موجودہ دور میں یہ حضرات مطلقاً ہر میت پر یہ قبض اور حیلہ کرتے ہیں خواہ اس پر نمازوں کی قضا ہو یا نہ ہو، اور میت کی طرف سے وصیت ہو یا نہ ہو، اور فدیہ پورا دینا ہوگا، یہ نہ ہو کہ غنی قاضی، اور حاجی کے لئے زیادہ ہو، اور مسکین غریب کے لئے کم، اور میت کے تہائی مال سے ہو، نہ کہ مشترک اور سب کے مال سے، اور اگر اس میت نے کچھ مال بھی نہ چھوڑا ہو اور وارث کے پاس بھی مال نہ ہو تو پھر وارث قرض لے۔ اور فقیر کو بخشے، اور وہ پھر اپنی مرضی اور خوشی سے وارث کو دے اور یہ عمل اس وقت تک کیا جائے کہ کفارہ پورا ہو جائے،

علماء جانتے ہیں کہ اس عبارت "ولو لم یترک مالاً" میں لفظ لو بطور فرضیت کیلئے ہے، اور "لَمْ" نافیہ ہے اور "مَالاً" نکرہ تحت النفی ہے، معنی اس کا یہ ہوا کہ فرض کرو کہ کچھ مال بھی نہ چھوڑا ہو یعنی نہ گھر، نہ زمین، نہ داتے، نہ پیسے، نہ برتن اور لکڑی وغیرہ نہ جسم کے کپڑے وغیرہ، تو پھر وارث آدھا صاع قرض لے گا، تو آیا ایسا فقیر اس دور میں کہاں موجود ہے؟ کہیں بھی ایسا فقیر اس دور میں موجود نہیں، یہ تو ایک

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

فرضی مثال ہے جیسے عنقاء (آب حیات، سونے کا پہاڑ) وغیرہ کی مثالیں۔

خدارا بدعات کی ترویج کیلئے فقہاء کرام پر افتراء مت باندھو اور سنت محمدی کی پیروی کرو کامیاب ہو جاؤ گے۔

اکابرین علماء دیوبندؒ اور تردید حیلہ اسقاط:

حضرت مولٰنا مفتی رشید احمد گنگوہیؒ فرماتے ہیں:.......

حیلہ اسقاط مفلس کے واسطے علماء نے وضع کیا تھا، اب یہ حیلہ تحصیل چند فلوس کا ملاؤں کے واسطے مقرر ہو گیا ہے۔ حق تعالیٰ نیت سے واقف ہے۔ وہاں حیلہ کارگر نہیں مفلس کے واسطے بشرط صحت نیت ورثاء کے کیا عجیب ہے کہ مفید ہو ورنہ لغو اور حیلہ تحصیل دنیا کا ہے فقط واللہ اعلم۔

(فتاوٰی رشیدیہ ص ۱۱۶)

۲......اسی طرح مولانا موصوفؒ دوسرے مقام پر فرماتے ہیں......

جواب:......حقوق مالیہ تو ادائے حقوق سے ادا ہو سکتے ہیں اور حقوق بدنیہ جیسے نماز، روزہ، تو ہر نماز، روزہ کے بدلے نصف صاع گیہوں اور ایک صاع جو، ادا کرنے سے امید ہے ادا ہو جائے گا، ان شاء اللہ۔ باقی رہا یہ اسقاط مروّجہ محض لغو، اور بے ہودہ حیلہ ہے اور اس کا خیر القرون میں کچھ اثر نہیں ہے واللہ اعلم،

(فتاوٰی رشیدیہ ص ۲۲۲)

۳......حکیم الامّت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ اس اسقاط مروّجہ کے بارے میں لکھتے ہیں......

چونکہ یہ فعل بالیقین نام و نمود کے واسطے کیا جاتا ہے اس لئے خلاف سنّت

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

ہے۔اور اکثر اس مقام پر غیر مستحقین جمع ہو جاتے ہیں۔اس لئے اولیٰ یہ ہے کہ جو کچھ دینا ہو اپنے گھر پر خفیہ طور پر مستحقین کو سوچ سمجھ کر دیں،اور وہ بھی مشترکہ ترکہ سے نہ ہو۔ (اصلاح الرسوم ص ۱۳۲،ورد بدعات ص ۶۹ سیّد انوار الحق کاکاخیل)

ماشاء اللہ حکیم الامت حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے کیسا اچھا طریقہ بتایا ہے کاش کہ یہ قبض اور حیلہ کرنے والے حکیم الامتؒ کی عبارت پر عمل کر لیتے۔

۴..... جناب مفتی محمد کفایت اللہ صاحب دہلویؒ فقہاء کی تحقیق کو نقل کرنے کے بعد اپنا فیصلہ اس طرح لکھتے ہیں......

لیکن اس ترکیب سے جہاں تک ہمیں علم ہے کوئی نہیں کرتا، دلیل الخیرات فی ترک المنکرات ص ۳۹، جناب مفتی صاحب اپنے وقت کے اسقاط کے متعلق جو کہ ساڑھے باون سیر گندم اور قرآن مجید کو تمام فرائض اور واجبات کے بدلے دیا جاتا تھا لکھتے ہیں کہ اس کی کوئی اصل نہیں ہے اور ناجائز ہے اور بے اصل تو اس وجہ سے ہے کہ اس خاص مقدار کا تمام فرائض اور واجبات کی طرف سے کافی ہونے پر کوئی دلیل نہیں ہے،اور ناجائز ہونا اس لئے کہ اس میں ساڑھے باون سیر کی تعین بدعت ہے۔

(دلیل الخیرات ص ۳۱)

مفتی صاحب کی عبارت سے صاف معلوم ہوا خاص مقدار کا معین کرنا اپنی طرف سے یہ بدعت ہے تو اس کو بنیاد بناتے ہوئے ہمارے علاقوں میں کہ نمک کی ڈیری پر قبضہ کرنا اور اس کا تعین کرنا کہاں سے ثابت ہے یہ تو بالضرور بدعت ہے۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

۵......حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ مروّجہ طریقہ ناجائز اور بدعت ہے قرآن وحدیث اور فقہ میں اسکا کوئی ثبوت نہیں اور نہ ہی قرون مشھو دلھا بالخیر میں اس کا کوئی وجود ہے۔(احسن الفتاویٰ ص۱۲۵ ج۲)

اسی طرح مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مگر فی زمانہ فساد عقیدہ کی وجہ سے یہ جائز نہیں۔
(احسن الفتاویٰ ص۱۳۶ ج۱)

۶......حضرت مولانا مفتی شفیع رحمۃ اللہ علیہ اس حیلہ مروّجہ کے مفاسد ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں......

اور حیلہ اسقاط مروّجہ عوام زمانہ بلاشبہ بدعت ہے۔(امداد المفتیین ص۹۵ ج۱)

اسی طرح امداد المفتیین کے اسی صفحہ پر حضرت مولانا مفتی گل محمد شاہ صاحب کے فتویٰ میں اس حیلہ کو بدعت کہا گیا ہے۔

الجواب: ہر حیلہ اسقاط ناجائز ہے۔

۷......مفتی عزیز الرحمٰن صاحب دیوبندیؒ ایسے طریقہ کار میں فتویٰ دیتے ہیں......

ایسی صورت کو فقہاء نے جائز نہیں رکھا (عزیز الفتاویٰ ص۱۲۳)

یہ چند اقتباسات اکابر علماء دیوبندؒ کے فتاوں سے بجنسہ نقل کئے گئے کہ جن کو بصیرت ہے وہ ان سے فائدہ اٹھائے اور وہ لوگ جو حضرات علماء دیوبند رحمہم اللہ کی شاگردی کے دعویدار ہیں ان کی عبرت کیلئے یہ کافی ہیں۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

حیلہ کرنے والوں کا استدلال!

بعض لوگ حیلہ اسقاط کے جواز کے لئے حضرت سیدنا ایوب علیہ السلام کے واقعہ سے استدلال پکڑتے ہیں کہ انہوں نے اپنی بیوی کو مارنے کی قسم کھائی تھی جب وہ صحت مند ہو گئے تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان سے ارشاد فرمایا کہ ایک جھاڑ و لو اور اس سے اپنی بیوی کو مارو اور اپنے کو حانث مت کرو چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا جیسا کہ قرآن کریم میں ہے......

"وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِهٖ وَلَا تَحْنَثْ اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا نِعْمَ الْعَبْدُ اِنَّهٗ اَوَّابٌ ۞ (سورۃ صٓ آیت نمبر ۴۴)

اور تم اپنے ہاتھ میں ایک مٹھا سینکوں کا لو اور اس سے مار لو اور قسم نہ توڑو بیشک ہم نے ان کو صابر پایا، اچھے بندے تھے کہ بہت رجوع کرتے تھے۔

چونکہ یہ بات معلوم ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام کی اہلیہ بے گناہ تھیں اور ان کی خدمت کرنے میں وفادار تھیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان پر مہربانی کی اور حضرت ایوب علیہ السلام کی قسم کو ان کے بارے میں آسان فرمایا، تو اس واقعہ کی حیلہ اسقاط کے ساتھ کیا مناسبت ہے، پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ حضرت ایوب علیہ السلام کی خصوصیت ہے، اور دوسری بات یہ ہے کہ یہ قسم کا مسئلہ ہے (نہ کہ حیلہ اسقاط کا)

تیسری بات یہ ہے کہ اس میں مظلوم سے کسی چیز کو دفع کرنا ہے اور اس میں حکم شرعی کا ابطال نہیں ہے جیسا کہ مروّجہ حیلہ اسقاط میں یتیم اور غائب، اور مشترکہ مال کے کھانے کے بہانے بنائے جاتے ہیں۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں......

واخرج ابن عساکرعن ابن عباس لا یجوز ذالک لاحد بعد ایوب الا الانبیاء علیهم السلام وفی احکام القرآن لجلال الدین السیوطیؒ عن مجاهد کانت هذه لایوب خاصّة .

(تفسیر روح المعانی ص۲۰۹ ج۲۳)

ابن عساکر نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ یہ طریقہ کسی کیلئے بھی ایوب علیہ السلام کے بعد جائز نہیں ہے سوائے انبیاء علیہم السلام کے اور احکام القرآن میں جو جلال الدین سیوطیؒ کی ہے مجاہدؒ سے منقول ہے کہ یہ واقعہ خاص ہے صرف ایوب علیہ السلام کیساتھ۔

اسی طرح اختصاص کا قول تفسیر ماجدی، خازن، درمختار وغیرہ میں آیا ہے۔

(تفسیر خازن ص۴۳ ج۴ بیروت لبنان، ماجدی ص۹۱۲، الدرالمختار مع ردالمختار ص۱۴۴ ج۳)

اسی طرح علامہ آلوسیؒ حیلوں ابطال کے بارے میں فرماتے ہیں......

وعندی ان کل حیلة اوجبت ابطال حکمة شرعیة لاتقبل کحیله سقوط الزکوٰة وحیلة سقوط الاستبراء.

(روح المعانی ص۲۰۹ ج۲۳، وکذا فی الماجدی ص۹۱۲)

اور میرے نزدیک ہر وہ حیلہ جو ابطال حکم شرعی کو ثابت کرتا ہو قابل قبول نہیں جیسا کہ حیلہ کرنا زکوٰۃ کے ساقط کرنے کیلئے اور حیلہ استبراء کے سقوط کیلئے۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

بعض حضرات جیسے مولوی حمد اللہ جان ڈاگئی وغیرہ نے ایڑی چوٹی کا زور لگا کر حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے توریہ کو حیلہ بنایا ہے کہ جب انہوں نے کہا تھا ''انی سقیم'' کہ میں بیمار ہوں، (البصائر لحمد اللہ الداجوی ص ۱۲۹)

حالانکہ یہ توریہ ہے اور توریہ اسے کہتے ہیں کہ ایک لفظ کے دو معانی ہوں اور مخاطب کا ذہن نزدیک والے معانی کی طرف جائے اور متکلم کی مراد بعید معنی ہو جو واقعہ کے ساتھ مطابق ہو۔ یہاں پر ابراہیم علیہ السلام کا مطلب یہ ہے کہ میں تمہارے شرک سے بیمار ہوں۔

(مدارک ص ۲۴ ج ۴، معارف القرآن ص ۴۵۲ ج ۷، جواہر القرآن ص ۱۰۰۰ ج ۳)

حیلوں کی شرعی حیثیت؟

بحث کے اختتام پر حیلہ کی مذمت میں چند معروضات پیش کرتا ہوں ارشاد خداوندی ہے ان لوگوں کے بارے میں کہ ہفتے کے دن ان لوگوں پر مچھلیوں کا شکار ممنوع تھا، قدرت کا کرشمہ تھا کہ ہفتہ کے دن مچھلیاں بالکل ظاہر ہوتی تھیں بقیہ اور دنوں میں سمندر میں مچھلیاں ظاہر نہ ہوتی تھیں تو ان لوگوں نے چھوٹی چھوٹی نہریں بنائیں اور آنے کا راستہ بنایا تو جب مچھلیاں ان نہروں میں آجاتیں تو ان کو کنڈوں کے ذریعے سے شکار کرتے بہرحال ان مچھلیوں کو وہ لوگ اتوار کی شب میں شکار کرتے اور حیلہ اور بہانے بناتے کہ ہم نے تو ہفتہ کے دن شکار نہیں کیا ہے، یہ عمل ان میں سے ایک جماعت نے شروع کیا، اور دوسری جماعت نے ان کے رد میں تبلیغ شروع کی، اور تیسری جماعت نے سکوت اختیار کیا تو جب اللہ کا عذاب آیا تو حیلہ

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

کرنے والے تباہ ہو گئے اور بیان کرنے والوں کو اس سے خلاصی ملی، اور تیسری جماعت کے بارے میں حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں......

وسكت عن الساكتين لان الجزاء من جنس العمل فهم لايستحقون مدحًا فيمدحوا ولا ارتكبوا عظيما فيذموا.

(ابن کثیر ص ۲۵۷ ج ۲)

اللہ نے سکوت کیا ان سکوت کرنے والوں سے اسلئے کہ جزاء عمل جیسی ہوتی ہے تو یہ مدح کے حق دار نہیں کہ ان کی مدح کی جائے اور نہ ان لوگوں نے بڑا جرم کیا ہے کہ ان کی مذمت بیان کر دی جائے،

لیکن اس کے ساتھ ساتھ پھر بھی ائمہ کا اس میں اختلاف ہے کہ یہ ہلاک ہونے والوں میں سے ہیں یا خلاصی پانے والوں میں سے، لیکن بہر حال حیلہ کرنے والوں کا انجام تو تباہی ہی ہوا۔

اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ کے ساتھ اس واقعہ کا ذکر فرمایا ہے......

وَسْـَٔلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِىْ كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ اِذْيَعْدُوْنَ فِى السَّبْتِ اِذْتَاْتِيْهِمْ حِيْتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا وَّيَوْمَ لَايَسْبِتُوْنَ لَاتَاْتِيْهِمْ كَذٰلِكَ نَبْلُوْهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ۞ وَاِذْقَالَتْ اُمَّةٌ مِّنْهُمْ لِمَ تَعِظُوْنَ قَوْمَا نِ اللّٰهُ مُهْلِكُهُمْ اَوْمُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا قَالُوْا مَعْذِرَةً اِلٰى رَبِّكُمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ۞ فَلَمَّا نَسُوْا مَاذُكِّرُوْا بِهٖ اَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوْٓءِ وَاَخَذْنَا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا بِعَذَابٍ بَئِيْسٍ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ۞ فَلَمَّا

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

عَتَوْا عَنْ مَّا نُهُوْا عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خَاسِئِيْنَ ۝

(سورۃ الاعراف آیت ۱۶۳/۱۶۶)

اور آپ ان لوگوں سے اس بستی والوں کا جو دریائے شور کے قریب آباد تھے اس وقت کا حال پوچھئے جب کہ وہ ہفتہ کے بارے میں حد سے نکل رہے تھے جب کہ ہفتہ کے روز تو مچھلیاں ظاہر ہو کر ان کے سامنے آتی تھیں ۔ اور جب ہفتہ کا دن نہ ہوتا تو ان کے سامنے نہ آتی تھیں ہم ان کی اس طرح آزمائش کرتے تھے اس سبب سے کہ وہ نافرمانی کیا کرتے تھے، اور جب کہ ان میں سے ایک جماعت نے یوں کہا کہ تم ایسے لوگوں کو کیوں نصیحت کیے جاتے ہو جن کو اللہ تعالیٰ بالکل ہلاک کرنے والے ہیں یا ان کو سخت سزا دینے والے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ تمہارے رب کے روبرو عذر کرنے کیلئے اور اس لئے کہ شاید یہ ڈر جائیں، سو جب وہ اس امر کے تارک ہی رہے جو ان کو سمجھایا جاتا تھا تو ہم نے ان لوگوں کو بچالیا جو اس بری بات سے منع کیا کرتے ہیں اور ان لوگوں کو جو زیادتی کیا کرتے تھے ایک سخت عذاب میں پکڑ لیا، یعنی جب وہ جس کام سے ان کو منع کیا گیا تھا اس میں حد سے نکل گئے تو ہم نے ان کو کہہ دیا کہ تم بندر ذلیل بن جاؤ۔

مفسرین حضرات لکھتے ہیں کہ اس گاؤں کا نام ایلہ تھا اور کوہ طور اور مدین کے درمیان تھا اور یہ حضرت داؤد علیہ السلام کا زمانہ تھا۔

(تفسیر جواھر القرآن ص ۳۹۲ ج ۲ و موضح القرآن)

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

اس آیت کے مفہوم میں حیلہ کرنے والے بار بار غور وفکر کریں کہ حیلہ کرنے والوں کا انجام کیا ہوا۔

فسوف ترى اذاانكشف الغبار
أفرس تحت رجلك ام حمار

حضرت شیخ القرآن والحدیث علامہ محمد طاہر صاحبؒ اپنی کتاب "النشاط" میں جو اس موضوع پر بہترین کتاب ہے لکھتے ہیں......

الحيلة وهي مايتوصل به الى مقصود بطريق خفيّ وهي عند العلماء على اقسام بحسب المحامل عليها فان توصّل لها بطريق مباح الى ابطال حق او اثبات باطل فهي حرام او الىٰ اثبات حق اور فع باطل فهي واجبة او مستحبة وان توصّل لها بطريق مباح الى سلامة من وقوع في مكروه فهي مستحبة اومباحة اوالى ترك مندوب فهي مكروهة۔ (النشاط عن حيلة الاسقاط ص ۳)

حیلہ وہ چیز ہے جس سے مقصود تک پہنچا جاتا ہے خفیہ طریقہ سے اور یہ علماء کے ہاں چند اقسام پر ہے باعث کا اعتبار کرتے ہوئے ، اگر پہنچا جاتا ہو اس کے ذریعے سے مباح تک حق کے ابطال کے وقت یا باطل کو اثبات کرنے کیوقت تو یہ حیلہ حرام ہے اور اگر یہ حیلہ اثبات حق اور دفع باطل کیلئے کیا جاتا ہو تو پھر واجب اور مستحب ہے، اور اگر پہنچا جاتا ہو اس ذریعہ سے مباح کو اور مکروہ میں واقع ہونے سے سالم ہو تو یہ حیلہ مستحب یا مباح ہے، اور اگر اس کے ذریعے مستحب کا ترک لازم آتا ہو تو اس

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

وقت پھر مکروہ ہے۔

حضرت شیخ کی یہ کتاب اس موضوع پر کافی شافی ہے جیسا کہ کتاب کے نام سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے۔

شمس الائمہ السرخسیؒ لکھتے ہیں......

فالحاصل ان ما یتخلص به الرجل من الحرام اویتوصل به الی الحلال فهو حسن وانمایکره ذالک ان یحتال فی حق الرجل حتی یبطله اوفی باطل یتوهمه اوفی حق یدخل فیه شبهة فما کان علی هذاالسبیل فهومکروه وما کان علی السبیل الذی قلنا اوّلا فلابأس به لان الله تعالیٰ قال! وَتَعَاوَنُوا عَلَی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی وَلَاتَعَاوَنُوا عَلَی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ. (المبسوط للسرخسی ص۲۱۰ ج۳۰ بحوالہ النشاط ص۶، ص۷)

پس حاصل یہ ہے کہ ہر وہ چیز جس سے انسان اپنے آپ کو حرام سے بچائے یا اس کے ذریعہ حلال تک پہنچے تدبیروں میں سے تو یہ اچھا ہے، اور یقیناً یہ مکروہ ہے کہ انسان کے حق میں حیلہ کیا جائے یہاں تک اس کے حق کو باطل کیا جائے، یا باطل میں اس کو مشتبہ کر دیا جائے، یا کسی حق میں شبہ داخل کرنا، اور جوان مذکورہ طریقہ پر ہو وہ مکروہ ہے، اور جو اس طریقہ پر ہو جو ہم نے پہلے ذکر کیا تو اس میں کوئی حرج نہیں، اسلئے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں ایک دوسرے کا تعاون کرو نیکی اور تقویٰ میں، اور ایک دوسرے کا تعاون مت کرو گناہ اور زیادتی پر۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

مذکورہ بیان سے یہ بات واضح ہوگئی کہ مروجہ حیلہ بہت سارے مفاسد پر مشتمل ہے۔تو مکروہ اور ممنوع ہے اور اس میں شمولیت تعاون علی الاثم والعدوان ہے۔

علامہ سھل تستریؒ اس آیت کا کیا ہی اچھا ترجمہ کرتے ہیں......

ان البر الایمان (والتقویٰ) السنّه (والاثم) الکفر (والعدوان) البدعة۔ (تفسیر روح المعانی ص۶۷ ج۶)

یقیناً ''بر'' کا معنی ایمان، اور تقویٰ کا معنی سنت اور اثم کا معنی کفر، اور عدوان کا معنی بدعت ہے۔

بعض حضرات حیلوں کے ثبوت کیلئے امام محمدؒ پر جو مذہب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے ناقل ہیں الزام لگاتے ہیں کہ اس نے کتاب الحیل لکھی ہے حالانکہ یہ بات صحیح نہیں ہے۔

علامہ عبدالقادر القرشی المتوفی (۵۷۷ھ) لکھتے ہیں......

قال ابو سلیمانؒ کذبوا علی محمد لیس له کتاب الحیل انما کتاب الحیل للوراق. (الجواہر المضیئۃ ص۲۰۸ ج۲)

''ابو سلیمانؒ فرماتے ہیں کہ حیلہ گروں نے جھوٹ بولا ہے امام محمدؒ پر، اس لئے کہ کتاب الحیل ان کی نہیں ہے بلکہ کتاب الحیل ورّاق کی ہے۔

حضرت شیخ فرماتے ہیں......

''انما ھو ابو سلیمان الجوزجانی لا الجرجانی'' (النشاط عن حیلۃ الاسقاط ص۱۱)

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

"کہ ابوسلیمانؒ سے مراد جوز جانیؒ ہے نہ کہ جرجانیؒ"۔

غم زدہ کے لئے کھانے پینے کا انتظام:

جب کسی مسلمان پر غم اور مصیبت آئے اور کسی کا انتقال ہو جائے تو سنت طریقہ یہ ہے کہ رشتہ داروں اور پڑوسیوں کو چاہئیے کہ میت کے گھر والوں کیلئے کھانے کا بندوبست کریں جیسا کہ محدثین کرامؒ باب باندھتے ہیں کہ جب موتہ کی جنگ میں نبی ﷺ کے چچازاد بھائی جعفر بن ابی طالبؓ شہید ہوئے اور جبرائیل امین اطلاع لیکر آئے تو نبی ﷺ کے چہرے مبارک پر غم کے اثرات ظاہر ہوئے تو نبی ﷺ نے اس کے بعد فرمایا تھا کہ جعفر کے گھر والوں کیلئے کھانا تیار کرو۔

جیسا کہ امام ترمذیؒ نے باب باندھا ہے......

باب ماجاء فی الطعام یصنع لاھل المیّت:

عن عبداللہ بن جعفرؓ قال لما جاء نعی جعفر قال النبی ﷺ اصنعوا لآل جعفر طعاما فانه قدجاء هم مایشغلهم.

(ترمذی ص ۱۵۱ ج ۱ فی ابی داؤد فانه قداتاهم مایشغلهم ص ۲۴۷ ج ۲ الجنائز،،مشکوٰۃ ص ۱۵۱ ج ۱ ابن ماجۃ ص ۱۱۶)

یہ باب ہے ان کھانے کے بیان میں جو اہل میت کیلئے تیار کیا جاتا ہے عبداللہ بن جعفرؓ کہتے ہیں کہ جب حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر آئی تو نبی ﷺ نے فرمایا جعفر کے گھر والوں کیلئے کھانا تیار کرو اسلئے کہ ان کو وہ مصیبت پہنچی ہے جو ان کو کھانا پکانے سے باز رکھے گی، اور اسی طرح ابوداؤدؒ کی روایت میں ہے۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

اس حدیث کے تحت محدثین عظام اور فقہاء کرام لکھتے ہیں کہ رشتہ داروں اور پڑوسیوں کو چاہیئے کہ غم زدہ لوگوں کیلئے کھانے پینے کا بندوبست اور انتظام کریں۔

فقہاء کی عبارات یہ ہیں......

دل علی انه یستحب للاقارب و الجیران تهیة طعام لاهل المیت. (مرقاۃ ص۹۶ ج۴، حاشیہ الترمذی ص۱۵۱، العرف الشذی ص۳۴۴ مدخل ص۲۸۸ ج۳، مجالس الابرار ص۳۴۴)

یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ رشتہ داروں اور پڑوسیوں کیلئے مستحب ہے میت کے گھر والوں کے لئے کھانا تیار کرنا۔

علامہ ابن الھمامؒ لکھتے ہیں......

ویستحب لجیران اهل المیت و الاقرباء الاباعد تهیةطعام لهم یشبعهم یومهم ولیلتهم لقوله علیہ السلام اصنعوا لآل جعفر طعاما فقدجاء هم مایشغلهم (حسنه الترمذی وصححه الحاکم) و لانه بر معروف ویلح علیهم فی الاکل لان الحزن یمنعهم عن ذلک فیضعفون.

(فتح القدیر ص۴۷۳ ج۱)

''مستحب ہے میت کے دور رشتہ داروں اور پڑوسیوں کیلئے کہ وہ کھانا تیار کریں میت کے گھر والوں کیلیے کہ پیٹ بھرے ان کا ایک رات اور دن اس لئے کہ نبی علیہ السلام کا ارشاد ہے جعفر کے گھر والوں کیلئے کھانا تیار کرو اس لئے کہ ان کو وہ مصیبت پہنچی ہے جو ان کو کھانا پکانے سے باز رکھے گی۔ (اس حدیث کو ترمذی نے حسن اور

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

حاکم نے صحیح کہا ہے) اور یہ نیکی اور احسان ہے اور اصرار کیا جائے گا ان کو کھانا کھلانے میں کہ غم منع کرے گا ان کو کھانا کھانے سے تو یہ کمزور ہو جائینگے۔

حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ لکھتے ہیں......

والمراد طعام يشبعهم يومهم وليلتهم فان الغالب ان الحزن الشاغل عن تناول الطعام لا يستمر اكثر من يوم وقيل يحمل لهم طعام الى ثلثة ايام مدة التعزية. (بذل المجهود ص ج۵ كتاب الجنائز)

مراد یہ ہے کہ ایسا کھانا ہو جو ان کو سیر کر دے ایک رات اور دن اس لئے کہ عام طور پر جو کہ غم مشغول کرنے والا ہے کھانا کھانے سے وہ ایک دن سے زیادہ نہیں رہتا، اور بعض نے کہا کہ کھانا لے جایا جائے تین دن تعزیت کی مدت تک۔

مذکورہ بیان سے یہ بات واضح ہوگئی کہ غم زدہ لوگوں کیلئے کھانا تیار کرنا یہ ایک مسنون طریقہ ہے لیکن افسوس صد افسوس کہ اس جہالت کے دور میں معاملہ الٹ ہو گیا۔ کہ جب کسی کے ہاں میت ہوتی ہے تو میت کے گھر والے لوگوں کو بلاتے ہیں اور ان کے لئے با قاعدہ جانور ذبح کرتے ہیں اور کھانا تیار کرتے ہیں اور اس عمل کو ضروری سمجھا جاتا ہے میت کی تجہیز و تکفین کی طرح بسا اوقات میت کی قبر کے تیار ہونے کے باوجود میت کو رکھے ہوئے ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ابھی تک کھانا تیار نہیں ہوا، اور جو لوگ کسی وجہ سے کھانا نہ کھائیں تو راستوں میں ان کو روٹیوں میں بوٹیاں لپیٹ کر دیتے ہیں۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ بعض مولوی اس کو صدقہ کہتے ہیں اگرچہ یتیم اور غائب اور مشترکہ مال سے ہو اور غم کے دنوں میں ہو اور اگر حق کہنے والوں کی طرف

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

سے اس پر انکار کیا جائے اور سنت طریقہ کی تلقین کی جائے تو ان پر الزام لگاتے ہیں کہ یہ لوگ خیرات اور صدقات کے منکر ہیں، والی اللّٰہ المشتکی وھو المستعان.

میت کے گھر پر کھانا پکانے کی ممانعت:

چاہے پہلے دن کا کھانا ہو یا تیسرے دن (تیجہ) کا یا جمعہ کا کھانا جائز نہیں جیسا (سنن ابن ماجہ میں واضح باب باندھا گیا ہے......

باب ماجاء فی النھی عن الاجتماع الی اھل المیّت و صنعۃ الطعام.

یہ باب ہے منع کرنے کے بیان میں اجتماع کو میت کے گھر والوں کے ہاں اور منع کرنے میں کھانا تیار کرنے سے۔

حضرت جریر بن عبداللّٰہ المتوفی (۵۱ھ) فرماتے ہیں......

کنانری الاجتماع الی اھل المیت و صنعۃ الطعام من النیاحۃ،

(ابن ماجہ ص ۱۱۷، وکذا فی المرقاۃ ص ۹۶ وامداد المفتیین ص ۷۸، وقال فی التبیان ص ۱۷۱، وکذا فی المستدرک ص ۲۳۴)

ہم (حضرات صحابہ کرام) میت کے گھر جمع ہونے کو اور میت کے گھر کھانا تیار کرنے کو نوحہ سمجھتے تھے۔

یہ حدیث ایک قاعدہ کلیہ ہے اور صحابہ کرام کا اس بات پر اجماع ہے جیسا کہ اس حدیث کے معنی و مفہوم سے پتہ چلتا ہے۔

صاحب العرف الشذیؒ اس حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں......

"وسندھا قوی" (العرف الشذی ص ۳۴۵) کہ اس روایت کی سند قوی ہے۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

امام ابن ہمامؒ اور اسی طرح علامہ شامیؒ اور بہت سارے علماء نے اس طرح کھانا تیار کرنے کو قبیح بدعت قرار دیا ہے وضاحت کیلئے چند حوالے لکھ کر اس پر اکتفاء کرتا ہوں۔

حافظ ابن ہمامؒ لکھتے ہیں……

ویکرہ اتخاذ الضیافة من الطعام لانه شرع فی السرور لافی الشرور وھی بدعة مستقبحة روی الامام احمد و ابن ماجه باسناد صحیح عن جریر بن عبداللّٰہ الحدیث.

(فتح القدیر ص ۴۷۳، ج ۱، و کذافی ص ۴۷۱، ج ۵، وفی الشامی ص ۶۶۴ ج ۱ نقلا عن فتح القدیر، و کذافی امداد المفتین ص ۸۸)

میت کے گھر کھانا تیار کرنا مکروہ ہے کیونکہ کھانا تو خوشی کے موقع پر دیا جاتا ہے نہ کہ غمی میں، اور نہایت ہی بڑی اور قبیح بدعت ہے۔ امام احمد اور ابن ماجہ نے صحیح سند کے ساتھ جریر بن عبداللہ کی وہ روایت نقل کی ہے…… الخ

علامہ ابن عابدین شامیؒ فتاویٰ بزازیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں……

ویکرہ اتخاذ الطعام فی الیوم الاول و الثالث و بعد الاسبوع ونقل الطعام الی القبر فی المواسم و اتخاذ الدعوة لقرأة القرآن و جمع الصلحاء و القراء للختم اولقراء ة سورة الانعام او الاخلاص فالحاصل ان اتخاذ الطعام عند قراء ة القرآن لاجل الاکل یکرہ.

(بزازیہ علی ہامش الھندیہ ص ۸۱ ج ۴ وکذا فی الشامی ص ۶۶۴ ج ۱)

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

اور مکروہ ہے کھانا تیار کرنا پہلے اور تیسرے دن اور اسی طرح ہفتہ کے بعد اور عیدوں کے موقع پر بھی اور اسی طرح موسم بموسم قبروں کی طرف طعام لے جانا بھی مکروہ ہے اور قرأت قرآن کیلئے صلحاء اور قراء کو جمع کر کے ختم قرآن (قرآن خوانی) کیلئے دعوت کرنا بھی مکروہ ہے وعلی ھذا القیاس سورۃ انعام یا سورۃ اخلاص کی قرأت کے وقت کھانا تیار کرنا مکروہ ہے۔

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ فرماتے ہیں......

اگر کھانا اہل میت نے ایسے لوگوں کے واسطے تیار کیا ہو جو نوحہ کناں ہیں۔ تا کہ ان کو کھلا دیں تو حدیث میں آیا ہے کہ یہ نوحہ میں داخل ہے۔ لہٰذا یہ حرام ہے اور اگر دوسرے لوگ میت والے کو کھانا کھلا دیں تا کہ کھانے کے بعد اس کا غم کم ہو تو درست ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۵۰)

اسی طرح مولانا موصوفؒ دوسرے مقام پر فرماتے ہیں......

مقرر کردن روز سوم وغیرہ بالتخصیص واورا ضروری داشتن در شریعت محمدیہ ثابت نیست صاحب نصاب الاحتساب آنرا مکروہ نوشتہ رسم وراہ تخصیص بگزارند وہر روزیکہ خواہند ثواب بر روح میّت بزسانند.

(فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۱۸ وکذا فی ص ۱۲۱، وکذا فی اصلی حنفیت ص ۱۴ مصنفہ مولانا احمد علی لاہوریؒ)

مقرر کرنا تیسرے دن (تیجہ) وغیرہ کو تخصیص کیساتھ اور اس کو ضروری جاننا شریعت محمدی میں ثابت نہیں صاحب نصاب الاحتساب نے اس کو مکروہ لکھا ہے البتہ

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

رسم اور تخصیص کے راستے کو چھوڑ دے اور ہر دن جب چاہے میت کی روح کیلئے ایصال ثواب کرے۔

علامہ ابن امیر الحاج مالکیؒ (المتوفی ۷۳۷ھ) لکھتے ہیں......

اما اصلاح اهل الميّت طعامًا و جمع النّاس فلم ينقل فيه شی وهو بدعة غير مستحب. (المدخل طبع مصر ص ۲۸۸ ج ۳)

بہر حال اہل میت کا کھانا تیار کرنا اور لوگوں کا جمع ہونا کھانے کیلئے اس میں کوئی چیز (قرآن وحدیث) سے منقول نہیں ہے بلکہ یہ بدعت ہے مستحب نہیں ہے۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ بریقہ کے حوالے سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

واقبح البدع عشرة وعدّمنها طعام الميّت و ايقاد الشموع على المقابر، والبناء على القبر، وتزينه و البيتوتة عنده، والتغنی، والسماع واتخاذ الطعام للرقص واجتماع النساء لزيارة القبور

(البريقة شرح طريقةمحمدية ۱۲۲) وكذافی امداد المفتين ص ۶۵)

اور قبیح تر بدعات میں سے دس بدعات ہیں اور شمار کیا ہے اس میں سے میت کا کھانا کھلانا، اور چراغ جلانا قبروں پر، اور آبادی کرنا قبروں پر، اور مزین کرنا قبروں کو، اور رات گزارنا قبروں کے پاس، اور تغنی، اور سماع (قوالی کرنا) اور کھانا تیار کرنا ناچنے کیلئے، اور عورتوں کا جمع ہونا قبروں کی زیارت کے لئے۔

جناب مفتی صاحب ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں......

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

سوال:...... گاؤں والوں کے لئے کھانا تیار کرنا کہ جب وہ دفن سے فارغ ہو جائیں تو کھانا کھالیں اور اگر ایسا نہ کریں تو پھر یہ میّت والوں کیلئے شرم کا سبب بنتا ہے؟

الجواب:...... یہ رسم بالکل بدعت و ناجائز ہے اور علاوہ بدعت ہونے کے اسراف محض ہونے کی وجہ سے بھی حرام ہے۔ نیز اسلئے بھی کہ موجودہ زمانہ میں مسلمانوں کی حالت اس کو مقتضی ہے کہ اپنے پیسے پیسے کو احتیاط سے خرچ کریں۔ قرض لینے سے بچیں اور اس رسم کے ہوتے ہوئے قرض سے بچنا ناممکن ہے۔

(امداد المفتین ص ۷۸)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے......

"ولا یباح اتخاذ الطعام ثلاثۃ ایام"

(عالمگیری ج ۱ ص ۱۶۷)

تین دن تک میت کے گھر میں کھانا تیار کرنا مباح نہیں۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ ابوداؤد کی شرح میں لکھتے ہیں......

واصطناعہ من بعید او قریب للنائحات شدید التحریم لانہ اعانۃ علی المعصیۃ واصطناع اھل المیت لاجل اجتماع الناس علیہ بدعۃ مکروھۃ بل صح عن جریر کنا نعدّہ من النیاحۃ وھو ظاھر فی التحریم قال الغزالی، ویکرہ الاکل منہ، قلت وھذا اذا لم یکن من مال الیتیم او الغائب والا فھو حرام انتھی ماقالہ القاریؒ۔

(بذل المجھود صفحہ ۱۸۹ مرقات ص ۹۶ ج ۴ وکذافی ھامش المشکوٰۃ ص ۱۵۱ ج ۱)

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

اور کھانا تیار کرنا دور یا نزدیک کے نوحہ کرنے والوں کے لئے سخت حرام ہے اس لئے کہ یہ گناہ پر تعاون ہے اور کھانا تیار کرنا اہل میّت کا میت پر جمع ہونے والے لوگوں کیلئے بری بدعت ہے بلکہ صحیح حدیث میں جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ہم اس کھانا تیار کرنے کو نوحہ سمجھتے تھے، اور یہ حدیث اس کی حرمت پر ظاہر ہے۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ اس سے کچھ کھانا مکروہ ہے ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ یہ اس وقت ہے جب یہ کھانا یتیم اور غائب کے مال سے نہ ہو ورنہ پھر اس کا کھانا حرام ہوگا۔ اور اسی طرح شیخ الحدیث مولانا عبدالسلام صاحب نے بھی اپنی کتاب میں لکھا ہے۔

(تبیان ص ۱۷۱)

صاحب مظاہر حق لکھتے ہیں......

چہلم و سہ ماہی و برسی سب رسوم حرام ہیں (مظاہر حق ص ۲۲ ج ۱)

صاحب سفر السعادۃ لکھتے ہیں......"طعام اهل الميّت بدعة"

(سفر السعادة ص ۷۳)

میت کے گھر کھانا تیار کرنا بدعت ہے۔

جناب مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ فتح القدیر اور بزازیہ کی عبارات نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں......

تیجہ، دسواں، چالیسواں سب ممنوع اور بدعت ہیں۔ (عزیز الفتاوی ص ۱۰۸)

اسی طرح میت کے ایصال ثواب کے متعلق لکھتے ہیں......

ایصال ثواب بروح بزرگان و عام مؤمنین امر خیر و موجب اجر ہے مگر اپنی

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

طرف سے قیود و تاریخ سوئم، ودھم، وچہلم و یازدہم، فاتحہ وغیرہ نہ لگائیں۔

(عزیز الفتاویٰ ص ۹۸، طبع دارالاشاعت)

حاصل یہ ہے کہ میّت والوں کی طرف سے پہلے دن کھانا تیار کرنا اور لوگوں کو کھلانا ممنوع، حرام اور ناجائز ہے اور غم کے دنوں کے علاوہ اپنی طرف سے قید لگانا اور تخصیص کرنا ممنوع اور بدعت ہے۔

حضرت مولانا حکیم الامت اشرف علی تھانوی صاحبؒ لکھتے ہیں......

ششم، اکثر جگہ دستور ہے کہ کچھ معین تاریخوں میں یا ان کے قریب آگے پیچھے کچھ کھانا پکا کر برادری میں تقسیم ہوتا ہے اور کچھ مساکین کو کھلاتے ہیں، اور اس کا ثواب مردے کو بخشتے ہیں۔ اس میں وہی قصہ ریاء و تفاخر کا ہے اور اتباع رسم کی وجہ سے اس کی ایسی پابندی ہے کہ بعض اوقات قرض لے کر کرتے ہیں اور اگر کوئی ان سے کہے کہ جتنے دام اس میں صرف کرتے ہو وہ دام خفیہ طور پر دے دو تو یہ ہرگز گوارا نہ ہو اور یہی خیال کریں گے کہ واہ اس قدر خرچ بھی کیا اور کسی کو اطلاع بھی نہ ہوئی اور اکثر ترکہ مشترکہ میں یہ رسم ادا کی جاتی ہے جس کا ممنوع ہونا ابھی بیان ہو چکا ہے، اس کے علاوہ اس میں برادری کا کیا حق ہے۔ غیر مستحقین کو دینا یہ بھی اضاعت مال ہے جس کی ممانعت قرآن وحدیث میں موجود ہے۔ اس قدر مفاسد اس تقسیم طعام میں مجتمع ہیں۔ اس لئے یہ بھی واجب الترک ہے۔

بعض لوگ کہتے ہیں پھر ایصال ثواب کس طرح کریں؟ جواب یہ ہے کہ جس طرح سلف صالحین کرتے تھے بلا تقیید و تخصیص اپنی ہمت کے موافق حلال مال

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

سے مساکین کی خفیہ مدد کریں اور جو کچھ توفیق ہو بطور خود قرآن وغیرہ ختم کر کے اس کا ثواب پہنچادیں۔ (اصلاح الرسوم ص ۱۴۲ طبع دارالاشاعت کراچی)

ہندوؤں کے ایصال ثواب کے طریقے:

اکثر یہ بدعات اور مصنوعی خیر خیرات اور ایصال ثواب اور صدقات کے غیر مشروع طریقے ہندوؤں سے مسلمانوں میں آئے ہیں اور مشہور ہوئے ہیں جیسا کہ علامہ بیرونیؒ اور مولانا عبیداللہ صاحبؒ اور مولانا ابوالخیر کی تحقیق سے معلوم ہوتا ہے ان کی عبارات ناظرین کرام کی خدمت میں پیش کی جاتے ہیں۔

علامہ بیرونیؒ (متوفی ۴۴۰ھ) لکھتے ہیں......

واما الزم للوارث اقامته من حقوق الميّت فى السنة الاولىٰ فهو ستّة عشرة. ضيافة يطعم فيها ويتصدق منها كل واحد من اليوم الحادى عشرة والخامس عشر من يوم موته والتى فى سادس الشهور منها مزيّة على غيرها فى الكثرة والجودة......واما شهر پوش فانهم يكثرون فى اكثر ايامه من پهول وهو طعام حلو يتخذ ونه.

(کتاب الہند ص ۲۸۲ طبع یورپ، وکذا فی ملاجی نامردہ نیلس ص ۸)

اور وہ جو لازم ہے میت کے ورثاء پر پورا کرنا میت کے حقوق میں سے پہلے سال میں پس وہ سولہ ہیں (۱) ایسی ضیافت کہ کھانا کھلایا جائے اس میں اور صدقہ دیا جائے اس سے یوم وفات سے گیارہویں اور پندرہویں دن اور جو چھٹے مہینہ میں ہو وہ زیادہ ہوگا اوروں پر کثرت اور اچھا ہونے میں، اور پوش کے مہینہ کے اکثر دنوں

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

میں پھول دیتے ہیں جو ایک قسم حلوہ ہے جس کو وہ پکاتے تھے۔

مولانا عبید اللہ سندھیؒ جن کا تعلق پہلے ہندو مذہب سے تھا اور پھر ۱۳۰۱ھ میں مشرف با اسلام ہوئے جیسا کہ طبقات المفسرین کے ص ۳۶۳ میں شیخ القرآن محمد طاہرؒ نے لکھا ہے تو ان کو ہندوؤں کے رسوم خوب معلوم ہیں جیسا کہ مشہور مقولہ ہے "صاحب البیت ادری بمافی بیتہٖ" یعنی گھر کا مالک گھر کے حالات سے زیادہ واقف ہوتا ہے۔

مولانا عبید اللہ سندھیؒ لکھتے ہیں......

ثواب پہنچانا ان (ہندوؤں) کے نزدیک اگرچہ ہر روز درست ہے مگر بعض دن مقرر کرنے ضروری جانتے ہیں۔ چنانچہ ایک دن واسطے کریا کرم مقرر ہے اور مہابرہمن وہ برہمن ہے کہ مردوں کے نام کا صدقہ ان کو دیتے ہیں، من جملہ ان میں سے ایک چھ ماہی کا دن بھی ہے (یعنی مرنے کے چھ مہینے بعد) اور من جملہ ان میں سے برسی کا دن ہے۔ اور اس دن گائے کو بھی کھانا کھلاتے ہیں......الخ

(تحفۃ الھند ص ۸۵، وکذا فی ملا جی کا مردہ نیکس ص ۱۱، ص ۱۲ انقلا عن تحفۃ الھند)

مولانا ابوالخیر اسدی ایک سوال کے جواب میں جو عبید اللہ سندھیؒ سے منقول ہے لکھتے ہیں ......اگر ہندو ہم پر اعتراض کریں کہ ایسی باتیں (جو ہم کرتے ہیں) تمہارے مسلمان اور مولوی بھی تو کرتے ہیں؟ تو ان کے جواب میں لکھتے ہیں ہمارے دین میں اور دین والوں کے رئیس (RAICE) ان باتوں میں منع ہے جن کی اصل ہمارے دین میں کچھ نہ ہو۔ اور ان کی خصوصیات میں سے ہو اور جو مولوی ایسا کرتے ہیں وہ

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

دو چار پیسے پر اپنا تقویٰ بیچ دیتے ہیں۔ (ملا جی کا مردہ ٹیکس ص ۱۴، ص ۸۲، ص ۸۸ تحفۃ الھند)

مذکورہ حوالوں پر اسلام سے محبت رکھنے والے حضرات غور کریں کہ غیر کی رسموں کی پیروی آج اہل اسلام میں داخل ہو چکی ہیں اور ان وعیدوں پر بھی غور فکر کرنا چاہئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

"من تشبہ بقوم فھو منھم"

جس نے کسی قوم کی سی صورت اختیار کی وہ اسی قوم میں سے ہے۔

(رواہ احمد و ابوداؤد عن ابن عمر کذا فی المشکوۃ ص ۳۷۵ ج ۲)

عاصم بن کلیب کی روایت سے میّت کے گھر سے طعام کھانے پر استدلال اور اس کے جوابات:

بعض لوگ جن کو احادیث کی پوری کتابوں پر دسترس حاصل نہیں ہوتی وہ میت کے گھر سے طعام کھانے کے جواز میں عاصم بن کلیب کی روایت سے استدلال کرتے ہیں جس کو صاحب مشکوٰۃ نے ذکر کیا ہے حالانکہ اس میں تھوڑی سی غلطی کسی کاتب سے آئی ہے پھر اس کے بعد بہت سارے حضرات کا قلم یہاں پھسل گیا ہے اور پیٹ کے عاشقوں کے لئے ایک ثبوت بن گیا ہے۔ میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے پہلے اس حدیث کو ترجمہ کے ساتھ ذکر کرتا ہوں اور پھر حضرات مشائخ کے ارشادات کی روشنی میں اس کے جوابات ذکر کرتا ہوں حدیث یہ ہیں……

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

عن عاصم بن كليب عن ابيه عن رجل من الانصار ،قال خرجنا مع رسول الله ﷺ فی جنازة فرأيت رسول الله ﷺ وهو على القبر يوصى الحافر يقول اوسع من قبل رجليه اوسع من قبل رأسه فلما رجع استقبله داعی امرأته فاجاب ونحن معه فجيئ بالطعام فوضع يده ثم وضع القوم فاكلوا فنظرنا الى رسول الله ﷺ يلوك لقمة في فمه ثم قال اجدلحم شاة اخذت بغير اذن اهلها فارسلت المرأة تقول يارسول الله انی ارسلت الى النقيع .وهو موضع يباع فيه الغنم. يشترى لی شاة فلم توجد فارسلت الى جارلی قداشترى شاة ان يرسل بها الی بثمنها فلم يوجد فارسلت الى امرأته فارسلت الى بها فقال رسول الله ﷺ اطعمی هذا الطعام الأسرٰی .

(رواہ ابوداؤد والبیہقی فی دلائل النبوۃ، مشکوٰۃ المصابیح ص ۵۴۴ ج ۲ المعجزات)

عاصم بن کلیب رحمہ اللہ اپنے والد سے اور وہ ایک انصاری شخص سے روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ ایک جنازہ کی نماز کو گئے پھر میں نے دیکھا کہ نبی ﷺ قبر کے پاس تشریف فرما ہیں اور قبر کھودنے والے کو ہدایت دے رہے ہیں فرمارہے ہیں پاؤں کی طرف سے قبر کو کشادہ کرو اور سر کی جانب سے کشادہ کرو تو جب آپ لوٹ آئے تو میّت کی بیوی کی طرف سے ایک شخص حضور ﷺ کی دعوت کرنے آیا آپ نے دعوت کو قبول فرمایا اور ہم آپکے ساتھ ہو لئے پس کھانا لایا گیا۔ آپ ﷺ نے کھانے کی طرف ہاتھ بڑھایا اور دوسرے لوگوں نے بھی پھر سب نے

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

کھانا شروع کیا پس ہم نے دیکھا کہ حضور ﷺ اپنے منہ میں لقمہ کو چبار ہے ہیں۔ یعنی نگل نہیں رہے، اس کے بعد آپ نے فرمایا میں اس گوشت کو ایسی بکری کا پاتا ہوں جس کو اس کے مالک کی اجازت کے بغیر لیا گیا ہے' گھر کی مالکہ نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک آدمی بھیج کر کہلوادیا کہ یارسول اللہ! میں نے نقیع نامی جانور کی منڈی میں ایک آدمی کو بکری خریدنے کیلئے بھیجا پس اس نے وہاں نہ پائی تو میں نے اس کو اپنے ایک پڑوسی کے پاس بھیجا جس نے ایک بکری خریدی تھی اور یہ کہلوایا کہ جس قیمت پر اس نے بکری خریدی ہے اس قیمت پر اس کو وہ میرے ہاتھ فروخت کردے لیکن وہ ہمسایہ بھی اپنے گھر نہ ملا پھر میں نے اپنے ہمسایہ کی بیوی کے پاس آدمی بھیجا، اس نے بکری میرے پاس بھیج دی۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ سن کر فرمایا یہ کھانا قیدیوں کو کھلا دو۔

استدلال:......اس حدیث سے اس طرح دلیل پکڑتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے جب ایک میت کو دفن کیا اور اس سے فارغ ہوئے تو" استقبله داعی امرأته" میت کی بیوی کا ایک قاصد آنحضرت ﷺ کو کھانے کی دعوت دینے آیا۔ یہاں "امرأته" کے لفظ میں مضاف الیہ "ہ" ضمیر میت کی طرف راجع ہے جیسا کہ ملا علی قاریؒ نے ذکر کیا ہے "مرقات" میں اس کے جوابات یہ ہیں......

اوّل:......عاصم بن کلیب کی روایت حجت نہیں بن سکتی جب وہ کسی روایت میں منفرد ہو۔ ابن المدینیؒ فرماتے ہیں......قال ابن المدینی لا یحتج به

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

بِمانفردبه (میزان الاعتدال) (ص۳۵٦ ج۲، بذل المجہود ص۴ ج۲)

ابن المدینی فرماتے ہیں کہ حجت نہیں بن سکتی وہ حدیث جس میں وہ منفرد ہو۔

دوم:......صاحب مشکوٰۃ نے بیہقی اور ابوداؤد کا حوالہ دیا ہے اور ان میں داعی امرأۃ ہے ضمیر موجود نہیں ہے تو اصل کا اعتبار ہوگا جس کا حوالہ دیا گیا ہے۔

جیسا کہ حضرت مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں......

مشکوٰۃ ناقل ہے ابوداؤد سے لہذا بوقت تعارض ابوداؤد کی ہی عبارت کا اعتبار ہوگا پس استدلال کی بناء منہدم ہوگئی۔ (احسن الفتاویٰ ص۱۳۱)

تو اس سے پتہ چلتا ہے کہ کسی کاتب سے غلطی ہوئی ہے کہ ضمیر کو زیادہ کیا ہے۔

سوم:......یہ ہے کہ احادیث کی متعدد کتابوں میں یہی روایت عاصم بن کلیب سے منقول ہے لیکن اس میں " ہٗ "کی ضمیر نہیں ہے۔ وہ کتابیں ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

(ابوداؤد ص۴۷۳، عون المعبود ج۳ ص۲۴۹، بذل المجہود ج۵ ص۲۳۹ طبع قاسمیہ ملتان، سنن الکبریٰ للبیہقی ج٦ ص۵۴۵، مسند الامام احمدؒ ج۵ ص۲۹۷ طبع بیروت ۱۴۵٦ھ خصائص الکبریٰ ج۲ ص۱۰۲، المستدرک للحاکم ج۴ ص۲۳۴، المحلی لابن حزم المتوفی ج۷ ص۴۱۵ طبع مصر، حاشیہ الھدایہ ج۳ ص۷۷۴، الدرایۃ علی ھامش الھدایۃ ج۳ ص۷۷۴ کتاب الغصب حکایۃ الصحابۃ من فضائل الاعمال ص۵۵، وراجع الی ص۱۳۱ احسن الفتاویٰ والمنہاج الواضح ص۲۷۰ والتبیان ص۲۷ او ھامش المرقاۃ ج۱۱ ص۲۲۳)

چہارم:......یہ ہے کہ امام ابوجعفر الطحاویؒ جب اس روایت کو ذکر کرتے ہیں تو وہ لکھتے ہیں کہ یہ دعوت ایک قریشی عورت نے کی تھی جیسا کہ وہ اپنے سند سے ذکر کرتے ہیں کہ زہیر بن معاویہ فرماتے ہیں......

MAKTABA TUL ISHAAT.COM -مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

حدثنا عن عاصم بن کلیب عن ابیه عن رجل من الانصار انه کان مع رسول اللّٰه ﷺ فی جنازة فلقیه رسول امرأة من قریش یدعوه الی طعام الحدیث. (شرح معانی الاثار ج ۲ ص ۳۵۲ باب اکل لحوم الحمر الاهلیة)

ہمیں یہ حدیث بیان کی ہے عاصم بن کلیب کے بیٹے نے اپنے والد سے اس نے ایک انصاری سے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے ایک جنازہ میں بس ملاقات کی اس کے ساتھ ایک عورت کے قاصد نے جو قریش میں سے تھی جو ان کو بلا رہے تھے کھانے کیلئے۔

جب وہ عورت قریش میں سے تھی تو اس میں میت کی بیوی کا ذکر کہاں سے آیا؟

پنجم:......جواب یہ ہے کہ امام محمدؒ اور امام ابوحنیفہؒ بھی عاصم بن کلیب عن ابیہ کی روایت میں فرماتے ہیں......

قال ابو حنیفة عن عاصم بن کلیب عن رجل من اصحاب رسول اللّٰه ﷺ قال صنع رجل من اصحاب رسول اللّٰه ﷺ طعاماً للنبی ﷺ وقمنامعه. الحدیث. (جامع المسانید ج ۲ ص ۶۹، وکذا فی کتاب الآثار ص ۱۲۵ للامام محمدؒ)

فرمایا امام ابوحنیفہؒ نے اور وہ روایت کرتے ہیں عاصم بن کلیب سے اور وہ ایک آدمی سے جو نبی ﷺ کے اصحاب میں سے تھا کہ اس نے کہا کہ تیار کیا تھا ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ کیلئے کھانا اور ہم بھی اس کے ساتھ چلے۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

ایک تطبیق

یہ ایک روایت ہے اس میں رسول اللہ ﷺ کیلئے دعوت کا ذکر ہے جنازہ سے واپس تشریف لانے کے بعد، اس میں امام ابوحنیفہؒ متوفی ۱۵۰ھ فرماتے ہیں کہ دعوت کرنے والا مرد تھا، اور بہت سارے محدثین اور امام ابوداؤد متوفی ۲۷۵ھ فرماتے ہیں کہ یہ ایک عورت تھی، اور امام ابوجعفر الطحاویؒ المتوفی ۳۲۱ھ فرماتے ہیں کہ دعوت کرنے والی ایک قریشی عورت تھی، پھر شیخ ولی الدین التبریزیؒ صاحب المشکوٰۃ جو ۷۳۷ھ میں مشکوٰۃ شریف کی تصنیف سے فارغ ہوئے وہ ذکر کرتے ہیں کہ دعوت کرنے والی عورت امیت کی بیوی تھی ضمیر کی زیادتی کے ساتھ اور اسی طرح ملا قاریؒ المتوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں کہ ای امرأة المیّت یعنی دعوت کرنے والی میت کی بیوی تھی۔ اب ان مختلف اقوال کی تطبیق اس طرح ہے۔

یعنی یہ تغیر گیارہویں صدی سے شروع ہوا اور اس تغیر سے خیر خیرات کھانے والے کو موقع ہاتھ آیا۔ حالانکہ میت کا اور میت کی ضمیر کا اصل حدیث میں کوئی وجود نہیں ہے اور دعوت کرنے والا ایک آدمی تھا جس کی بیوی نے جو قریش خاندان سے تعلق رکھتی تھی اپنے قاصد کو نبی علیہ السلام کے ہاں بھیجا۔ تو تطبیق اور جمع اس طریقہ پر احادیث میں آجاتی ہے جیسا کہ ہمارے شیخ القرآن مولانا محمد طاہرؒ فرمایا کرتے تھے۔ فیاللعجب۔

ششم:......علامہ شامیؒ عاصم بن کلیب کی روایت کے بارے میں صاحب کبیری کی تردید کرتے ہوئے فرماتے ہیں......"هذه واقعة حال لاعموم لها"

(الرد المحتار ج ۱ ص ۶۶۴)

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

یہ ایک وقتی واقعہ ہے جس سے عموم ثابت نہیں ہے۔

ہفتم:......شیخ الحدیث حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب مدظلہ العالی اپنی کتاب میں اس کے متعلق فرماتے ہیں ......علاوہ بریں جب حضرت ملا علی قاریؒ نے اصل حقیقت کا جائزہ لیا تو اپنی آخری تصنیف میں اس سے رجوع کرلیا۔ چنانچہ انہوں نے شرح نقایہ (ج ا ص ۱۴۰) میں صاف تحریر فرمایا ہے کہ میت کے ہاں کھانا تناول کرنا مکروہ اور قبیح بدعت ہے۔ (راہ سنت ص/۲۷۱)

جن کتابوں میں میت کے گھر والوں کی طرف سے کھانا تیار کرنے کی اجازت معلوم ہوتی ہے ان لوگوں نے بھی صرف اسی روایت کو ذکر کیا ہے جو مشکوٰۃ میں مذکور ہے۔ لیکن یہ ان کے لئے دلیل نہیں بن سکتی کیونکہ یہ زیادتی اصل حدیث میں مذکور نہیں ہے۔

ضیافت کا معنی اور ایک شبہ کا ازالہ:

بعض حضرات جب لاجواب ہوجاتے ہیں تو اپنی جان چھڑانے کیلئے اور پہلے دن کھانا کھانے کے جواز کیلئے یہ حیلہ نکالتے ہیں کہ احادیث میں منع ضیافت اور مہمان نوازی سے آئی ہے نہ کہ تصدق اور خیرات سے۔ تو احادیث پاک اور اس کی تائید میں تمام کتابوں کو ضیافت پر محمول کرتے ہیں۔ لیکن افسوس کہ یہ لوگ عرف کو نہیں دیکھتے کہ اس کھانے میں کتنا تکلف کیا جاتا ہے۔ اور آئے ہوئے لوگوں کو مہمان کہتے ہیں اور مہمانوں جیسا احترام کیا جاتا ہے۔ بلکہ میت ہوجانے کے بعد فوراً کھانے کا بندوبست شروع ہوجاتا ہے اور کہتے ہیں کہ مہمان ایسے ہی بغیر کھانے کے نہ چلے جائیں۔ اور بعض

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

اس لئے کہتے ہیں کہ مہمانوں کے سامنے شرمندہ نہ ہوجائیں۔

اس کے علاوہ یہ کہ علماء کرام وفقہاء کرام کے تمام الفاظ ضیافت کے نہیں ہیں جیسا کہ ماقبل میں گذر گیا ہے بلکہ ان میں یہ الفاظ آتے ہیں۔

ضیافت، صنعة الطعام ،اتخاذ الطعام، طعام المیّت ،اصلاح اھل المیّت للطعام، طعام اھل المیّت ،اصطناع اھل المیّت وغیرہ۔

ان کا حاصل یہ ہے کہ میّت کے اقرباء اور رشتہ داروں کی طرف سے کھانا تیار کرنا جمع شدہ لوگوں کیلئے مکروہ، بدعت، حرام، اور ناجائز ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ طعام یہ ہے کہ جس کو مہمان مانگے اور کھائے ،اور ضیافت یہ ہے کہ گھر والے اس کو اپنے طرف سے دے۔ مطلب یہ ہوا کہ باہر سے آنے والے لوگ بھی اس سے نہ مانگیں اور میّت کے گھر والے بھی کچھ انتظام نہ کریں۔

علامہ سیوطیؒ المتوفی (۹۱۱ھ) اور علامہ آلوسیؒ دونوں اپنی کتابوں میں لکھتے ہیں حضرت موسیٰ اور خضر علیہما السلام کے واقعہ کے تحت کہ ان کا گذر ایک گاؤں پر ہوا تو انہوں نے ان سے طعام مانگا تو گاؤں والوں نے ان کی ضیافت اور مہمان نوازی سے انکار کیا۔

"فَانْطَلَقَا حَتّٰی اِذَا اَتَیَا اَهْلَ قَرْیَةِ نِ اسْتَطْعَمَا اَهْلَهَا فَاَبَوْا اَنْ یُّضَیِّفُوْهُمَا"

(سورۃ الکہف آیت نمبر ۷۷)

پھر دونوں چلے یہاں تک کہ جب ایک گاؤں والوں پر گذر ہوا تو وہاں والوں سے کھانا مانگا سو انہوں نے ان کی مہمان نوازی سے انکار کر دیا۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

یہ دونوں حضرات اس سوال کے جواب میں کہ استطعام اور ضیافت کے درمیان کیا فرق ہے لکھتے ہیں......

قال زین الدین الموصلیؒ انما خص سبحنہٗ الاستطعام بموسی وخضر علیھما السلام والضیافۃ بالاھل لان الاستطعام وظیفۃ السائل والضیافۃ وظیفۃ المسئول لان العرف یقتضی بذلک فیدعوا المقیم القادم الی منزلہ یسألہ ویحملہ الیہ انتھی. (الاشباہ والنظائر للسیوطیؒ ج۴ ص۵۸، الفن السابع، روح المعانی ج۱۶ ص۶، نشر المرجان للشیخ افضل خان المعروف بشاہ پور شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ، ص۳۰۷)

زین الدین موصلیؒ فرماتے ہیں کہ یقیناً خاص فرمایا اللہ تبارک وتعالیٰ نے کھانا مانگنا موسیٰ اور خضر علیہما السلام کیساتھ اور ضیافت کو گاؤں والوں کیساتھ اسلئے کہ کھانا طلب کرنا سائل کا وظیفہ ہے۔ اور ضیافت اور مہمان نوازی دینا جس سے مانگا گیا ہے اس کا وظیفہ ہے کیونکہ عرف اسی بات کا تقاضا کرتا ہے بس گھر والا مہمان کو اپنے گھر بلاتا ہے اور اس سے مطالبہ کرتا ہے اور اس کے لئے طعام لے جاتا ہے۔

تو حاصل اس کا یہ ہوا کہ طعام اور ضیافت ایک چیز ہے۔ لیکن فرق اس میں باعتبار مہمان اور میزبان کے ہے۔

میت کی وفات کے بعد اس کے مال سے متعلق حقوق:

جب کوئی انسان اس دار فانی سے کوچ کرتا ہے تو اس کی میراث میں چار حقوق بالترتیب آتے ہیں۔ اول تکفین اور تجہیز، دوم قرضوں کا ادا کرنا۔ سوم ایک تہائی مال سے

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

وصیت پورا کرنا۔ چہارم باقی مال کو ورثاء کے درمیان تقسیم کرنا۔

چنانچہ صاحب سراجی لکھتے ہیں......

قال علماء نا رحمهم الله تتعلق بتركة الميّت حقوق اربعة مرتبة الاول يبدأ بتكفينه وتجهيزه من غير تبذير ولا تقتير، ثم تقضى ديونه من جميع مابقي من ماله: ثم تنفذ وصاياه من ثلث مابقي من الدين: ثم يقسم الباقي بين ورثته بالكتاب والسنة واجماع الامة الخ۔

(سراجی من ص ۲ الی ص ۴ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ)

ہمارے علماء احناف نے فرمایا ہے کہ میت کے متروکہ مال کے ساتھ چار حقوق ترتیب وار متعلق ہیں۔(۱) سب سے پہلے میت کی تجہیز و تکفین سے شروع کیا جائے بغیر کسی زیادتی و کمی کے۔(۲) پھر اس کا قرض اداء کیا جائے اس کے باقی ماندہ مال سے۔ (۳) پھر اس کے وصیتوں کو پورا کیا جائے گا اس کے تہائی مال سے جو قرض ادا کرنے کے بعد بچا ہو۔(۴) پھر باقی مال ورثاء کے درمیان کتاب اللہ سنت رسول اور اجماع امّت کے مطابق تقسیم کیا جائے۔

سید شریف جرجانی سراجی کی شرح میں اس ترتیب کے متعلق لکھتے ہیں......

وانما كان قضاء الدين مؤخرا من الكفن لانه لباسه بعد وفاته فيعتبر بلباسه في حياته الاترى انه يقدّم على دينه اذ لايباع ماعلى المديون من ثيابه مع قدرته على الكسب ومقدما على الوصيّه وان قدّم ذكرها عليه في نظم الآية لما روى عن عليؓ انه قال رأيت رسول الله ﷺ

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

بدأبالدین قبل الوصیّة (الشریفیّة ص ۵)

اور بے شک قرض اداء کرنا مؤخر ہے کفن سے اس لئے کہ کفن میت کا لباس ہے اس کے مرنے کے بعد پس قیاس کیا جائے گا اس کی زندگی کے لباس پر، کیا آپ کو معلوم نہیں کہ کپڑوں کو مقدم کیا گیا ہے اس کے قرض پر پس قرضداروں کے تن کے کپڑے نہیں بیچے جائیں گے ان کی کمائی پر قدرت کے باوجود اور قرض مقدم ہے وصیّت پر اگر چہ ایت میں وصیّت کا ذکر پہلے ہے اس لئے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے دیکھا رسول اللہ ﷺ کو کہ وصیت سے پہلے قرض سے ابتدا فرمائی۔

اس ذکر شدہ مضمون پر غور کرنے کے بعد افسوس ہے آج کل کے سادہ لوح مسلمانوں پر کہ قرض وغیرہ کا غم نہیں کرتے اور خیرات، اسقاط کے پیچھے لگے ہوتے ہیں اور مشترکہ مال سے قبل از تقسیم کب صدقہ وخیرات ہو سکتی ہے؟

جیسا کہ مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ ذکر کرتے ہیں......

ترکہ کی تقسیم سے پہلے اس میں مہمانوں کی خاطر تواضع، اور صدقہ وخیرات کچھ جائز نہیں اس طرح کے صدقہ وخیرات کرنے سے مردے کو کوئی ثواب نہیں پہنچتا۔ بلکہ ثواب سمجھ کر دینا اور بھی سخت گناہ ہے۔ اسلئے کہ مورث کے مرنے کے بعداب دینا ایسا ہی ہے جیسا کہ کسی کا مال چرا کر میت کے حق میں صدقہ کر دیا جائے۔ پہلے مال تقسیم کر دیا جائے اس کے بعد اگر وہ وارث اپنے مال میں سے اپنی مرضی سے میت کے حق میں صدقہ خیرات کریں تو ان کو اختیار ہے تقسیم سے پہلے بھی وارثوں سے اجازت لے کر مشترک ترکہ میں سے صدقہ خیرات نہ کریں الخ۔ (تفسیر معارف القرآن ج ۲ ص ۳۱۷)

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

میّت کے اقرباء کی طرف اس رسمی خیرات کے چند نقصانات اور مفاسد:

ہمارے ملک کی رسمی، رواجی اور غیر شرعی، خیراتوں میں بہت سارے امور خلاف شرع ہیں چند کی نشاندہی اصلاح کی نیت سے کرتا ہوں۔

۱......اس میں غیر اقوام کے ساتھ مشابہت ہے مثلاً ہندوؤں کیساتھ اور ہمیں حکم دیا گیا ہے ان کی مخالفت کرنے کا خلاف شرع رسموں میں۔

۲......فقہاء کرامؒ فرماتے ہیں کہ ضیافت خوشی کے موقع پر ہوتی ہے نہ کہ غمی کے موقع پر۔

۳......اگر یتیم کا مال ہو اس میں تو کھانا قطعی حرام ہے۔

۴......غائب کے مال سے اس کی اجازت کے بغیر صدقہ کرنا ہے اور یہ منع ہے۔

۵......اکثر یہ ریاء اور شہرت کیلئے ہوتا ہے اور ایسا عمل اللہ کے ہاں قابل قبول نہیں۔

۶......اس رسمی صدقہ و خیرات میں فقیر کی حالت کا لحاظ نہیں کیا جاتا حالانکہ وہ کبھی پیسوں کا محتاج ہوتا ہے اور کبھی کپڑوں وغیرہ کا۔

۷......کبھی میت پر نوحہ کرنے والیاں جمع ہوتی ہیں اور نوحہ کرنے والوں کو کھانا پینا دینا یہ تعاونِ علی المعصیت ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا ہے۔

۸......اس میں میت کی تکفین و تجہیز میں تاخیر کرنا ہے جبکہ نبی علیہ الصلوٰۃ و السلام نے جلدی اور عدم تراخی کا حکم دیا ہے۔

۹......لوگوں نے اس خیرات کو تکفین کے اعمال میں سے بنالیا ہے جبکہ وصیت کا پورا کرنا شریعت میں تیسرے مرتبہ پر ہے۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

۱۰.....بسا اوقات وارث محتاج ہوتے ہیں اور بغیر ضرورت شرعی کے قرض لینا پڑتا ہے اور اپنے آپ کو مقروض کرنا پڑتا ہے حالانکہ ایسا کرنا ممنوع ہے۔

۱۱.....مال مشترکہ سے تقسیم سے پہلے خرچ کرنا صحیح نہیں ہے۔

۱۲.....میت کے گھر کھانے کو صحابہ کرامؓ نوحہ کی طرح حرام سمجھتے تھے۔

۱۳.....یہ مسنون طریقہ کے خلاف ہے کیونکہ مسنون طریقہ یہ ہے کہ غم زدہ لوگوں کو کھانا کھلاؤ نہ یہ کہ ان کی میت پر آپ کی عید ہو جائے اور خود ان سے کھاؤ۔

۱۴.....صحابہ کرامؓ باوجود نیکی کے حریص ہونے کے ان سے اس عمل کا کہیں ثبوت نہیں ملتا۔

۱۵.....جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ نے امت کی ہدایت کیلئے مبعوث فرمایا ان سے اس رمی خیرات وغیرہ کا کہیں ثبوت نہیں ملتا جبکہ ان کی حیات میں بہت سے رشتہ دار فوت ہوئے، اور بہت سے شہید ہوئے۔ اور نہ آپ نے کبھی صحابہ کرامؓ کو اس بات کی تلقین کی ہے۔ لہٰذا ہمیں ان کی اتباع کرنی چاہیئے نہ کہ اپنی رسموں اور بدعتوں کی۔

مپندار سعدی کہ راہ صفا
توان رفتت جز پے مصطفٰے
خلاف پیغمبر کسی راہ گزید
کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

خیرات کے نہ ماننے کا شبہ اور اس کا جواب:

بعض مولوی علماء حق کے مقابلہ میں عوام پر یہ اشتباہ لاتے ہیں کہ یہ نئے مولوی خیرات اور صدقات کونہیں مانتے۔ اور قرآن مجید کی وہ آیات اور نبی علیہ السلام ﷺ کی وہ احادیث جس میں صدقہ کی اچھائی اور بہتری معلوم ہوتی ہیں وہ پیش کرتے ہیں۔ لیکن اس کو نہیں دیکھتے کہ حق پرست علماء شریعت کے تابعدار اور عوام کے خیر خواہ ہوتے ہیں۔ شریعت کے دائرے کے اندر رہتے ہوئے کسی نے بھی خیر خیرات کی مخالفت نہیں کی ہے۔

یہ تو ایسا عمل کرتے ہیں کہ (نہ سیخ جلے نہ کباب) کہ مال بھی برباد نہ ہو اور گناہ گار بھی نہ ہوں۔ کیا ایسے لوگ خدا تعالیٰ کی وعیدوں سے نہیں ڈرتے کہ لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔

"وَلَاتَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوْ ا الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝"

(سورۃ البقرۃ آیت نمبر/۴۲)

اور مخلوط مت کرو حق کو ناحق کے ساتھ اور پوشیدہ بھی مت کرو حق کو اس حال میں کہ تم جانتے بھی ہو۔

اور اسی طرح سورۃ آل عمران میں ارشاد ہے......

﴿ يَااَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ ﴾ (سورۃ آل عمران آیت ۷۱)

اے اہل کتاب کیوں مخلوط کرتے ہو حق کو باطل سے اور چھپاتے ہو حق بات کو حالانکہ تم جانتے ہو۔

ہمارا الحمد للہ اہل سنت والجماعت سے تعلق ہے۔ اور ہم نیک اعمال کا ثواب

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

میت تک پہنچنے کے قائل ہیں جیسا کہ اس مسئلہ کو علماء احناف نے ذکر کیا ہے۔

ابن ابی العز الحنفیؒ فرماتے ہیں......

اتفق اهل السنّة ان الاموات ينتفعون من سعی الاحياء بأمرين احدهما مايسبب اليه الميّت فی حياته، والثانی دعاء المسلمين واستغفارهم له، والصدقة والحج، علی نزاع فيما يصل من ثواب الحج، فعن محمدبن الحسن رحمه اللّٰه، أنّه انما يصل الی الميّت ثواب النفقة، والحج للحاج، وعند عامة العلماء، ثواب الحج للمحجوج عنه، وهوالصحيح واختلف فی العبادات البدنية، كالصوم، والصلوٰة، وقراءة القرآن، والذكر، فذهب ابو حنيفة، واحمد، وجمهور السلف الی وصولها، والمشهور من مذهب الشافعی ومالک عدم وصولها، وذهب بعض اهل البدع من اهل الكلام الی عدم وصول شیء البتة، لاالدعاء، ولاغيره وقولهم مردود بالكتاب والسنّة (شرح العقيدة الطحاوية من ص ۵۱۱ الی ص ۵۱۴ وكذافی المهذب شرح العقيده الطحاوية ص ۳۶۳ وكذافی شرح الفقه الاكبر ص ۱۵۹ وص ۱۶۰ مجتبائی دهلی)۔

اہل السنۃ والجماعت کا اتفاق ہے اس بات پر کہ مردوں کو زندوں کے اعمال کا ثواب پہنچتا ہے دو باتوں کے ساتھ (۱) یہ کہ میت اپنی زندگی میں اس کا سبب بنے۔ (۲) دوسرا مسلمانوں کی دعا اور ان کا استغفار اس کیلئے۔ اور صدقہ اور حج میں نزاع ہے۔ امام محمدؒ سے منقول ہے کہ میت کو نفقہ کا ثواب پہنچتا ہے اور حج کا ثواب حاجی کو

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

پہنچتا ہے۔اور عام علماء فرماتے ہیں کہ حج کا ثواب اس کی طرف سے پہنچتا ہے جس سے حج کیا ہو۔اور یہ بات صحیح ہے۔اور عبادات بدنیہ میں اختلاف ہے جیسے روزہ، نماز، قرآن کی تلاوت، ذکر وغیرہ، امام ابوحنیفہؒ اور امام احمدؒ اور جمہور سلف اس طرف گئے ہیں کہ ثواب پہنچتا ہے۔اور مشہور مذہب امام شافعیؒ اور مالکؒ کا یہ ہے کہ ثواب نہیں پہنچتا اور اہل البدع (معتزلہ) اس طرف گئے ہیں کہ کسی چیز کا ثواب میت کو نہیں پہنچتا ہے۔لیکن ان کا یہ قول مردود ہے کتاب وسنت کی وجہ سے۔

لیکن اگر کوئی عمل سنت کیمطابق نہ ہوتو نہ وہ عمل قبول ہوتا ہے اور نہ ہی اس کا ثواب میت تک پہنچتا ہے۔

جیسا کہ حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں......

فان للعمل المتقبل شرطین احدهما ان یکون خالصًا للّٰہ وحدہ والاخران یکون صوابًا موافقًا للشریعة.

(ابن کثیر ص۱۵۴ ج۱، وکذا فی ص۴۳۸ ج۲ وص۳۹۶ ج۴)

پس یقیناً عمل کے قبولیت کیلئے دو شرطیں ہیں (۱) یہ کہ خالص اللہ کے لئے ہو، (۲) دوسرا یہ کہ شریعت کے موافق ہو۔

اسی طرح صاحب مدارک لکھتے ہیں......

فالخالص ان یکون لوجه اللّٰه والصواب ان یکون علی السنة.

(تفسیر مدارک ص۳۴۷ ج۴)

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

خالص عمل یہ ہے کہ وہ اللہ کی رضاء کیلئے ہو اور درستگی یہ ہے کہ یہ سنت کے مطابق ہو۔

تلاوت قرآن کریم پر اجرت لینا، یعنی قرآن خوانی، ختم شریف پر کھانے کا شرعی حکم:

قرآن مجید کا پڑھنا ایک بہت عمدہ عبادت ہے، اور حدیث پاک کے مطابق ہر ایک ایک حرف پر دس دس نیکیاں ملتی ہیں، اور پڑھ کر اس کا ثواب میت کو بخشا جاسکتا ہے بشرطیکہ اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے پڑھا گیا ہو اور اجرت اور کھانا وغیرہ اس پر نہ لیا گیا ہو۔

علامہ ابن عابدین شامیؒ علامہ ابن قیم کے حوالے سے لکھتے ہیں......

افضل مایھدی الی المیّت ،العتق و الصدقة، و الاستغفار، والدعاء، والحجّ عنه،و اماقراءة القرآن و اهدائها له تطوّعًا بغیر اجرة فهذا یصل الیه کمایصل ثواب الصوم و الحج

(رسائل ابن عابدین ص ۱۷۵ ج ۱، وکتاب الروح ص ۱۷۵ بحوالہ المنہاج الواضح ص ۳۵۳ ص ۳۵۴)

بہترین (ایصال ثواب) جو بخشا جاتا ہے میت کو، غلام کا آزاد کرنا، صدقہ دینا، استغفار مانگنا اور دعا کرنا اور اس کی طرف سے حج کرنا ہے۔ البتہ قرآن کریم کا اجرت کے بغیر پڑھ کر بطور تبرع (ثواب) کے اس کا ثواب میت کو بخشنا صحیح ہے اور اس کا ثواب اس کو پہنچتا ہے جس طرح روزہ اور حج کا ثواب اس کو پہنچتا ہے۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

حضرت ملا علی القاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں......

ثم قراءة القرآن واهداءها له تطوعًا بغير اجرة يصل اليه.

(شرح فقہ الاکبر ص ۱۶۰ طبع کانپور بحوالہ المنہاج الواضح ص ۲۵۴، ۲۰ واں ایڈیشن)

قرآن مجید کا بغیر اجرت کے محض اللہ کی رضا کیلئے پڑھ کر اس کا ثواب میت کو پہنچانا درست ہے۔

اور اگر ختم کرنے کا مقصد کھانا پینا ہو تو ختم کرنے والے گنہگار ہوتے ہیں، اور میت کو اس ختم کا کوئی فائدہ نہیں پہنچتا ہے۔

اللہ جل جلالہ عم نوالہ اپنی مقدس کتاب میں اپنے بندوں کو اپنا فیصلہ ان الفاظ کے ساتھ ارشاد فرماتے ہیں......

" وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِىْ ثَمَنًا قَلِيْلاً وَّاِيَّا ىَ فَاتَّقُوْنِ ۞ " (سورۃ البقرہ آیت ۴۱)

اور مت لو میرے احکام کے معاوضہ میں حقیر کو اور خاص مجھ ہی سے پورے طور پر ڈرو۔

اس آیت کریمہ کی مفسرین حضرات چند مطالب ذکر کرتے ہیں۔ وہ سب اپنی جگہ صحیح اور درست ہیں۔

لیکن ابو العالیہ فرماتے ہیں......

" لا تأخذوا عليه اجرًا "

(ابن کثیر ص ۸۲ ج ۱ التسہیل ج ۱ ص ۲۰۰ ج ۱، وکذا فی القرطبی، وفی قرۃ العیون ص ۷۱)

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

کہ مت لو قرآن پر اجرت (مزدوری)

علماء کرامؒ کے مشہور قاعدے کے مطابق ایت کریمہ میں تلاوت قرآن پر کھانا پینا بھی اس میں داخل ہوتا ہے وہ مشہور قاعدہ یہ ہے......

الاعتبار لعموم اللفظ لالخصوص السبب و المورد.

(نورالانوار مع قمر الاقمار ص ۲۷)

اعتبار لفظ کے عموم کا ہوتا ہے نہ کہ سبب اور مورد کے خصوصیّت کا۔

علامہ سیوطیؒ لکھتے ہیں......

اختلف اهل الاصول هل العبرة بعموم اللفظ او بخصوص السبب والاصح عندنا الاول، (اتقان ج ۱ ص ۲۹)

اصولیین کا اس بارے میں اختلاف ہے آیا اعتبار لفظ کے عموم کا ہے یا سبب کے خصوصیت کا صحیح بات ہمارے نزدیک اوّل ہے۔

علامہ شیخ صابونی لکھتے ہیں......

فجمهور العلماء يذهبون الى ان العبرة بعموم اللفظ لا بخصوص السبب وهذاهو الصحيح (التبیان فی علوم القرآن للصابونی ص ۱۷ ج ۱۲)

جمہور علماء اس طرف گئے ہیں کہ اعتبار لفظ کے عموم کا ہوتا ہے نہ کہ سبب کی خصوصیت کا اور یہی بات صحیح ہے۔

جناب حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ لکھتے ہیں......

یہاں تک آیت کے شان نزول پر کلام تھا، اور اس پر سب کا اتفاق ہے کہ

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

آیت کا شان نزول اگرچہ کوئی خاص واقعہ ہوا کرتا ہے لیکن حکم عام ہوتا ہے، جس کی پابندی پوری امت کے لیے ضروری ہوتی ہے۔ (معارف القرآن ص ۴۴۵ ج ۲)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں......

عن بريدة رضى الله عنه قال قال رسول الله ﷺ من قرأ القرآن يتأكل به الناس جاء يوم القيٰمة ووجهه عظم ليس عليه لحم .

(رواہ البیہقی مشکوٰۃ ص ۱۹۳ ج ۱) فضائل القرآن، وکذا فی مائۃ مسائل ص ۸۶ وفضائل القرآن لشیخ الحدیث مولانا زکریا ص ۹۴ ص ۹۵ وفضائل الاعمال ص ۱۰۶ فیضی کتب خانہ)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص قرآن پڑھے اور اس کے ذریعے لوگوں سے کھائے وہ قیامت کے دن اس صورت میں آئے گا کہ اس کے چہرے پر گوشت نہ ہوگا۔

عبدالرحمٰن بن شبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے......

"عن رسول الله ﷺ اقرء وا القرآن ولاتأكلوا به"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قرآن پڑھو اور اسکے ذریعے سے مت کھاؤ۔

(ہدایہ ص ۳۰۳ ج ۳ وکذا فی رسائل ابن عابدین ص ۱۸۲، وفی الدرایۃ (رواہ) احمد واسحاق وابن ابی شیبۃ حاشیۃ الہدایۃ ص ۳۰۲ ج ۳)

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو تفصیلاً اپنی سند سے حضرت عبدالرحمٰن بن شبل انصاریؓ سے نقل کیا ہے......

قال سمعت رسول الله ﷺ يقول اقرء وا القرآن ولاتغلوا فيه ولا تجفوا عنه ولاتأكلوا به ولاتستكثروا به.

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

(طحاوی ص ۱۲ ج ۲ و قال مولانا خان بادشاہ فی قرۃ العیون ص ۳۷ وکذا فی فتح الباری ص ۱۰۱ ج ۹ المبسوط ص ۳۷ ج ۱۶۔ المغنی مع الشرح الکبیر ص ۱۴۱ ج ۴۔ مسند احمد ص ۴۲۸ ج ۳ طبرانی اوسط ص ۱۴۱ ج ۱۔ ابن عساکر ص ۳۸۶ ج ۹)

حضرت عبدالرحمٰن بن شبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرمارہے تھے کہ قرآن پڑھو۔ اور اس میں تجاوز مت کرو۔ اور قرآن سے دور مت ہو اور مت زیادہ کرو اموال کو قرآن کے ذریعے (یعنی قران کو ذریعہ معاش مت بناؤ)۔

وعن عمران بن الحصينؓ انه مرّ على قاص يقرأ ثم يسأل فاسترجع ثم قال سمعت رسول الله ﷺ يقول من قرأ القرآن فليسأل الله به فانه سيجي اقوام يقرأ القرآن يسألون به الناس۔

(رواہ احمد والترمذی ص ۱۳۵ ج ۲۔ وایضا فی مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۹۲ ص ۱۹۳ ج ۱)

حضرت عمران بن الحصین رضی اللہ عنہ کا ایک قصہ گو شخص کے پاس سے گذر ہوا جو قرآن پڑھتا اور پھر بھیک مانگتا تو انہوں نے دیکھ کر "انا للّٰہ وانا الیہ راجعون" پڑھا پھر کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جو شخص قرآن پڑھے تو اس کو چاہیئے کہ اس کے ذریعہ خدا تعالیٰ سے سوال کرے اور عن قریب ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو قرآن کو پڑھ کر لوگوں سے بھیک مانگیں گے۔

امام المحدثین محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب میں اس عنوان سے باب باندھا ہے......

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

''باب من رایابقراءۃ القرآن اوتأکل بہ اوفجربہ فخربہ''

(بخاری ص۷۵۶ ج۲)

یہ باب ہے ان لوگوں کے بارے میں جوریاء کرتے ہیں قرآن کے پڑھنے میں یااس پرکھاتے ہیں۔یااس پردنیا کماتے ہیں(اورایک نسخہ میں ہے یااس پرفخرکرتے ہیں)

پھراس کے بعدامام بخاریؒ نے خوارج کے بارے میں ذکرفرمایا کہ قرآن مجید ان کے گلوں سے تجاوزنہیں کرے گا(نیت کے صحیح نہ ہونے کی وجہ سے)اورمنافق کی قرأت کے بارے میں بھی ذکرفرمایا۔لیکن یہاں ایک سوال پیداہوا کہ باب کا دوسرا جزکہاں سے ثابت ہوتا ہے توعلامہ کرمانیؒ اس کا جواب دیتے ہیں......

فان قلت من این دل الحدیث علی الجزء الثانی وھوالتاکل، قلت لاشک ان القراء ۃ اذالم تکن للہ فھی للمرایاۃ والتأکل ونحوھما.

(ارشادالساری ص۴۸۶،ج۷،بحوالہ قرۃ العیون ص۷۵)

اگرآپ یہ اعتراض کریں کہ کس طرح یہ حدیث دلالت کرتی ہے جز ثانی پر''جوکہ کھانا کھاناہےقرآن کےعوض''تو میں جواب میں کہوں گا کہ اس میں شک نہیں کہ جب اللہ کیلئے نہ پڑھاجائےتو یہ ریاءاورکھانا کھانے وغیرہ کیلئے ہی ہوتا ہے۔

علامہ ابن عابدین شامیؒ نے اس مسئلہ پر بہت زبردست لکھا ہے۔اور یہ بات ثابت کی ہے کہ ایصال ثواب کیلئے پڑھے ہوئے قرآن مجید پراجرت لینا منع ہے۔اور اس پرایک مستقل رسالۃ بنام''شفاء العلیل وبل الغلیل فی حکم الوصیۃ

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

والنہالیل" لکھا ہے۔ کہ یہ مجموعہ رسائل میں سے ساتواں رسالہ ہے اور (ص ۱۵۱) پر لکھتے ہیں کہ اس رسالہ کے حوالے پچاس کتابوں سے زیادہ ہے۔ میں بھی طوالت کتاب سے بچتے ہوئے چند حوالہ جات تائید کے طور پر پیش کروں گا اگرچہ قرآن شریف کی آیات مبارکہ اور یہ چند احادیث شریفہ کافی وشافی ہیں۔

علامہ شامیؒ لکھتے ہیں......

وقال تاج الشريعة فى شرح الهداية ان القرآن بالاجرة لايستحق الثواب لالـلـميّت ولاللقارى، وقال العينىؒ يمنع القارى للدنيا والآخذو المعطى آثمان .وقال ايضًا (والحاصل) ان ماشاع من قرائة الاجزاء بالاجرة لايجوز لان فيه الامر بالقراءة واعطاء الثواب للآمر والقراءة لاجل المال فاذالم يكن للقارى ثواب لعدم النية الصحيحة فانّى يصل الثواب الى المستاجر ولولاالاجرة ماقرأاحدلاحد فى هذاالزمان بل جعلواالقرآن العظيم مكسبا ووسيلةً الى جمع الدنيا "اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ" (رسائل ابن عابدين ص ۱۸۰ ج ۱ وكذافى الشامى ص ۳۹ ج ۵ طبع كوئٹه. او ص ۴۴۹ ج ۵ طبع مصر)

تاج الشریعہ شرح ہدایہ میں فرماتے ہیں کہ جو قرآن کریم اجرت پر پڑھا جاتا ہو اس کا ثواب نہ تو میّت کو پہنچتا ہے اور نہ پڑھنے والے کو۔ اور علامہ عینیؒ ہدایہ کی شرح میں فرماتے ہیں کہ منع کیا جائے گا دنیا کیلئے پڑھنے والے کو اور دینے والا اور لینے والا دونوں گناہ گار ہیں۔ اور قرآن کریم کے پاروں کا اجرت کے ساتھ پڑھنا رائج ہو چکا ہے جو

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

جائز نہیں ہے۔ اس لئے کہ اس میں ایک حکم پڑھنے کا ہے اور دوسرا حکم ثواب دینا ہے۔ اور پڑھنا مال کے لیے ہے لہذا جب پڑھنے والے کا ثواب نہ ہوا نیت کے صحیح نہ ہونے کی وجہ سے تو کیسے ثواب پہنچے گا مزدوری پر لینے والے کو اور اگر اجرت نہ ہو تو نہیں پڑھے گا کوئی کسی کیلئے اس زمانہ میں بلکہ قرآن کو معاش (روزگار) اور دنیا کے جمع کرنے کیلئے ذریعہ بنایا ہے " اناللہ وانا الیہ راجعون"

اسی طرح علامہ شامیؒ فرماتے ہیں......

وقد رأيت فی حاشية المنتهی للعلامة الشيخ محمد الخلوتی نقلا عن خاتمة المجتهدين شيخ الاسلام تقی الدين مانصه ولايصح الاستيجار علی القراءة واهد ائها الی الميّت لانه لم ينقل عن احد من لائمة الاذن فی ذلک وقد قال العلماء ان القاری اذاقرء لاجل المال فلا ثواب له فای شيئ يهديه الی الميّت وانما يصل الی الميّت العمل الصالح والاستجار علی مجرد التلاوة لم يقل به احد من الائمة وانما تنازعوا فی الاستجار علی التعليم انتهی بحروفه.

(رسائل ابن عابدين ص ۱۷۵ ج ۱ وكذافی الشاميه ص ۳۹ ج ۵)

میں نے علامہ شیخ محمد خلوتی کے حاشیہ "المنتہی" میں دیکھا جو نقل کیا ہے شیخ الاسلام تقی الدین (ابن تیمیہؒ) سے جس کے الفاظ یہ ہیں۔ صحیح نہیں ہے مزدوری کا طلب کرنا قرآن کریم کے پڑھنے کے عوض اور ہدیہ کرنا میت کو۔ اس لئے کہ منقول نہیں اجازت اماموں میں سے کسی ایک سے بھی اس بارے میں اور بہ تحقیق علماء فرماتے ہیں کہ

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

پڑھنے والا جب پڑھے مال کیلئے تو اس کیلئے کوئی ثواب نہیں ہے۔ تو کس چیز کا ہدیہ کرے گا میت کو اور بیشک میت کو ثواب پہنچتا ہے عمل صالح کا اور اجرت لینا فقط تلاوت پر اماموں میں سے کسی نے بھی نہیں کہا ہے البتہ ائمہ رحمھم اللہ کا باہم اختلاف ہے تعلیم قرآن کی اجرت پر۔

وقال ایضاً نقلاً عن التاتار خانیۃ لا معنی لھذہ الوصیۃ و لصلۃ القاری بقرائتہ لان ھذا بمنزلۃ الاجرۃ والاجارۃ فی ذلک باطل وھی بدعۃ لم یفعلھا احد من الخلفاء۔

اور اسی طرح تاتارخانیہ سے نقل کرتے ہوئے کہا ہے' اس وصیت کا کوئی معنی نہیں ہے کہ (قبر پر تلاوت کریں مال کیلئے) اور نہ قاری کیلئے کوئی صلہ (ثواب) ہے اس کی قراءت سے اس لئے کہ یہ بمنزلہ مزدوری کے ہے اور اجارۃ (قبر پر قرآن پڑھنے پر) باطل ہے۔ اور یہ بدعت ہے اور خلفاء میں سے کسی نے بھی نہیں کیا ہے۔

(ص ۱۶۸ ج ۱۔ رسائل)

یہ چند اقتباسات علامہ شامیؒ کی کتابوں سے پیش کئے گئے کہ میت کے لئے قرآن پڑھنے پر اجرت لینے میں نہ میت کو اس کا ثواب پہنچتا ہے اور نہ پڑھنے والے کو بلکہ دونوں گنہگار ہوتے ہیں۔ اور اس کے جواز کا ثبوت نہ خلفاءؓ راشدین سے ہے اور نہ اماموںؒ سے منقول ہے۔ بلکہ ختم قرآن (قرآن خوانی) کرنیوالوں نے دنیا جمع کرنے کے لئے ایک ذریعہ بنایا ہے۔ بلکہ ان لوگوں نے اس بارے میں غم اور صدمے کے کلمات بھی کہے ہیں۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابی حضرت عمران بن حصین رضی

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

اللہ عنہ نے کہا اور وہ کلمہ ہے۔ (اناللّٰہ و انا الیہ راجعون)

حضرت مولانا محمد اعزاز علیؒ اس اجرت کے بارے میں فرماتے ہیں......

واما شاع فی بلادنا الھندیۃمن الاستیجار لقراءۃ القرآن مع محدثات اخر فمکروہ قطعًا خلافا لمن جعل البدعات رزقہ.

(ہامش نورالایضاح ص ۱۳ ص ۱۲)

وہ جو شائع ہوا ہے ہمارے (متحدہ) ہندوستان کے شہروں میں اجرت لینا قرآن کریم (قرآن خوانی) اور دیگر بدعات کے عوض تو مکروہ ہیں قطعی طور پر بخلاف ان لوگوں کے جنہوں نے بدعات کو اپنی رزق بنایا ہے۔

علامہ ابن ابی العز الحنفیؒ لکھتے ہیں......

واما استیجار قوم یقرؤون القرآن ویھدونہ للمیت فھذا لم یفعلہ احد من السلف ولا امر بہ احد من ائمۃ الدین ولا رخص فیہ والاستیجار علی نفس التلاوۃ غیر جائز بلا خلاف وانما اختلفوفی جواز الاستیجار علی التعلیم ونحوہ مما فیہ منفعۃ تصل الی الغیر والثواب لا یصل الی المیت الا اذا کان العمل للّٰہ وھذا لم یقع عبادۃ خالصۃ فلایکون لہ من ثوابہ مایھدی الی الموتی الخ. (شرح العقیدۃ الطحاویۃ ص ۳۱۷)

اجرت لے کر قرآن کریم کی تلاوت کرنا اس کا ثواب میت کو پہنچانا، تو یہ عمل سلفؒ میں سے کسی نے نہیں کیا اور نہ ہی حضرات ائمہؒ دین میں سے کسی نے اس کا حکم اور اجازت دی ہے۔ نفس تلاوت پر اجرت ناجائز ہے۔ اس میں کسی کا اختلاف نہیں البتہ

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

علماء نے اختلاف کیا ہے تعلیم اور اس جیسی اور چیزوں پر اجرت لینے کے جواز اور عدم جواز میں کہ جس میں نفع پہنچانا مقصود ہو غیر کو۔ اور ثواب نہیں پہنچتا میت کو مگر اس وقت کہ جب عمل خالص اللہ کی رضاء کیلئے ہو، اور یہ تو عبادات خالصہ میں سے نہیں ہے لھذا ثواب نہیں ہوتا کہ اس کی طرف سے مردوں کو ثواب پہنچائے۔

حضرت شاہ محمد اسحاق ؒ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کی حدیث نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں

وازوعید کہ درحدیث شریف است معلوم می شود کہ اجرت گرفتن برقرآن وخوردن عوض آن گناہ کبیرہ است۔ واللہ اعلم

(مأۃ مسائل ص ۸٦)

حدیث شریف کے وعید سے معلوم ہوتا ہے کہ اجرت لینا قرآن پر اور اس کے عوض کھانا کھانا گناہ کبیرہ ہے۔

صاحب روح المعانی خطیب عراقیؒ سے سورۃ کہف کی تفسیر میں غم سے بھرے ہوئے کلمات ذکر کئے ہیں اور تلاوت قرآن پر اجرت لینے کو شرک اصغر یعنی ریاء کاری قرار دیا ہے۔

آیت کریمہ یہ ہے......

قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰى اِلَيَّ اَنَّمَا اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَاءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖ اَحَدًا ۞

(سورۃ الکہف آیت نمبر ۱۱۰)

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

آپ کہہ دیجئے کہ میں تو تم ہی جیسا بشر ہوں میرے پاس بس یہ وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے سو جو شخص اپنے رب سے ملنے کی آرزو رکھے تو نیک کام کرتا ہے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔

خطیب عراقیؒ مکمل تفصیل کے بعد فرماتے ہیں......

ویدخل حینئذ فی العموم قرأة القرآن للموتیٰ بالاجرة فلاثواب فیھا للمیّت ولا للقاری وقدعمت البلویٰ بذلک و الناس عنه غافلون و اذانبّھوا لاینتھبون فانا للّٰه تعالیٰ و انا الیه راجعون.

(روح المعانی ص ۵۵ ج ۱۶ وکذافی رد بدعات ص ۱۱۵ انوار الحقؒ ، ایضاً روح المعانی ص ۷۹ ص ۸۰ ج ۱۶ مکتبہ حقانیہ)

اور داخل ہوتا ہے اس وقت شرک کے عموم میں قرآن کا پڑھنا مردوں کیلئے اجرت پر پس اس میں نہ قاری کو ثواب ملتا ہے اور نہ میت کو اور تحقیق سے اس میں عموم بلویٰ ہے (یعنی عام لوگ اس میں مبتلا ہیں) جبکہ لوگ اس سے غافل ہیں جب ان کو خبر دار کیا جاتا ہے تو خبر دار نہیں ہوتے۔ انا للّٰه و انا الیه راجعون ☼۔

حضرت مولانا انوار الحق صاحب کا کاخیلی نے بھی اپنی کتاب میں خطیب عراقیؒ کے اس فتویٰ کا ذکر کیا ہے۔

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندیؒ نے اپنی تفسیر میں ایک مستقل عنوان میں لکھتے ہیں......

ایصال ثواب کیلئے ختم قرآن پر اجرت لینا بالاتفاق جائز نہیں۔

(معارف القرآن ص ۲۸ ج ۱)

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

حضرت مفتی الہند حضرت مولانا محمد کفایت اللہ صاحبؒ علامہ شامی رحمہ اللہ کی تحقیق کو نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں......

وان القراة لشیئ من الدنیا لاتجوزوان الأخذ والمعطی آثمان.

(دلیل الخیرات فی ترک المنکرات ص ۳۶)

اور قرآن کریم پڑھنا دنیا کی کسی مفاد حاصل کرنے کیلئے جائز نہیں ہے، اور لینے اور دینے والا دونوں گنہگار ہیں۔

اور یہی تحقیق حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ فتاویٰ عزیزیہ۔

(اردو ص ۴۵۸ طبع سعید کمپنی میں) کی ہے)

علامہ انور شاہ کشمیریؒ تلاوت علی الاجرۃ کے بارے میں فرماتے ہیں......

لاالختم لامور الدین من ایصال الثواب للمیّت وغیرہ فلاتجوز.

(العرف الشذی ص ۱۱۳ وص ۴۵۵)

اور نہ اجرت لینا قرآن خوانی پر دین کے کاموں میں سے کہ وہ پہنچانا ہے ثواب کا میت کو پس یہ جائز نہیں ہے۔

حضرت مولانا مفتی رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں......

عرف میں یہ بات قرار پا چکی ہے کہ قرآن پڑھنے والے کو ضرور دیتے ہیں اگرچہ پہلے سے باہمی اجرت کلام مجید کے پڑھنے پر طے نہ ہو لہذا لینا جائز نہیں اور نہ ایسے پڑھنے کا ثواب میت کو پہنچے۔ (رشیدیہ ص ۲۲۸)

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

اور دوسرے مقام پر لکھتے ہیں......اور مردہ پر پڑھنے کی اجرت کو حرام لکھا ہے۔

(کتب فقہ میں) رشیدیہ ص ۴۴۴)

شاہ محمد اسحاق صاحبؒ اپنی دوسری کتاب میں ختم قرآن کے بارے میں فرماتے ہیں......

ان ختم القرآن جهرًا باالجماعة ويسمى بالفارسية سپاره خواندن مكروه است۔ (مسائل اربعین ص ۳۸)

بیشک جماعت کے ساتھ ختم قرآن کرنا جس کو فارسی میں سپارہ پڑھنا (قرآن خوانی) کہتے ہیں مکروہ ہے۔

علامہ بشیر الدین قنوجیؒ ختم شریف کی ھیئت مخصوصہ کے بارے میں شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلویؒ کے حوالے سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں......

الاجتماع للقرأة باالقرآن على الميّت باالتخصيص فى المقبرة او المسجد او البيت بدعة مذمومة لانه لم ينقل فيه ۔ (تفہیم المسائل ص ۱۷۲)

جمع ہونا قرآن پڑھنے کیلئے میّت پر خصوصًا مقبرۃ میں، یا مسجد میں، یا گھر میں بدعت مذمومہ ہے اس لئے کہ صحابہ کرامؓ سے اس بارے میں کچھ منقول نہیں ہے۔

خلاصہ اس بحث کا یہ ہے کہ جب قرآن خوانی کھانے پینے اور اجرت لینے کے لئے ہو تو چونکہ پڑھنے والے کی نیت دنیاوی اغراض ومقاصد کی ہے، اللہ کی رضاء مقصود نہیں ہے۔ تو لہٰذا پڑھنے والے کو خود ثواب نہیں ملا تو یہ دوسروں کو کیا ثواب بخشے گا۔ اس لئے کہ عمل کے قبول ہونے کا دارومدار تصحیح نیت پر ہے۔ جیسا کہ مشہور حدیث ہے۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

انما الاعمال بالنیات وانما لامرئ مانوی فمن کانت ھجرتہ الی اللہ ورسولہ .فھجرتہ الی اللہ ورسولہ ومن کانت ھجرتہ الی دنیا یصیبھا او امرأۃ یتزوجھا فھجرتہ الی ماھا جر الیہ.(متفق علیہ مشکوٰۃ ص۲ ج۱)

تمام اعمال کا انحصار نیتوں پر ہے انسان کو وہی چیز حاصل ہوتی ہے جس کی نیت کرے جس نے خدا اور رسول کی طرف ہجرت کی نیت کی تو اس کی ہجرت خدا اور رسول ہی کے لئے ہوگی اور جس کی ہجرت دنیا پانے کے لئے یا کسی عورت سے شادی کرنے کے لئے ہو تو اس کی ہجرت اسی کی طرف ہوگی جس کے لئے اس نے ہجرت کی ہو۔

علماء کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ قرآن خوانی پر اجرت لینا منع ہے۔ اور ان لوگوں کے قول کا کوئی اعتبار نہیں ہے جن لوگوں نے قرآن کو ذریعہ معاش بنایا ہے اور بدعات کو اپنی روزی ٹھہرایا ہوا ہے۔

زیاں می کند مرد قرآن خوان
کہ خواندن فروشد بہ پیسہ ونان

تراویح میں ختم قرآن پر اجرت لینے کا حکم؟

میت کو ختم قرآن کا ثواب پہنچنے یا نہ پہنچنے کا حکم تحریر ہو چکا۔ اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ رمضان شریف میں تراویح کی تلاوت پر پیسے، کپڑے، اجرت، مزدوری وغیرہ لینے کا حکم مختصراً ذکر کیا جائے، اس لئے اکثر حضرات نے رمضان کے مہینہ کو باقی مہینوں کیلئے کمانے کا ایک سیزن بنایا ہے۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

* امامت، اذان، تعلیم، وغیرہ پر اس میں ختم تراویح نہیں ہے ص ۱۶۲

جناب مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ سے ایسے ہی ختم قرآن کے بارے میں سوال ہوا تو انہوں نے جواب میں تحریر فرمایا......

اجرت دینا اور لینا قرآن شریف کے سننے اور پڑھنے کیلئے جائز نہیں ہے اور اس میں کسی کو ثواب نہیں ہوتا، نہ پڑھنے والے کو اور نہ سننے والے کو اور سنت ختم قرآن اس طرح پر ادا نہیں ہوتی۔ (عزیز الفتاوی ۰۰۰۰، ص ۶۶۳ طبع دارالاشاعت کراچی)

اور پھر علامہ شامی سے نقل کرتے ہوئے تاج الشریعۃ اور علامہ عینیؒ کی عبارات ذکر کرتے ہیں۔

جناب مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے اس مسئلہ پر تفصیلی کلام کیا ہے اور یہ بات ثابت کی ہے کہ متأخرین نے جو استثناء ضرورت کے بناء پر کیا ہے جیسے اجرت ہے* اس لئے کہ نہ یہ فرض ہے نہ واجب اور پھر اس کے بعد فقہاء کرامؒ کی عبارات ذکر کی ہیں اور فرماتے ہیں کہ......

عبارات مذکورہ سے معلوم ہوا کہ اجرت لیکر قرآن پڑھنا اور پڑھوانا گناہ ہے اس لئے تراویح میں چند مختصر سورتوں سے بیس رکعات پڑھ لینا بلاشبہ اس سے بہتر ہے کہ اجرت دیکر پورا قرآن پڑھوائیں کیونکہ پورا قرآن تراویح میں پڑھنا مستحب ہے۔ اور اجرت دے کر قرآن پڑھوانا اور پڑھنا گناہ ہے اور گناہ سے بچنا بنسبت مستحب پر عمل کرنے سے زیادہ ضروری ہے۔ (امداد المفتین ص ۶۴۹ تا ۶۵۲)

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

علامہ گنگوہیؒ فرماتے ہیں......

تراویح میں جو کلام اللہ پڑھے یا سنے اس کی اجرت دینا حرام ہے جب اجرت کا دینا حرام ہے تو "اَلَمْ تَرَ کَیْفَ" سے ہی پڑھنا چاہیے۔(فتاویٰ رشیدیہ ص۳۴۴)

اسی طرح حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ بھی فرماتے ہیں......

بعض حفاظ کی عادت ہے کہ اجرت لے کر قرآن مجید سناتے ہیں۔طاعت پر اجرت لینا حرام ہے۔اسی طرح دینا بھی حرام ہے۔(اصلاح الرسوم ص۲۱۳وص۱۴۱)

سوالات اور جوابات

سوال:......بعض حضرات ختم قرآن کی اجرت لینے پر یہ حیلے بہانے بناتے ہیں کہ قرآن کریم میں آتا ہے کہ" ثَمَنًا قَلِیْلاً "کہ کم پیسے مت لو اگر زیادہ رقم وصول ہو سکتی ہے تو لینے میں کوئی حرج نہیں ہے یہاں تک کہ بعض نے کہہ دیا کہ چالیس پچاس روپے سے کم نہیں لینا چاہیے۔

الجواب:......اللہ رب العزت فرماتے ہیں کہ پوری دنیا بھی کم ہے۔

قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى وَلَا تُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ۞.

(سورۃ النساء ایت نمبر ۷۷)

آپ فرما دیجئے کہ دنیا کا فائدہ محض چند روزہ ہے اور آخرت ہر طرح سے بہتر ہے اس شخص کیلئے جو اللہ کی مخالفت سے بچے،اور تم پر تاگے برابر بھی ظلم نہ کیا جاوے گا۔

اور علامہ شامی پینتالیس روپوں کے جواب میں فرماتے ہیں......

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

(جس کے بارے میں حاوی زاہدی نے لکھا ہے)

لایحتاج الی الجواب بعد ماسمعنا ک من کلام ائمتنامتونا وشروحاوفتاویٰ من الجائزاخذ الاجرۃعلی التعلیم بعدتصریحھم بعدم جوازہ علی سائر الطاعات الخ (رسائل ابن عابدین ص ۱۷۶)

جواب کی حاجت نہیں ہے (زاہدی کے قول کی) بعد اس کے جب ہم آپ کو سناچکے اپنے اماموں کے کلام کے متون، شروح اور فتاووں میں سے کہ جائز ہے اجرت لینا صرف تعلیم پر، بعد ان کی اس تصریحات کے کہ جائز نہیں اجرت باقی طاعات پر۔

پھر اس کے بعد علامہ ابن الشحنہؒ وغیرہ سے نقل کرتے ہیں کہ زاھدی کے اس قول کا کوئی اعتبار نہیں ہے اس لئے کہ قواعد کے مخالف ہے۔

سوال:...... بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم نے اللہ کی رضاء کے لئے ان کی تلاوت کی ہے اور ان لوگوں نے جو کچھ ہمیں دیا ہے اللہ کی رضا کے لئے دیا ہے، اس لئے کہ ان سے پہلے ہماری بات کسی چیز پر طے نہیں ہوئی ہے تو اگر وہ اللہ کی رضا کے لئے کچھ دے تو اس میں کچھ حرج نہیں ہے۔ (لیکن آج کل کے ختم پڑھنے اور سننے والے • باقاعدہ رقم طے کرتے ہیں مترجم غفرلہ)

الجواب:...... دل کی نیت اور راز کا تو اللہ کو پتہ ہے اس لئے کہ وہ علیم بذات الصدور ہے۔ لیکن عام عرف یہ ہے کہ ختم کرانے والا کسی کو خالی ہاتھ اور بغیر کھانے پینے کے نہیں چھوڑتا، تو گویا یہ ایسا ہے کہ جیسے پہلے سے ان سے بات طے ہوئی ہے جیسا حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت سے معلوم ہو چکا ہے

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

اور فقہاء کا مشہور قاعدہ ہے کہ " المعروف کاالمشروط"

جو چیز عرف میں ہوتو وہ شرط کی طرح ہے۔

استاذ محترم حضرت شیخ القرآن صاحبؒ نے اپنی تالیف اصول السنۃ میں اس پر

بہت سارے حوالے پیش کئے ہیں۔

(مبسوط ص ۵۴ ج ۱۲۔ شرح سیر کبیر ص ۲۳ ج ۴، شامی ص ۵۸ ج ۵، کذا فی اصول السنۃ ص ۱۱۴ سطر اول

متخلص الحقائق ص ۳۵۱ ج ۱۔ وایضا فتاوی رشیدیہ ص ۲۲۸)

علامہ سلیم رستم الباز صاحب لکھتے ہیں......

"المعروف عرفا کاالمشروط شرطا" (شرح المجلۃ ص ۳۷

عرف میں معروف ومشہور ایسا ہے کہ جیسا کہ مشروط شرط ہوا کرتی ہے۔

علامہ عینیؒ لکھتے ہیں......

"لان المعروف بالعرف کاالمعروف بالنص"

(عینی شرح الکنز ص ۸ ج ۲ طبع نولکشور لاہور)

معروف عرف میں ایسا ہوتا ہے کہ جیسے کہ معروف ہو نص کیساتھ۔

علامہ ابن عابدینؒ کی عبارت پہلے گذر چکی ہے ولو لاالاجرۃ ماقرء احد

لاحد فی ھذا لزمان بل جعلواالقرآن العظیم مکسباً ووسیلۃالی جمع

الدنیا۔ یعنی اگر اجرت نہ ہوتو کوئی کسی کے لئے نہ پڑھتا اس زمانے میں بلکہ ان لوگوں

نے قرآن کو ذریعہ کسب اور دنیا کے جمع کرنے کا ایک وسیلہ بنایا ہے اور پھر بطور افسوس یہ

کلمات کہتے ہیں "انا للہ و اناالیہ راجعون"

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

تعلیم پر اجرت لینے کا حکم:

احناف ؒ کا اصل مذہب یہ ہے کہ ہر وہ طاعت جو دین کے مختصات میں سے ہو اس پر اجرت لینا ممنوع ہے۔ لیکن متأخرین حضرات ؒ نے زمانہ کی ضروریات کو دیکھتے ہوئے تعلیم امامت، تدریس وغیرہ پر اجرت لینے کو جائز کہا ہے، لیکن کسی نے بھی ایصال ثواب کی تلاوت پر اجرت لینے کو جائز نہیں قرار دیا۔ بحث کی مناسبت سے چند کتابوں کے حوالے ذکر کرتا ہوں۔

شمس الائمۃ سرخسیؒ فرماتے ہیں......

ولایجوز ان یستاجر رجلا لیعلم ولده القرآن او الفقه

اور جائز نہیں اجرت پر مقرر کرنا کسی آدمی کو تا کہ ان کے بچوں کو قرآن یا فقہ سکھائے۔

پھر دلائل ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں......

وبعض ائمة بلخ اختاروا قول اهل المدينة وقالوا ان المتقدمين من اصحابنا بنوا هذا الجواب على ماشاهدوا في عصرهم من رغبة الناس في التعليم ومروة المعلّمين في مجازات الاحسان باالاحسان فاما في زماننا فقد العدم المعنيان جميعًا فنقول بجواز الاستيجار لئلا يتعطل هذاالباب۔ (المبسوط ص ۳۷ ج ۶، کذا فی قرۃ عیون المؤحدین ص ۸۶)

اور بعض ائمہ بلخ نے اہل مدینہ کا قول اختیار کیا ہے اور فرماتے ہیں کہ ہمارے علماء متقدمین نے اس مسئلہ کی بنیاد اس پر قائم کی کہ ان لوگوں نے اپنے زمانے

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

میں رغبت دیکھی تھی لوگوں میں تعلیم کے حاصل کرنے پر اور معلمین میں اس مروّت کو کہ نیکی کا بدلہ نیکی ہے اور ہمارے زمانے میں یہ دونوں معانی (صفتیں) معدوم ہیں تو ہم اجرت کو جائز کہتے ہیں تا کہ دین کا یہ باب معطل نہ ہو جائے۔

امام قاضی خان الحنفیؒ فرماتے ہیں......

انما کره المتقدمون الاستیجار لتعلیم القرآن و کرهوا اخذالاجر علی ذلک لانه کان للمعلمین عطیات فی بیت المال فی ذلک الزمان وکان لهم زیادة رغبة فیامر الدّین واقامة الحسبة وفی زماننا انقطعت عطیاتهم وانتقصت رغائب الناس فی امر الاخرة فلو اشتغلوا بالتعلیم مع الحاجة الی مصالح المعاش لاختل معاشهم فقلنا بصحة الاجارة ووجوب الاجرة للمعلم بحیث لو امتنع الوالد عن اعطاء الاجر حُبِس فیه۔ (قاضی خان ص ۳۴۴ ج ۴ طبع نولکشور، وهكذا على هامش الهندیہ ص ۳۳۵ ج ۲)

بلاشبہ حضرات متقدمین نے تعلیم قرآن کریم پر کسی کو اجرت دیکر ملازم رکھنے کو مکروہ سمجھا ہے اور اس پر اجرت لینا بھی مکروہ قرار دیا ہے کیونکہ اس زمانہ میں معلّمین کے لئے بیت المال میں عطیات مقرر ہوتے تھے نیز امور دین اور للہ فی اللہ کام کرنے میں ان حضرات کی رغبت زیادہ تھی۔ اور ہمارے زمانہ میں عطیات بھی منقطع ہو چکے ہیں اور آخرت کے معاملہ میں لوگوں کی رغبتیں بھی کم ہو چکی ہے۔ سو اگر ایسے لوگ ناداری کی حالت میں تعلیم کا شغل جاری رکھتے ہوئے روزی کمانے میں مصروف ہوئے تو ان کی کمائی میں سخت خلل پڑے گا۔ اس لئے ہم نے یہ کہا کہ یہ اجارہ صحیح ہے اور معلم کے لئے

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

اجرت واجب ہے۔اب اگر تعلیم پانے والے شاگرد کا والد معلم کو تنخواہ دینے سے گریز کرے تو اسے قید کیا جائے گا۔پھر اس کے بعد علامہ سرخسیؒ کی عبارت ذکر کی ہے۔

صاحب ہدایہؒ لکھتے ہیں……

ولا الاستیجار علی الاذان والحج وکذا الامامة وتعلیم القرآن والفقه والاصل ان کل طاعة یختص لها المسلم لایجوز الاستجار علیه عندنا۔

اور جائز نہیں اجرت طلب کرنا اذان اور حج اور اسی طرح امامت پر اور قرآن کی تعلیم اور فقہ پر۔اور اصل یہ ہے کہ ہر وہ طاعت جو خاص ہو مسلمانوں کیساتھ اس پر اجرت طلب کرنا جائز نہیں ہمارے مذہب میں۔

اور آگے فرماتے ہیں……

وبعض مشائخنا استحسنوا الاستجار علی تعلیم القرآن الیوم لانه ظهر التوانی فی الامور الدینیة ففی الامتناع یضیع حفظ القرآن وعلیه الفتویٰ۔

(ہدایہ کتاب الاجارۃ ص۳۰۳ ج۳)

اور ہمارے بعض مشائخ نے اچھا جانا ہے اجرت طلب کرنا قرآن کی تعلیم پر اس زمانہ میں اس لئے کہ سستی ظاہر ہوئی ہے دینی کاموں میں بس اجرت کے منع کرنے میں قرآن مجید کے حفاظت کا ضیاع ہوگا۔اور اسی پر فتویٰ ہے۔

اور علامہ شامیؒ نے تعلیم کے مسئلہ پر تفصیلی بحث کی ہے اور متأخرین کا اصل مذہب اور نظریہ لکھا ہے اور تعلیم کے علاوہ بھی بعض مواضع کا استثناء ذکر کیا ہے عبارت کا

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

حاصل یہ ہے فرماتے ہیں......

اور قرآن کی تعلیم کے استثناء پر اقتصار ہوا ہے کنز اور مواہب الرحمٰن کے متن اور بہت ساری کتابوں میں اور زیادہ کیا ہے مختصر الوقایہ اور الاصلاح کے متن میں فقہ کی تعلیم کو۔ اور زیادہ کیا ہے مجمع کے متن میں امامت کو، اور اسی طرح منتقی اور درالبحار کے متن میں ہے۔

اور آگے فرماتے ہیں......

وقد اتفقت کلمتهم جميعًا في الشروح و الفتاوىٰ على التعليل بالضرورة وهي خشية ضياع القرآن كما في الهداية الخ

اور تحقیق سے تمام متأخرین کا متفقہ فیصلہ ہوا ہے شروح اور فتاویٰ میں ضرورت کو علت بنایا ہے اور وہ قرآن پاک کے ضائع ہونے کا خوف ہے جیسا کہ ہدایہ میں آیا ہے۔

اسی طرح فرماتے ہیں......

وقد اتفقت كلمتهم جميعا على التصريح بأصل المذهب من عدم الجواز ثم استثنوا بعده ماعلمته فهذا دليل قاطع و برهان ساطع على ان المفتى به ليس هو جواز الاستيجار على كل طاعة . -

(شامی ص۳۸ ج۵ کتاب الاجارة)

اور تحقیق سے متفقہ فیصلہ ہوا ہے کہ اصل مذہب (احناف کا یہ ہے کہ) جائز نہیں ہے تعلیم پر اجرت لینا، اور پھر استثناء کیا ہے ان مواضع کا جو آپ کو معلوم ہو گئے۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

بس یہ دلیل قاطع و برہان ساطع ہے اس بات پر کہ مفتیٰ بہ قول ہر طاعت پر اجرت لینے کا نہیں ہے۔

بہر حال رسالہ کا موضوع تعلیم پر اجرت کے جواز اور عدم جواز نہیں ہے اس کی تفصیل کیلئے ان کتابوں کی طرف رجوع کیا جائے۔

(رسائل ابن عابدین ص ۱۵۸ ج ۱ بزازیہ برہامش ہندیہ ص ۳۸ ج ۵ ہامش بخاری ص ۳۰۴ ج ۱، فتاویٰ رشیدیہ ص ۴۴ امداد المفتین ص ۶۴۹، معارف القرآن ص ۸۴، ج ۱ عینی شرح بخاری ص ۹۵ ج ۱۲ ۔)

یہاں ذکر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ایصال ثواب کے ختم پر اجرت ممنوع ہے اس پر متقدمین اور متآخرین دونوں کا اتفاق ہے اور کہیں پر اس کا استثناء نہیں ہوا بلکہ علامہ شامیؒ نے جلد پانچ میں اس کی حرمت پر تیرہ کتابوں کا حوالہ دیا ہے۔ اور اخیر میں اپنی کتاب شفاء العلیل کا حوالہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

وقد جمعت فيها رسالة سميتها "شفاء العليل وبل الغليل في حكم الوصيّة بالختمات والتّهاليل" واتيت فيها بالعجب العجاب لذوي الالباب وماذكرته ههنا بالنسبة اليها كقطرة من بحرا وشذرة من عقد نحر الخ.

(شامی ص ۴۰ ج ۵)

اور تحقیق میں نے جمع کیا ہے اس رسالہ میں جس کا میں نے نام رکھا ہے "شفاء العليل وبل الغليل" الخ اور اس میں عجیب و غریب بحث لایا ہوں عقل مندوں کے لئے اور جو بحث میں نے یہاں کی ہے یہ اس کی بنسبت سمندر کا ایک قطرہ یا ہار کا ایک حصہ ہے۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

اور تعلیم پر اجرت کا جواز بھی بقدر کفاف ہوگا نہ کہ تمول (مالدار بننے) کی حد تک اور مقصد تعلیم سے بھی اللہ تعالیٰ کی رضاء ہو۔ جیسا کہ صاحب مدخل لکھتے ہیں......

وعلامة صدقه فيما وصف من تعليمه لله تعالىٰ انه اذا قطع عنه المعلوم لايترك التعليم ولاماكان عليه من الاجتهاد ولايتبرّم ولايتفجّر بل يكون فى وقت قطع المعلوم اكثر تعليما واشد حرصًا عليه لانه قد تمحض لله تعالىٰ الخ المدخل لابن الحاج۔ (ص ۱۰۵ ج ۲)

اور معلم کے سچے ہونے کی علامت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضاء کے لئے تعلیم دیتا ہو کہ جب اس سے مقررہ وظیفہ قطع ہو جائے تو یہ تعلیم نہ چھوڑے اور نہ وہ کوشش چھوڑتا ہے اور نہ تھکتا ہے اور نہ تنگ ہوتا ہے بلکہ وظیفہ کے قطع ہونے کے وقت زیادہ تعلیم دیں اور زیادہ حریص ہو تعلیم پر اس لیے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے خاص ہوا ہے۔

دم (جھاڑ پھونک) پر اجرت لینے کا حکم:

بعض حضرات ختم قرآن پر اجرت لینے کے جواز پر اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ صحابہ کی ایک جماعت ایک آبادی کے قریب سے گذری۔ جس میں ایک شخص کو سانپ یا بچھو نے کاٹ لیا تھا۔ گاؤں میں سے ایک شخص ان کے پاس آیا۔ اور پوچھا کیا تم میں سے کوئی دم کرنے والا ہے؟ گاؤں میں ایک شخص کو سانپ یا بچھو نے کاٹ لیا۔ صحابہؓ میں سے ایک شخص اس کے ساتھ ہو گیا اور گاؤں والوں سے چند بکریوں پر معاملہ کر کے مریض پر سورۃ فاتحہ پڑھی۔ مریض کو آرام ہوا اور وہ بکریاں لے کر واپس آئے اور اپنی جماعت میں پہنچے۔ صحابہؓ نے ان بکریوں کا اجرت لینے پر

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

اعتراض کیا۔ اور کہا کیا تم نے کتاب اللہ پر مزدوری لی ہے؟ یہاں تک کہ یہ سب لوگ مدینہ لوٹ آئے۔

فقالوا یارسول اللہ ﷺ اخذ علی کتاب اللّٰہ اجراً فقال رسول اللّٰہ ﷺ ان احق مااخذتم علیه اجرا کتاب اللّٰہ۔

(بخاری ص ۸۵۴ ج ۲ باب الرقیٰ، ھکذا فی ص ۳۰۴ ج ۱ کتاب الاجارۃ من الصحیح البخاریؒ)

اور نبی ﷺ سے عرض کیا! یارسول اللہ! فلاں شخص نے کتاب اللہ پر اجرت لی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا! کتاب اللہ پر اجرت لینا سب سے زیادہ مناسب ہے۔

علامہ بدرالدین عینیؒ اس حدیث کے بارے میں تین جوابات ذکر فرماتے ہیں......

احدها ان القوم کانوا کفارا فجاز اخذ اموالهم، والثانی ان حق الضیف واجب ولم یضیفوهم والثالث ان الرقیة لیست بقربة محضة فجاز الاخذ الاجرة علیها، (عینی ص ۹۷۰ ج ۱۲)

۱:......ایک وجہ یہ ہے کہ وہ قوم کفار تھی تو ان کا مال لینا جائز تھا۔

۲:......دوسری وجہ یہ ہے مہمان کا حق واجب ہے اور ان لوگوں نے مہمان نوازی نہیں کی۔

۳:......تیسری وجہ یہ ہے کہ دم کرنا عبادت خالصہ نہیں ہے، لہٰذا اس پر اجرت لینا جائز ہے۔

اور یہی تین جوابات صاعقۃ الرحمٰن (ص ۶۷) میں بھی ہیں۔ اور علامہ طحاویؒ کے حوالے سے بھی لکھتے ہیں کہ دم پر اجرت لینا جائز ہے، اسی طرح علامہ عینیؒ لکھتے ہیں اس حدیث کا مطلب اجرت علی التعلیم نہیں ہے۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

وانما معناه فی اخذ الاجرة علی الرقیة بالفاتحة اوغیرها من
القرآن فالامام لایمنع هذا الخ.(عینی ص ۲٦۴ ج ۲۱ هامش البخاری ۴۵۸)

اور بیشک حدیث کا معنی ہے اجرت لینا دم کی وجہ سے چاہے فاتحہ سے دم کیا ہو
یا فاتحہ کے علاوہ قرآن سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تعالیٰ اس سے منع نہیں کرتے۔

علامہ شامیؒ متقدمین حضرات سے دم کی اجرت کو جائز قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ......

لان المتقدمین المانعین الاستیجار مطلقاجوزوا الرقیة بالاجرة
ولو بالقرآن کماذکر الطخاوی لانها لیست بعبادة محضة بل من التداوی
(شامی ص ۳۹ ج ۵)

اس لئے کہ متقدمین حضرات مطلقاً اجرت کو منع کرتے ہیں انہوں نے دم پر
اجرت لینے کو جائز قرار دیا ہے اگرچہ قرآن کے ساتھ ہو جیسا کہ طحاویؒ نے ذکر کیا ہے اس
لئے کہ دم خالص عبادت نہیں ہے بلکہ علاج کے قبیل سے ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے اس کا زبردست جواب دیا ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں......

المراد الرقیة لاالتلاوة، (فتاویٰ ص ۱۹۸ ج ۲، بحوالہ المنہاج ص ۴۵۹)

اس سے مراد جھاڑ پھونک ہے۔ تلاوت نہیں ہے۔

پس خلاصہ اس تمام بحث کا یہ ہوا کہ میت کے ایصال ثواب کے لئے قرآن
خوانی کرنے پر کھانا، پینا، اجرت لینا سب ناجائز اور حرام ہے اور کسی کو بھی اس کا ثواب
نہیں پہنچتا نہ پڑھنے والے کو اور نہ اجرت دینے والے کو بلکہ دونوں گنہگار ہوتے ہیں
جیسا کہ ماقبل بار بار گذر چکا ہے اور اس کو تعلیم یا رقیہ پر کسی نے بھی قیاس نہیں کیا ہے۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح سمجھ عطاء فرمائیں۔ (آمین یارب العالمین)

ذکر جھری کا بیان:

بعض علاقوں میں یہ رواج اور طریقہ ہے کہ جنازہ لے جانے کے موقع پر جھراً (باآواز بلند) ذکر کرتے ہیں۔ اور ایک دوسرے کو بھی اس کی ترغیب دیتے ہیں کہ زور سے ذکر کرو تو اس طریقہ کے بارے میں بلکہ عام اوقات میں بھی جھراً ذکر، تلاوت دعاء کے بارے میں چند گذارشات رسالہ دیکھنے والے بھائیوں کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ وباللہ التوفیق۔

جناب مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندیؒ جنازہ کیساتھ جھراً ذکر کرنے کے متعلق لکھتے ہیں...... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ اور تابعین اور ائمہ دین میں سے کسی سے بھی کسی ضعیف روایت میں قولاً یا عملاً منقول نہیں اس لئے بدعت شنیعہ اور ایسا کرنا گناہ ہے۔ اور اس کو ثواب باعث برکت سمجھنا دوسرا گناہ ہے بوجہ حدیث عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا "من احدث فی امرنا هذا ما لیس منه فهو رد وقد وردت الاحادیث الکثیرة فی النهی عن الابتداع فی الدین وسوء منقلب اهلها. اعاذنا الله تعالیٰ.

(امداد المفتین ص ۹۳)

حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانویؒ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں......

جنازہ کیساتھ جہراً کلمہ پڑھنا بدعت ہے۔ (احسن الفتاویٰ ص ۱۱۹، ایضاً ص ۳۳۸ طبع نہم ج ۱)

پھر اس کے بعد بحوالہ شامی اور کتابوں سے نقل کرتے ہیں اور علامہ شامیؒ بحر الرائق کے حوالے سے لکھتے ہیں۔ میں ان کتابوں کی عبارت ترجمہ کیساتھ ذکر کرتا ہوں۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

علامہ ابن نجیمؒ کنز کی شرح میں لکھتے ہیں......

وینبغی لمن تبع الجنازة ان یطیل الصمت ویکره رفع الصوت بالذکر وقراءة القرآن وغیرهما فی الجنازة والکراهة فیها کراهة تحریم

(بحرالرائق ص۱۹۹ ج۲ والیضافی البحر ص۳۳۶ ج۲ مکتبہ رشیدیہ جدید وکذافی الشامی ص۶۵۸ ج۱۔ والکبیری ص۴۹۸)

اور مناسب ہے کہ جولوگ جنازہ کیساتھ جائیں وہ طویل خاموشی اختیار کریں۔اور بلند آواز سے ذکر کرنا اور قرآن کریم پڑھنا اور اسی طرح کچھ اور پڑھنا مکروہ ہے،کراہت تحریمی کیساتھ۔

فتاویٰ عالمگیری میں شرح طحاوی کے حوالہ سے مذکور ہے......

وعلی متبعی الجنازة الصمت ویکره لهم رفع الصوت بالذکر وقراءة القرآن (فتاویٰ هندیه ص ۱۶۲ ج ۱ .مکتبه رشیدیه)

جولوگ جنازہ کے ساتھ جانے والے ہوں ان پر لازم ہے کہ وہ خاموش رہیں، اور ان کے لئے بلند آواز سے ذکر کرنا اور قرآن پڑھنا مکروہ ہے۔

اور پھر قاضی خان سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں......

فان اراد ان یذکر الله یذکره فی نفسه۔

(فتاویٰ عالمگیر یہ صفحہ مذکورہ وبمسئلہ فی نماز حنفی ص۴۴ مولانا خیر محمد صاحب جالندھریؒ نقلاعن الفتاویٰ الهندیہ)

البتہ جو شخص اپنے دل میں ذکر کرنے کا ارادہ رکھتا ہو تو وہ آہستہ دل میں ذکر کر سکتا ہے۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

خلاصہ اس بحث کا یہ ہے کہ جنازہ کے ساتھ جھراً یعنی زور سے ذکر کرنا مکروہ اور بدعت ہے۔اس کا ثبوت نہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے اور نہ صحابہ کرامؓ سے ہے بلکہ فقہاء کرامؒ نے اس کو مکروہ اور بدعت کہا ہے، ہاں اگر کوئی ذکر کرنا چاہے تو آہستہ دل میں ذکر کر سکتا ہے۔

اب عام حالات میں ذکر جھری کا حکم ملاحظہ فرمائیں ۔اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے......

﴿ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغَافِلِيْنَ ۝ ﴾ (سورۃ الاعراف ایت نمبر ۲۰۵)

اور اپنے رب کی یاد کیا کر اپنے دل میں عاجزی کیساتھ اور خوف کے ساتھ اور زور کی آواز کی بنسبت کم آواز کے ساتھ صبح اور شام اور اہل غفلت میں شمار نہ ہو۔

اس آیت کے تحت مفسرین کرامؒ لکھتے ہیں......

هو عام فی الاذکار من قراء ة القرآن و التسبیح و التهلیل و غیرها.

(تفسیر مدارک ص۹۲ ج۲، ایضاً مدارک ص۲۵۷ ج۱ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ۔

روح المعانی ص۱۵۴ ج۹۔ ایضاً روح ص۲۲۳ ج۹۔ المکتبۃ الحقانیہ)

یہ حکم عام ہے اذکار میں چاہے قرآن کا پڑھنا ہو یا تسبیح اور تہلیل ہو یا ان کے علاوہ ہو۔

اسی طرح دوسری آیت میں ہے

﴿ اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ۝ ﴾

(سورۃ الاعراف آیت ۵۵)۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

تم لوگ اپنے پروردگار سے دعا کیا کرو تذلل ظاہر کر کے بھی اور چپکے چپکے بھی واقعی اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ناپسند کرتے ہیں جو حد سے نکل جاویں۔

اس آیت کے تحت بھی مفسرین کرامؒ لکھتے ہیں:

یکرہ رفع الصوت والنداء والصیاح فی الدعاء ویؤمر باالتضرع والاستکانة.

(تفسیر ابن کثیر ص ۲۲۱ ج ۲، ایضا ابن کثیر ص ۳۶۶ ج ۲ و مدارک ص ۵۷ ج ۲۔ ایضا مدارک ص ۵۲۱ ج ۱)

مکروہ ہے آواز کا بلند کرنا اور نداء کا اور چیخ مارنا دعاء میں اور حکم کیا گیا ہے تضرع اور تذلل کا۔

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ولقد ادرکنا اقواما کانوا یبالغون فی اخفاء الاعمال ولقد کان المسلمون یجتھدون فی الدعاء ومایسمع صوتھم الا ھمسا.

(تفسیر کبیر ص ۱۳۱ ج ۱۴۔ ابن کثیر ص ۲۲۱ ج ۲)

اور تحقیق سے پایا ہے ہم نے ایسی قوموں کو جو بہت کوشش کرتے تھے اعمال کے چھپانے میں اور مسلمان پوری وسعت اور ہمت سے دعا کیا کرتے تھے لیکن ان کی آواز نہیں سنی جاتی تھی مگر سینے کی آواز۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ صحابہ کرامؓ نے بلند آواز سے اللہ اکبر اللہ اکبر کہنا شروع کیا اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

اربعوا علی انفسکم فانکم لاتدعون اصم ولاغائبا انکم تدعون

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

سمیعا قریبا وھو معکم. (بخاری ص ۶۰۵ ج ۲، مسلم ص ۳۴۶ ج ۲ مشکوٰۃ ص ۲۰۱ ابن کثیر ص ۲۲۱ و ص ۲۸۱ ج ۲ روح المعانی ص ۱۳۹ ج ۸۔ مدارک ص ۵۶ ج ۲ کبیر ص ۱۳۱ ج ۱۴)

اپنی جانوں پر نرمی کرو بیشک تم غائب کو نہیں پکار رہے ہو تم اس ذات کو پکار رہے ہو جو سننے والی اور قریب ہے اور وہ تمہارے ساتھ ہے۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ففیہ الندب الی خفض الصوت باالذکر اذالم تدع حاجۃ الیٰ رفعہ. ا (نووی شرح مسلم ص ۳۴۶ ج ۲)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جب جہر کی کوئی ضرورت پیش نہ آئے تو ذکر میں آواز پست رکھنی چاہیئے۔

بلکہ چاروں مذاہب کا اس بات پر فیصلہ ہے کہ بلند آواز سے ذکر کرنا مستحب نہیں ہے۔

ابن بطال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

المذاھب الاربعۃ علی عدم استحبابہ (ھامش البخاری ص ۱۱۶ ج ۱ باب الذکر بعد الصلوٰۃ وھذہ الالفاظ فی ص ۲۷۰ ج ۱ البدایۃ والنھایۃ، دار الفکر بیروت)

(نوی مع المسلم ص ۲۱۷ ج ۲)

مذاہب اربعہ اس بات پر متفق ہیں کہ بلند آواز سے تکبیر اور ذکر مستحب نہیں ہے۔

حضرت ملا علی القاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

قد نص بعض علمائنا بان رفع الصوت فی المسجد ولو بالذکر حرام.

(مرقات ص ۱۷۱ ج ۱۰ طبع ملتان)

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

ہمارے بعض علماء نے صراحت سے فرمایا ہے کہ مسجد میں آواز بلند کرنا حرام ہے اگرچہ ذکر کی آواز ہی کیوں نہ ہو۔

چند مواضع جھر سے مستثنیٰ ہیں:

مذکورہ بیان سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوئی کہ بلند آواز سے ذکر کرنا خاص کر چیخ مارنا جس کو علماء جھرِ مفرط سے تعبیر کرتے ہیں یہ بدعت ہے البتہ بعض مواضع مستثنیٰ ہیں جہاں آواز کو بلند کیا جا سکتا ہے جیسے اذان، اقامت، تکبیراتِ تشریق، تکبیرات انتقال نماز میں مقتدی کا امام کو فتح (لقمہ) دینا، حج کا تلبیہ وغیرہ جس پر دلائل موجود ہیں۔

حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ثم اجمع العلماء علی ان الذکر سرًّا هو الافضل و الجهر بالذکر بدعة الا فی مواضع مخصوصة مست الحاجة فیها الی الجهر کالاذان، والاقامة وتکبیرات التشریق وتکبیرات الانتقال فی الصلوة للامام والتسبیح للمقتدی اذا ناب نائبة والتلبیة فی الحج ونحو ذلک۔ (تفسیر مظہری ص ۳۶۱ ج ۳)

پھر اس پر علماء کا اجماع ہے کہ ذکر آہستہ ہی بہتر ہے اور ذکر بالجہر بدعت ہے سوائے ان جگہوں کے جن میں خصوصیت سے جہر کی حاجت پیش آئے مثلاً اذان، اقامت، تکبیرات تشریق اور امام کے لئے نماز میں انتقال کے لئے تکبیریں اور جب کوئی ضرورت پیش آئے تو مقتدی کا تسبیح کہنا اور حج میں تلبیہ اور اسی کے مانند اور مواقع۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

حضرت شاہ محمد اسحاق صاحب دہلویؒ اس مسئلہ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ذکر جهر درمذهب حنفيه بدعت است مگر جائيكه دران ذكر جهر آمده مثل اذان وغيره دران بدعت نيست وماسوائے آن بدعت است قال في فتح القدير والاصل في الاذكار الاخفاء والجهر بها بدعة.

(مأة مسائل ص ۸۰۔ فتح القدیر ص ۴۳۰ ج ا طبع محمد علی مصر و ا لمستخلص ص ۳۰۲)

"ذکر بالجھر" مذہب حنفیہ میں بدعت ہے مگر اس جگہ جہاں ذکر بالجہر کا حکم آیا ہو مثلاً اذان وغیرہ کہ اس میں آواز بلند کرنا بدعت نہیں۔ اور اس کے علاوہ بدعت ہے فتح القدیر میں ہے کہ اذکار میں اصل اخفاء ہے اور بلند آواز سے ذکر کرنا بدعت ہے۔

اسی طرح آمین کے بارے میں ہمارے فقہاء کرامؒ لکھتے ہیں کہ آمین آہستہ کہنا بہتر ہے اس لئے کہ آمین دعاء ہے اور دعاء میں اصل اخفاء ہے۔

صاحب ہدایہ وغیرہ علماء لکھتے ہیں...... ولانه دعاء فيكون مبناه على الاخفاء

(هداية ص ۱۰۵، المستخلص ص ۲۹۸ عمدة الرعاية على شرح الوقاية ص ۱۶۷، العناية على فتح القدير ص ۱۷۷ ج ۱، كبيرى ص ۲۷۵)

آمین دعا ہے بس اس کی بناء اخفاء پر ہے۔

البتہ بعض مواضع میں جہری ذکر ان مذکورہ مواضع کے علاوہ میں بھی آیا ہے تو وہ محمول ہے تعلیم پر۔ جیسا کہ شاہ اسحٰق صاحب دہلویؒ لکھتے ہیں:

و آنچه دربعض احاديث ذكر جهر ثابت است بغير مواضع

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

مقرر پس بنابر تعلیم است (مأة مسائل ص۸۱)

اور جو بعض احادیث سے ان جگہوں کے علاوہ جہر ثابت ہوتا ہے بغیر مواضع مقررہ کے تو وہ تعلیم پر محمول ہے۔

اسی طرح امام نوویؒ نے امام شافعیؒ سے نقل کیا ہے۔ (نووی علی المسلم ص ۲۱۷ ج ۱)

علامہ ابن الحاجؒ تحریر فرماتے ہیں: انما جهر قليلا لتعلم الناس منه۔

(المدخل لابن الحاج ص ۱۰۳ ج ۱)

یقیناً نبی علیہ السلام کبھی کبھی جھر کرتے تھے تا کہ لوگ اس سے سیکھیں۔

لیکن جب تعلیم وغیرہ حاصل ہو جائے تو پھر جہر نہیں کرنا چاہئے، جیسا کہ آگے لکھتے ہیں۔ فان حصل التعليم امسک . (مدخل ص ۱۰۹ ج ۱ طبع مصر)

جب تعلیم حاصل ہو جائے تو جہر سے رک جائے۔

وجد اور جذبہ اپنے آپ پر طاری کرنا بدعتیوں کا عمل ہے:

اس بات سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ ذکر ایک بہترین عمل ہے قرآن کریم میں اس کا بہت کثرت سے ذکر آیا ہے جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۝

(سورۃ الاحزاب آیت نمبر ۴۱، ۴۲)

اے ایمان والو! تم اللہ کو خوب کثرت سے یاد کرو اور صبح وشام اس کی تسبیح کرتے رہو۔ اسی طرح اور بہت سی آیتوں سے ذکر کی کثرت معلوم ہوتی ہے، مثلاً سورۃ الاحزاب ایت نمبر ۲۱، انفال ایت نمبر/۲ وغیرہ ۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

اور ذکر کی فضیلت منقبت اور اہمیت کو ذکر کرنے کیلئے مستقل رسالہ درکار ہے میں ایک حدیث کے ذکر کرنے پر اکتفاء کرتا ہوں شائقین حضرات احادیث کی کتابوں کی طرف رجوع کریں۔

عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

ان رجلاً قال :یارسول اللّٰہ ان شرائع الاسلام قد کثرت علیّ فاخبرنی بشیئ أتشبث بہ قال (رسول اللّٰہ ﷺ) لایزال لسانک رطبامن ذکر اللّٰہ۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۹۸ ج اور ترمذی ص ۱۹۵ ج ۲)

ایک شخص نے نبی ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ اسلام کے احکام مجھ پر بہت غالب آگئے ہیں کوئی ایسی چیز مجھ کو بتا دیجئے کہ میں ان پر بھروسہ کرلوں آپ نے فرمایا تیری زبان ہمیشہ ذکر الٰہی سے تر رہے۔

لیکن ان ترغیبات کے باوجود ذکر اپنے موقع محل پر کرنا چاہئیے۔

لیکن قصداً اپنے او پر وجد اور بے ہوشی طاری کرنا اور چیخ مارنا ثابت نہیں اور ایسا نہیں کرنا چاہئیے اسلئے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ جب نیک لوگوں کی صفات ذکر کرتے ہیں تو ان میں یہ صفت بھی ذکر کی ہے کہ کتاب اللہ سننے کے وقت وہ روتے ہیں اور ان کے دل نرم ہو جاتے ہیں اور ان کے بدن کانپ جاتے ہیں اللہ کی ڈر کی وجہ سے، نہ یہ کہ ان پر وجد آتا ہے جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَللّٰہُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ کِتَابًا مُّتَشَابِھًا مَّثَانِیَ تَقْشَعِرُّ مِنْہُ جُلُوْدُ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّھُمْ ثُمَّ تَلِیْنُ جُلُوْدُھُمْ وَقُلُوْبُھُمْ اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ الخ۔

(سورۃ الزمر آیت نمبر/۲۳)

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

اللہ تعالیٰ نے بڑا عمدہ کلام نازل فرمایا ہے جو ایسی کتاب ہے کہ باہم ملتی جلتی ہے بار بار دہرائی گئی ہے جس سے ان لوگوں کے جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں بدن کانپ اٹھتے ہیں پھر ان کے بدن اور دل نرم ہو کر اللہ کی ذکر کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں۔

اسی طرح دوسرے مقام پر اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَاذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ الخ.

(سورۃ الانفال ایت نمبر ۲)

بس ایمان والے تو ایسے ہوتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر آتا ہے تو ان کے قلوب ڈر جاتے ہیں۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَی الرَّسُوْلِ تَرٰٓی اَعْیُنَھُمْ تَفِیْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاکْتُبْنَا مَعَ الشّٰھِدِیْنَ ۝.

(سورۃ المائدۃ ایت نمبر/۸۳)

اور جب وہ اس (کلام) کو سنتے ہیں جو رسول کی طرف بھیجا گیا ہے تو آپ ان کی آنکھیں آنسو سے بہتی ہوئی دیکھتے ہیں اس سبب سے کہ انہوں نے حق کو پہچان لیا یوں کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہم مسلمان ہو گئے تو ہم کو بھی ان لوگوں کیساتھ لکھ لیجئے جو تصدیق کرتے ہیں۔

ان مذکورہ آیتوں سے نیک بندوں کی صفات واضح ہوئیں، اب ایک حدیث بھی ذکر کرتا ہوں۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

مطرف بن عبداللہ بن شخیر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں:

قال اتیت النبی ﷺ وهو یصلی لجوفه ازیز کازیز المرجل یعنی یبکی (مشکوۃ ص ۹۱ ج ۱ وهکذافی حیاۃ الصحابۃ ص ۱۷۳ ج ۳ لمولانایوسف کاندھلوی ؒ والاعتصام ص ۲۷۵ ج ۱)

''انہوں نے کہا میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ اس وقت نماز پڑھ رہے تھے اور آپ کے سینے سے ایسی آواز آ رہی تھی، جیسے دیگ کے جوش کرنے کی آواز ہوتی ہے یعنی رو رہے تھے۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ سورۃ الزمر کی آیت تلاوت فرمائی پھر اس کے بعد فرمایا: هذانعت اولیاء الله نعتهم الله عزّوجلّ ان تقشعر جلودهم وتبکی اعینهم وتطمئن قلوبهم الیٰ ذکر الله ولم ینعتهم بذهاب عقولهم والغشیان علیهم انما هذا فی اهل البدع وهذامن الشیطان. (ابن کثیر ص ۵۱ ج ۴، روح المعانی ص ۲۶۰ ج ۲۳۔ نشر المرجان ص ۳۰۲)

یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے دوستوں کی صفت ہے کہ اللہ عزوجل نے ان کی صفت بیان کی ہے کہ ان کے بدن کانپتے ہیں اور ان کی آنکھیں روتی ہیں اور ان کے دلوں کو اطمینان ملتا ہے اللہ کے ذکر سے اور یہ صفت بیان نہیں کی کہ ان کی عقول ماؤف ہو جاتے ہیں اور ان پر بے ہوشی آتی ہے یقیناً یہ بدعتیوں کا عمل ہے اور یہ شیطان کی طرف سے ہے۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

امام شاطبیؒ نے اس مسئلہ پر تفصیلی بحث کی ہے میں صرف نشاندھی کرنا چاہتا ہوں چنانچہ وہ لکھتے ہیں......

وعن انس بن مالک انه سئل عن القوم يقرأ عليهم القرآن فيصعقون فقال ذلک فعل الخوارج. (الاعتصام ص ۲۷۶ ج ۱)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ایک قوم کے متعلق پوچھا گیا کہ جب ان پر قرآن پڑھا جاتا ہے تو وہ بے ہوش ہو جاتے ہیں پس اس نے کہا کہ یہ خوارج کا عمل ہے۔

وسئل محمد بن سرين عن الرجل يقرأ فيصعق فقال ميعاد مابيننا وبينه ان يجلس علىٰ حائط ثم يقرأ عليه القرآن من اوله الى آخره فان وقع فهو كماقال وهذا حسن فى الحق والباطل ۔

(الاعتصام ص ۲۷۷ ج ۲، روح المعانی ص ۵۷ ج ۲۳)

محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ سے ایک شخص کے بارے میں پوچھا گیا کہ جب اس پر قرآن پڑھا جاتا ہے تو وہ بے ہوش ہو جاتا ہے تو اس نے جواب میں کہا: ہمارے اور اس کے درمیان معاہدہ یہ ہے کہ اس کو دیوار پر بٹھایا جائے پھر شروع سے آخر تک اس پر قرآن پڑھا جائے پس اگر وہ دیوار سے گر گیا تو قول اسی کا ہے (یعنی واقعی بے اختیار جذبہ ہے اس پر) اور یہ بات اچھی ہے باطل پرست اور حق پرست کے پہچاننے کے بارے میں۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

امام شاطبیؒ تفصیل کے بعد لکھتے ہیں: هذا كله من الشيطان يلعب بهم وهذا كله بدعة وضلالة. (الاعتصام ص ۲۷۹ ج۱)

یہ سب شیطان کی طرف سے ہے جو ان کے ساتھ کھیلتا رہتا ہے اور یہ سب بدعت اور گمراہی ہے۔

اخون درویزہ صاحب، پیر باباؒ کے مرید لکھتے ہیں:

ومايفعله الذين يدعون الوجد والمحبة لا اصل له ويمنع الصوفيه من رفع الصوت وتخريق الثياب.

(تذکرۃ الابرار والاشرار ص ۲۳۹ وکذا فی مائۃ مسائل ص ۸۱ نقلا عن الفتاوی العالمیۃ)

اور وہ عمل جو وجد اور محبت کے دعویدار کرتے ہیں اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ اور منع کیا جائے گا صوفیوں کو آواز بلند کرنے اور کپڑے پھاڑنے سے۔

علامہ شامیؒ فرماتے ہیں کہ مختار اور ملتقیٰ میں نبی ﷺ سے منقول ہے کہ آپ ﷺ برا جانتے تھے آواز بلند کرنے کو قرآن پڑھتے وقت اور جنازہ اور کفار کے مقابلے اور وعظ کرنے کے وقت۔ آگے علامہ شامیؒ فرماتے ہیں:

فماظنك عند الغناء الذى يسمونه وجدا ومحبة فانه مكروه لا اصل له فى الدين. (شامی ص ۲۸۱ ج۵)

پس کیا گمان ہے آپ کا اس غناء کے بارے میں جس کا وجد اور محبت نام رکھا گیا ہے پس یقیناً یہ مکروہ ہے، دین میں اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

خلاصہ کلام یہ ہے کہ جنازہ کیساتھ جھراً ذکر کرنا اس کا ثبوت شریعت مطہرہ میں نہیں ہے۔

بلکہ اصل دعاء، ذکر واذکار، تسبیحات وغیرہ میں اخفاء ہی ہے یہاں تک کہ حسن بصریؒ سے منقول ہے کہ جھراً اور سراً اذکر میں ستر درجہ فرق ہے۔

(روح المعانی ص ۱۳۹ ج ۸، مظہری ص ۳۶۱ ج ۳، مرقات ص ۵۹ ج ۵)

اور چیخ مارنا، اسی طرح پکارنا، اور خصوصاً وجد، جذبہ اور بے ہوشی اپنے پر طاری کرنا منع ہے اور یہ بدعت اور گمراہی ہے۔ اور بعض مواضع اس سے مستثنیٰ ہیں مثلاً اذان، اقامت، وغیرہ اس کے علاوہ بعض جگہوں میں تعلیم کیلئے جھراً اذکر آیا ہے۔

البتہ جن مواضع میں (۱) ریاء کا خطرہ نہ ہو (۲) اور نماز پڑھنے والا اپنی نماز سے نہ نکلتا ہو (۳) اور سوئے ہوئے لوگوں کو تکلیف نہ پہنچتی ہو (۴) سننے والوں کو نفع پہنچانا (۵) یا اپنے دل کو بیدار کرنا (۶) یا اپنی فکر کو درست کرنا (۷) یا اپنے سے نیند کو دفع کرنا مقصود ہو تو وہاں جھراً اذکر کر سکتے ہیں یعنی اس کا جواز ہے جیسے علماء کرامؒ نے لکھا ہے۔

(امداد المفتین ص ۱۰۸، فتاویٰ خیریہ ص ۱۸۱ شامی ص ۴۸۸ ج ۱)

لیکن زمانہ حال میں ریاء سے بچنا بڑی مشکل بات ہے۔

جنازہ لے جانے کا مسنون طریقہ:

موجودہ دور میں یہ طریقہ بھی رائج ہوا ہے کہ جب جنازہ کو مقبرہ کی طرف لیکر چلتے ہیں تو لوگ مولوی صاحب کو بلاتے ہیں کہ آؤ اور اس کیلئے قدم شمار کرو تو مولوی صاحب چارپائی کے کبھی ایک پایہ کو پکڑتے ہیں اور کبھی دوسرے پایہ کو اور آہستہ آہستہ

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

چلتے ہیں اور زور نہیں لگاتے۔ اور یہی طریقہ لوگوں میں مشہور ہے...... اور اپنے عرف میں اس کو قدم شمار کرنا کہا جاتا ہے...... حالانکہ شریعت میں اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ اصل میں یہ ایک اختلافی مسئلہ ہے کہ مردے کو لیجانے میں سنت کتنے آدمی ہیں، ہمارے احناف کا مذہب یہ ہے کہ اگر کوئی عذر نہ ہو چار آدمی جنازہ کو لیجائینگے اور پھر اس میں سنت طریقہ یہ ہے کہ سرہانے کا پایہ پہلے داہنے مونڈھے پر رکھے دس قدم کے بعد اس کے پیچھے والا پایا پھر دس قدم پر بائیں طرف سرہانے کا دوسرا پایہ پھر دس قدم کے بعد اس کے پیچھے والا پایہ مونڈھے پر رکھے۔ ابن ہمام حنفیؒ ابن ابی شیبہ اور عبدالرزاقؒ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ علی الازدیؒ فرماتے ہیں......

رأیت ابن عمرؓ فی جنازۃ فحمل بجوانب السریر الاربع۔

(فتح القدیر ص ۴۶۸ ج ۱)

میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو ایک جنازہ لیجاتے دیکھا تو انہوں نے جنازہ کو چاروں طرف سے اٹھایا (باری باری)۔

ملک العلماء علامہ کاسانیؒ متوفی (س ۵۸۷ ھ) فرماتے ہیں:

ومن ارادا کمال السنۃ فی حمل الجنازۃ ینبغی لہ ان یحملھا من الجوانب الاربع لما روینا عن ابن عمرؓ انہ کان یدور علی الجنازۃ علی جوانبھا الاربع فیضعُ مقدم الجنازۃ علی یمینہ ثم مؤخرھا ثم مقدمھا علی یسارہ کمابیّن فی الجامع الصغیر۔ (بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع ص ۳۰۹ ج ۱)

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

اور جو ارادہ کرے کمالِ سنت کا جنازہ لیجانے میں تو مناسب ہے اس کیلئے کہ اٹھائے جنازہ کو چاروں طرف سے اس حدیث کی وجہ سے جو ہم نے روایت کی ہے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہ وہ جنازہ پر چاروں طرف چکر لگاتے تھے سرہانے کو پہلے داہنے مونڈھے پر رکھتے پھر پیچھے والے پائے کو داہنے مونڈھے پر پھر سرہانے والے پائے کو بائیں مونڈھے پر اور پھر پیچھے والے پائے کو بائیں مونڈھے پر جیسا کہ جامع صغیر میں مذکور ہے۔ اسی طرح اور فقہاء نے بھی لکھا ہے اور بعض نے چالیس قدم کا ذکر کیا ہے۔ (دیکھئے نور الایضاح ص ۱۳۰ شامی ص ۶۵۷ ج ۱، فتاویٰ عالمگیری ص ۱۶۲ ج ۱)

تو حاصل یہ ہے کہ فقہاء نے ہر اٹھانے والے کے لئے یہ طریقہ بتلایا ہے۔ اور یہ کسی نے بھی نہیں لکھا ہے کہ مکر اور فریب کا ہاتھ صرف جنازہ پر رکھیں اور اس کو قصداً زور نہیں دے اور جنازہ نہ لے کے جائے اور ایسے ناز و نخرے سے قدم رکھتا جائے، اور پھر اس میں مولوی کی تخصیص کہاں سے آئی؟ یہ اپنی طرف سے ایک عمل رائج کیا ہوا ہے اور اسی طرح تخصیصات اپنی طرف سے کرنا بدعت ہے جیسا کہ ماقبل باحوالہ گذر چکا ہے۔

میت کو دفن کرنے کا مسنون طریقہ:

اور ایک دوسرا طریقہ بھی اسی طرح کا بہت مشہور ہوا ہے کہ جب میت کو قبر میں رکھدیا جاتا ہے تو مولوی صاحب کو بلاتے ہیں کہ آؤ اور اس کو سپرد کردو۔ تو مولوی صاحب قبر میں اتر جاتے ہیں اور میت کو سپرد کرنے کے الفاظ اس کے کان میں کہتے ہیں اگرچہ یہ میت کوئی اجنبیہ عورت ہی کیوں نہ ہو اور اس عمل کو مولوی صاحب پر ضروری اور لازمی کیا

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

ہے اوراپنے عرف میں اسکوسپرد کرنا کہا جاتا ہے۔حالانکہ میت کوقبر میں رکھنے والے اوگ وہ الفاظ کہیں گے جوحدیث مبارک میں آئے ہیں یہ نہیں کہ وہ کچھ بھی نہیں کہے گا اور میت کوقبر میں رکھنے کے بعداس کوبلایا جائے کہ آؤ اوراس کوسپرد کردو۔

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے: ان النبی ﷺ کان اذادخل المیّت القبر قال بسم اللّٰہ وباللّٰہ وعلیٰ ملّة رسول اللّٰہ وفی روایة وعلی سنة رسول اللّٰہ.

(رواہ احمد والترمذی وابن ماجة مشکوٰۃ ص۱۴۸ ج ا ،ترمذی ص۱۵۷ ج ا ،ابن ماجة ص ۱۱۲ ، ابوداؤد ص ۴۵۸)

نبی اکرم ﷺ جب کسی میت کوقبر کے اندراتارتے تو یہ دعافرماتے "بسم اللّٰہ وباللّٰہ وعلی ملة رسول اللّٰہ "......یا ...... وعلی سنّةِ رسول اللّٰہ ، اتارتاہوں میں تجھ کوقبر میں خدا کے نام سے خدا کے حکم سے اوررسول خدا کی شریعت کے موافق ،اورایک روایت میں یہ الفاظ ہیں یعنی رسول اللہ ﷺ کے طریقے پر۔

اس حدیث کے بعدفقہاءکرامؒ کا فیصلہ بھی سماعت فرمائیں۔

فقہاءکرامؒ لکھتے ہیں کہ میت کوقبر میں رکھنے والے یہ الفاظ کہیں گے " بسم اللّٰہ وباللّٰہ وعلی ملة رسول اللّٰہ "چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

ویقول واضعه بسم اللّٰہ وباللّٰہ وعلی ملة رسول اللّٰہ۔

(بدائع الصنائع ص۳۱۹ ج ا ،الدرالمختار ص۶۶۰ ج ا ،ہدایہ ص۱۸۲ ج ا فتح القدیر ص۱۷۴ ج ا ،شرح الوقایة ص۲۱۰)

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

اور میت کو رکھنے والا یہ کلمہ کہے گا......! "بسم اللّٰه وباللّٰه وعلى ملة رسول اللّٰه"

اور بعض فقہاء نے اس کے ساتھ یہ بھی لکھا ہے......وفی سبیل اللہ۔ اور ایک روایت میں دو کلمے ارشاد فرمائے ہیں "بسم اللّٰه وعلى ملة رسول اللّٰه"

بہر حال یہ وہ کلمات ہیں جو میت کو رکھنے والے لوگ کہیں گے یہ نہیں کہ یہ صرف مولوی صاحب کے ساتھ خاص ہے اور باقی لوگ ایسے ہی کھڑے رہیں۔

باقی کسی عورت کو قبر میں اتارنے کے متعلق فقہاء کرامؒ لکھتے ہیں کہ ذو رحم محرم (محرم رشتہ دار) زیادہ حق دار ہے کہ وہ عورت کو قبر میں اتارے۔

چنانچہ فقہاء کرامؒ لکھتے ہیں:

وذو الرحم المحرم اولیٰ بادخال المرءة القبر من غيره لانه يجوز له مسها حالة الحياة وكذا بعد الموت۔

(بدائع الصنائع ص ۳۲۰ ج ۱، البحر الرائق ص ۱۹۳ ج ۲)

ذی رحم محرم شخص عورت کو قبر میں اتارنے کا زیادہ حق دار ہے غیر لوگوں سے اس لئے کہ جائز تھا اس کیلئے اس عورت کو چھونا زندگی میں، تو اسی طرح حکم اس کے مرنے کے بعد بھی ہے۔

البتہ اگر ذو رحم محرم نہ ہو تو پھر اور اقارب رشتہ دار وغیرہ اس کو قبر میں اتار سکتے ہیں۔

عورتوں کا قبرستان جانا:

یہ بھی ایک طریقہ مقرر اور مشہور ہوا ہے کہ میت کے دفن کرنے کے بعد دوسرے تیسرے دن بغیر کسی ضرورت وحاجت کے میت کی رشتہ دار عورتیں اور اس

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

کیساتھ پڑوس وغیرہ کی عورتیں قبرستان جاتی ہیں۔اور کبھی اتنی عورتیں جمع ہوجاتی ہیں کہ بہت بڑا مجمع ہوجاتا ہے اوراس عمل کو بے حد ضروری سمجھتی ہیں تو میں اپنا ذمہ پورا کرتے ہوئے اس پر بھی کچھ لکھتا ہوں۔(واللّٰہ المستعان وعلیہ التکلان)

اسلام کے شروع دور میں مسلمانوں کو قبرستان جانے سے منع کیا گیا تھا۔اور پھر بعد میں اجازت دی گئی اور زیارۃ القبور کا مقصد دنیا سے بے رغبتی،اور آخرت کا یاد کرنا ہے۔جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

عن ابن مسعود رضی اللّٰہ عنہ ان رسول اللّٰہ ﷺ قال کنت نھیتکم عن زیارۃ القبور فزوروھا فانھا تزھّد فی الدنیا وتذکرۃ الاخرۃ۔

(ابن ماجہ ص ۱۱۴،وکذافی مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۵۴ ج ۱)

حضرت ابن مسعودرضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں تم کو قبروں کی زیارت سے منع کیا کرتا تھا۔اب تم ان کی زیارت کیا کرو اس لئے کہ قبروں کی زیارت کرنا بیزار کرتا ہے دنیا سے اور آخرت کو یاددلاتا ہے۔

امام ترمذیؒ لکھتے ہیں بعض اہل علم نے رخصت اور اجازت کے اندر عورتوں کو بھی داخل کیا ہے،اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ زیارۃ القبور عورتوں کے لئے منع ہے۔منع کرنے کی وجہ لکھتے ہیں: لقلة صبرھن و کثرۃ جزعھن۔ (ترمذی ص ۱۵۸ ج ۱)

کہ ان کے صبر کی کمی کی وجہ سے اور زیادت جزع وفزع کی وجہ سے۔

ملا علی القاریؒ نے نوویؒ کے حوالے سے زیارۃ القبور کے متعلق دو قول ذکر

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

کئے ہیں لیکن آگے لکھتے ہیں:

قطع الاکثرون بالکراهة ومنهم من قال لایکره اذاامنت الفتنة۔

(المرقات ص ۱۱۲ ج ۴ وکذا حاشیہ المشکوٰۃ ص ۱۵۴ ج ۱، وفتح الباری ص ۱۴۸، ص ۱۴۹ ج ۳)

کہ اکثر علماء نے مکروہ ہونے کا فیصلہ کیا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ جب فتنہ سے امن ہو تو مکروہ نہیں ہے۔

لیکن آج کل زیب وزینت میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کا شوق اور بے حیائی کا بازار گرم ہے اور فتنہ سے بچاؤ مشکل ہے لہذا اکثر علماء کے فیصلے پر عمل کرتے ہوئے عورتوں کا قبرستان جانا جائز نہیں ہے۔

علامہ قنوجیؒ نے اس مسئلہ کو تفصیل سے ذکر کیا ہے اور آخر میں لکھتے ہیں:

الحاصل ازقول ابن عبدالبر واز کلام بخاری و امام نوویؒ شارح صحیح مسلم وعبدالرحیم طاهری شارح ترمذی وصاحب شرح برزخ ومصنف حجة العلماء وصاحب در البحار وشارح نور الایضاح وصاحب در البحور وفتاوی رحمانی وتحفة الفقهاء و کنز العبادوحجة الاسلام وخلاصة الفقهاء، ومسائل الاموات، و کفایه شعبی وتارتار خوانی، وابراهیم شاهی، ومجالس الابرار ونصاب الاحتساب، وما لابد منه، بخوبی واضح گشت که زیارة قبورزنان را حرام ومکروه است بقول اصح۔ (تفہیم المسائل ص ۱۲۰ طبع محمدی لاہور)

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

ابن عبدالبرؒ کے قول کا حاصل اور عینی شارح بخاری کا کلام اور امام نووی شارح مسلم، اور عبدالرحیم طاہری شارح ترمذی، اور صاحب شرح برزخ، اور مصنف حجۃ العلماء اور صاحب در البحار، اور شارح نورالا یضاح، اور صاحب درالبحور، اور فتاویٰ رحمانی والا، اور تحفۃ الفقہاء، اور کنز العباد، اور حجۃ الاسلام، اور خلاصۃ الفقہاء اور مسائل الاموات کا، اور کفایہ شعبی کا، اور تارتار خوانی اور ابراہیم شاہی کا، اور مجالس الابرار کا اور نصاب الاحتساب اور مالابدّ منہ یعنی ان سے بخوبی یہ بات واضح ہوئی کہ عورتوں کے لئے قبروں کی زیارت صحیح تر قول کے مطابق حرام اور مکروہ ہے۔

یعنی اکیس کتابوں کے حوالے سے صاحب موصوف نے اس بات کو بالکل واضح کیا ہے کہ عورتوں کا قبرستان جانا ممنوع اور حرام ہے۔

علامہ ابن الحاج حنبلیؒ نے پہلے علماء کا اختلاف نقل کیا ہے کہ ایک قول منع کا ہے۔ اور دوسرا قول جواز کا ہے بشرطیکہ حفاظت اور پردے کیساتھ ہو۔ اور تیسرا قول بوڑھی اور جوان عورت میں فرق کا ہے۔ پھر اس کے بعد لکھتے ہیں:

واعلم ان الخلاف المذکور بین العلماء انماهو فی نساء ذلک الزمان علی مایعلم من عادتهن فی الاتباع کما تقدم واما خروجهن فی هذا الزمان فمعا ذا للّٰه ان یقول احدمن العلماء اومن له مروّة اوغیرة فی الدین بجواز ذالک فان وقعت ضرورة للخروج فلیکن ذلک علی مایعلم فی الشرع من الستر کما تقدّم لاعلی مایعلم من عادتهن اللمیمة

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

فی ھذا۔ (المدخل ص ۲۴۵ ج ا طبع مصطفیٰ الحنبلی بمصر)۔

اور جان لو کہ مذکورہ اختلاف علماء کے درمیان یہ اس (پہلے) زمانے کی عورتوں کے بارے میں ہے کہ ان کی عادت معلوم تھی شریعت کی اتباع میں جیسے کہ پہلے ذکر ہوا ہے اور جو نکلنا ہے عورتوں کا اس (ہمارے) زمانے میں تو معاذ اللہ کہ قول کرے جواز کا علماء میں سے کوئی یا جس کے لئے مروّت اور غیرت ہو دین کی اور اگر نکلنے کی ضرورت پیش آئے تو پردے کے معلوم طریقہ سے نکلے جیسے پہلے ذکر ہوا ہے نہ اس طریقہ پر کہ جو معلوم ہے بری عادات میں سے عورتوں کے نکلنے کے۔

ابراہیم حلبیؒ نے شرح منیۃ المصلی میں لکھا ہے:

ویستحب زیارۃ القبور للرجال وتکرہ للنساء۔ (کبیری ص ۵۹۸)

زیارت قبور مردوں کے لئے مستحب اور عورتوں کے لئے مکروہ ہے۔

علامہ عینیؒ لکھتے ہیں:

وحاصل الکلام من ھذا کلہ ان زیارۃ القبور مکروھۃ للنساء بل حرام فی ھذالزمان: انتھیٰ۔ (عینی شرح البخاری ص ۷۰ ج ۸)

حاصل کلام اس تمام بحث کا یہ ہے کہ عورتوں کے لیے زیارت قبور مکروہ ہے بلکہ اس موجودہ وقت میں حرام ہے۔

جناب شیخ الحدیث مولانا عبدالخالق الکلکوتیؒ (المتوفی ۱۴۰۲ھ) لکھتے ہیں:

لکن لفساد الزمان و کثرۃ الفتن زیارۃ القبور لھن مکروھۃ بل ھی

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

حرام لنساء زماننا۔ (غنیۃ القاری شرح البخاری لشیخ عبدالخالق الکلناوی ؒ ص ۱۷۳ ج ۱)

لیکن زمانے کے فساد کی وجہ سے اور فتنوں کی کثرت کی وجہ سے زیارت قبور عورتوں کیلئے مکروہ ہے بلکہ ہمارے زمانے کی عورتوں کیلئے حرام ہے۔

الشہیر فی الآفاق شاہ محمد اسحاق دہلوی ؒ تحریر فرماتے ہیں:

وزنان رازیارۃ قبور بقول اصح مکروہ تحریمی است چنانچہ درمستملی مرقوم است. ویستحب زیارۃ القبور للرجال وتکرہ للنساء.

عورتوں کے لئے زیارت قبور بنا بر اصح قول مکروہ تحریمی ہے، جیسا کہ مستملی میں لکھا ہے کہ زیارت قبور مردوں کے لئے مستحب اور عورتوں کیلئے مکروہ ہے۔

جناب مجدد وقت شیخ القرآن والحدیث حضرت مولانا محمد طاہر صاحب ؒ نے بھی بہت ساری کتابوں کے حوالوں مثلاً عینی، حاشیہ نسائی، مدخل، شامی، کبیری، طحطاوی، نصاب الاحتساب، مجالس الابرار، مواہب لدنیہ، زرقانی، شرح سیر کبیر سے، یہ مسئلہ واضح کیا ہے کہ عورتوں کے لئے قبرستان جانا منع ہے اس لئے کہ زیارت قبور کے بہانے سے فحاشی اور بے حیائی پھیلتی ہے۔ (الانتصار لسنۃ سیّد الابرار ص ۶۸)

اب وہ احادیث ملاحظہ فرمائیں کہ جس کی وجہ سے علماء دین عورتوں کو زیارت قبور سے منع کرتے ہیں۔ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لعن زوّرات القبور۔

رسول اللہ ﷺ نے لعنت فرمائی ہے ان عورتوں پر جو قبروں کی زیارت کرتی ہیں۔

(ترمذی ص ۱۵۸ ج ۱ و ابن ماجہ ص ۱۱۴ ج ۱، مشکوٰۃ ص ۱۵۴ ج ۱، وزادالمعاد ص ۳۰۳ ج ۲)

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

اسی طرح ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

قال لعن رسول اللہ ﷺ زائرت القبور و المتخذین علیہا المساجد و السرج. (ابوداؤد ص ۴۶۱ ۔ ترمذی ص ۱۵۸، مشکوٰۃ ص ۷۱ ج ۱۔ نسائی ص ۲۲۲ ج ۱)

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر اور قبروں کو مسجد (سجدہ گاہ) بنا لینے والوں پر اور چراغ جلانے والوں پر لعنت فرمائی ہے۔ عقلمندوں کیلئے یہ بحث کافی ہے اور امید ہے کہ مرد حضرات اپنی عورتوں کو سمجھائیں گے اور ان کے ستر، پردے، اور حیاء کا خیال رکھیں گے اور قبرستان جانا موت کے وقت خصوصاً اور سیر و سیاحت کیلئے جانا عموماً، اس جانے پر پابندی لگائیں گے زمانہ حال میں عورتوں کا آزاد گھومنا پھرنا اور قبرستان جانا اور سیر و تفریح کیلئے درگاہوں پر جانا فتنے اور فساد سے خالی نہیں ہے۔ جیسا کہ ملا عبدالمؤمن حنفی دہلوی مشہور ہیں "ملا دو پیازہ" کے نام سے اپنی کتاب "النامہ" میں بعض الفاظ کے عجیب و غریب معنی لکھتے ہیں:

البادشاہ کاھل زمان، الوزیرھدف تیرے بے چارگان، النواب مجموعۃ تغافل، البیگم فساد درپردہ، الکوتوال نمونہ ملک الموت، القاضی میخ درگل، المفتی نوشت ھرچہ گفتی، الزیارۃ بھانہ گاہ فسق، المنجور مگس بے حیا. وغیرہ وغیرہ. (کذا فی نزھۃ الخواطر ص ۱۷۱ ج ۶)

تو قبروں کی زیارت کا معنی لکھتے ہیں کہ زیارت کا معنی آج کل ہے گناہ کے بہانوں کی جگہ۔ یہ مذکورہ بحث اس وقت ہے کہ جب یہ عورتیں قبرستان میں مردے

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

کیلئے دعاء کی خاطر جائیں اور ناجائز کام نہ کریں۔

اور اگر صاحب قبور سے اپنی حاجتیں مانگیں، یا وہاں نذر و نیاز پیش کریں یا طواف یا سجدہ قبروں کا کریں، یا قبر کے پتھر اپنے اوپر رگڑیں، یا قبر کی مٹی کھائیں، یا قبر کے غلاف کو چومیں، تو یہ سب ناجائز، حرام، گناہ کبیرہ ہے بلکہ صاحب قبر سے مانگنا اور اس کو ذمہ دار اور بیماریوں کیلئے کارساز سمجھنا ایسا شرک ہے کہ اس کی بخشش بغیر توبہ شرعی کے قبول نہیں ہے۔ اور یہ کام مرد اور عورتوں سب کیلئے منع ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو قبر پرستی کے مہلک مرض سے بچائے۔ آمین۔ اور مقبرہ کی مسنون دعاؤں میں سے ایک یہ ہے "السلام علیکم اهل الديار من المؤمنين والمسلمين وانّا ان شاء اللّٰه بكم للاحقون نسئال اللّٰه ولكم العافية" (ریاض الصالحین ص ۲۶۰)

مقبروں کی طرف سفر کرنے کا حکم

وہ قبور جو زیارت کنندہ کے قرب و جوار اور اس کے ملحقات سے ہوں اور ان میں سفر نہ کرنا پڑے ان کی زیارت کے لئے جانا یہ بلاشبہ مستحب ہے صرف مردوں کے لئے جس کی تفصیل ماقبل گذر چکی۔ اور اسی طرح کسی دینی یا دنیوی حاجت کے لئے سفر کر کے کسی دور کی جگہ پر پہنچتا ہے تو وہاں پہنچنے کے بعد اس مقام کی قبروں کی زیارت کرتا ہے تو یہ بھی زیارت قبور میں داخل ہے اس لئے کہ سفر زیارت قبور کے لئے نہیں تھا بلکہ کسی اور جائز مقصد کیلئے تھا۔ لیکن وہ قبور جو زائر کے مسکن سے دور ہیں اور وہاں پہنچنے کے لئے اڑتالیس میل سفر طے کرنا پڑتا ہے تو ایسی قبور کے لئے قصداً سفر کر کے جانا یعنی سفر سے مقصد صرف وہی قبریں ہوں اور دوسرا کوئی مطلب اس سفر سے مقصود نہ ہو، تو ایسا

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

سفر ثواب کی نیت سے کرنا ممنوع ہے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قال رسول اللّٰہ ﷺ لا تشد الرحال الا الی ثلا ثۃ مساجد، مسجد الحرام و المسجد الاقصیٰ و مسجد ی ھذا...... متفق علیہ۔

(مشکوٰۃ ص ۶۸ ج۱، بخاری ص ۱۵۸ ج۱ مسلم ص ۴۲۳ ج۱ ابن ماجہ ص ۱۰۲ ج۱، وفی ابی داؤد ص ۲۷۸، والنسائی ص ۸۱ عن ابی ھریرۃؓ)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سوائے تین مسجدوں کے کسی مسجد کی طرف سامان سفر نہ باندھا جائے مسجد حرام، مسجد اقصیٰ اور میری مسجد۔

یہاں استثناء مفرغ (یعنی مستثنیٰ منہ مذکور نہیں ہے) اور قانون عربیت کے موافق استثناء مفرغ میں چونکہ مستثنیٰ عام مقدر کیا جاتا ہے اس لئے یہاں بھی مستثنیٰ منہ کلمہ مسجد کا مقدر نہ کریں گے کیونکہ وہ خاص ہے بلکہ عام مقدر کریں گے مثلاً " الی بقعۃ من البقاع "تو معنی یہ ہوا کہ تین مساجد کے علاوہ کسی جگہ کی طرف ثواب حاصل کرنے کیلئے سفر نہ کیا جائے خواہ وہ شئے مسجد ہو یا قبر ہو۔ اور اگر مستثنیٰ منہ کو خاص مقرر کریں مثلاً الی مسجد من المساجد تو اس صورت میں معنیٰ ہوگا کہ تین مساجد کے علاوہ کسی مسجد کی طرف تبرک یا ثواب حاصل کرنے کی نیت سے سفر نہ کیا جائے۔ تو پھر دلالۃ النص سے مقبروں کی طرف سفر کرنے کی ممانعت ہوتی ہے اس لئے کہ بہترین جگہ مسجد ہے جیسا کہ حدیث پاک میں آتا ہے: شر البقاع اسواقھا وخیر البقاع مساجدھا۔

(رواہ ابن حبان فی صحیحہ عن ابن عمرؓ)۔ (مشکوٰۃ ص ۷۱ ج۱)

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

بدترین مقامات بازار ہیں اور بہترین مقامات مساجد ہیں۔

تو جب مسجدوں کی طرف سفر کرنے کی ممانعت ہے تو قبروں کی طرف سفر کرنا بطریقہ اولیٰ ممنوع ہے۔

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں کوہ طور سے واپسی پر حضرت بصرہ بن ابی بصرہ غفاریؓ کو ملا تو آپ نے فرمایا کہ کہاں سے آئے؟ میں نے جواب دیا کہ کوہ طور سے تو آپ نے فرمایا:

لو ادرکتک قبل ان تخرج الیه ماخرجت سمعت رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا تعمل المطی الا الیٰ ثلا ثة مساجد .

(الصارم المنکی فی الرد علی السبکی ص ۲۱، وھکذا علی ھامش البخاری ص ۱۵۸ ج ۱، موطأ امام مالک ص ۳۸ مسند احمد ص ۷ ج ٦ بحوالہ کتاب التوحید ص ۲۰٦ للشیخ عبدالغنی جاجرویؒ)

اگر میں تجھ کو کوہ طور کی طرف جانے سے پہلے پاتا تو آپ کوہ طور کی طرف نہ جاتے۔ اس لئے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا تھا کہ سواریوں کو کام میں نہ لایا جائے (یعنی سفر نہ کیا جائے) مگر تین مسجدوں کی طرف۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ شد رحال کی حدیث ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

اقول کان اهل الجاهلیة یقصدون مواضع معظمة بزعمهم یزورونها ویتبرکون بها وفیه من التحریف و الفساد . الایخفیٰ، فسد النبی صلی اللہ علیہ وسلم الفساد لئلا یلتحق غیر الشعائر بالشعائر ولئلا یصیر ذریعة لعبادة غیر الله تعالیٰ ...... والحق عندی ان القبر ومحل عبادة ولی من اولیاء الله

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

والطور كل ذلك سواء في النهي ـ

(حجة الله البالغة ص ۵۴۳ ج ۱ مطبوعة قديمى كتب خانه وكذا فى تفهيم المسائل ص ۴۴)

میں کہتا ہوں کہ اہل جاہلیت جن مقامات کو اپنے زعم میں معظم سمجھتے تھے ان کی زیارت اور برکت حاصل کرنے کی غرض سے سفر کرتے تھے اور اس میں دین کی تحریف اور فساد ہے جو پوشیدہ نہیں ہے بس نبی اکرم ﷺ نے اس فساد کا دروازہ بند کردیا تا کہ جو چیزیں شعائر اللہ میں نہیں وہ شعائر میں نہ مل جائیں اور یہ کہ غیر اللہ کی عبادت کا ذریعہ نہ بن جائیں اور میرے نزدیک حق بات یہ ہے کہ قبر اور اولیاء اللہ میں سے کسی کی عبادت گاہ اور کوہ طور سب کے سب ممنوع ہونے میں برابر ہیں۔

علامہ شامیؒ لکھتے ہیں:

قلت استفيد منه ندب الزيارة وان بعد محلها وهل تندب الرحلة لها كما اعتيد من الرحلة الىٰ زيارة خليل الرحمٰن واهله واولاده وزيارة السيد البدوى وغيره من الاكابر الكرام لم أر من صرح به من ائمتنا ـ

(شامی ص ۲۴۲ ج ۲ مطبوعہ ایچ ایم سعید کراچی)

میں کہتا ہوں اس سے معلوم ہوا کہ زیارت مستحب ہے اگرچہ اس کا محل دور ہو اور کیا مستحب ہے سفر کرنا قبور کا جس طرح مروج ہو چکا ہے سفر کرنا حضرت خلیل الرحمٰن اور ان کے اہل اور ان کی اولاد کی زیارت کے لئے اسی طرح سید محمود بدوی اور دوسرے اکابر بزرگوں کی زیارت کے لئے؟ میں نے اپنے ائمہ میں سے کسی کو نہیں دیکھا کہ اس سفر کے استحباب کی تصریح کی ہو۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

فائدہ:...... یہ عبارت علامہ شامیؒ کی اس مضمون میں واضح ہے کہ ہمارے ائمہ ثلاثہ (امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ) سے سفر قبور کے استحباب کی فقہ حنفی میں ان کو کوئی نقل نہیں ملی۔

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اس مسئلہ میں اختلاف کو ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وقال الاخرون ومنهم المولی ولی الله انما معنی الحديث هو النهي على التحريم۔

اور دوسرے علماء فرماتے ہیں جن میں حضرت شاہ ولی اللہؒ بھی داخل ہیں کہ معنی حدیث کا نہی تحریم کی ہے۔

پھر آگے لکھتے ہیں:

والمعنى الاخير هو الاولیٰ بالبيان في زماننا الذی شاع فيه الشرک وذاعت البدعات۔ (الکوکب الدری ص ۳۲۰ ج ۱ مطبوعہ ادارۃ القرآن)

”اور آخری معنیٰ (عموم نہی والا) کا بیان ہمارے زمانے میں اولیٰ ہے جس میں شرک شائع اور بدعات عام ہوچکی ہیں“

اشکال:...... البتہ اگر کسی کے ذھن میں جناب سرکار دو عالم ﷺ کے روضہ مبارک کے بارے میں کوئی اشکال آتا ہو تو اس کو ذھن سے نکال دے اس لئے کہ جب کوئی نبی ﷺ کی مسجد کی طرف سفر کرتا ہے تو وہ روضہ مبارک کی زیارت بھی کرتا ہے اسلئے آنحضرت ﷺ کا روضہ بھی یہی ہے۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

تین دن سے زیادہ تعزیت کرنا منع ہے:

ایک اور عمل عوام میں یہ رائج ہے کہ جب ایک انسان مر جاتا ہے تو وہ لوگ جنہوں نے تعزیت کی ہو بلکہ میت کے جنازہ میں بھی شرکت کی ہو تو وہ بار بار مصیبت زدہ لوگوں کے پاس اکھٹے ہوتے ہیں۔اور خصوصاً میت کے مرنے کے بعد جب عید آتی ہے تو کہتے ہیں کہ یہ اس کی پہلی عید ہے۔اور بار بار غم کو تازہ کرتے ہیں اور میت کے رشتہ داروں کو تکلیف دیتے ہیں۔اور مرد حضرات تو ایک طرف بلکہ عورتیں اس طریقہ کی زیادہ پابندی کرتی ہیں اور اس کو نہیں دیکھتیں کہ بار بار غم کو تازہ کرنا شیعوں کی مشابہت ہے اور ایک سنی مسلمان کے لئے یہ عمل مناسب نہیں۔

حضرت ام عطیہؓ سے روایت ہے:

کنا نهی ان نحدّ علی میت فوق ثلثة الاعلی زوج اربعة اشهر وعشرا. (الصحیح البخاری ص ۲۵ وص ۸۰۳ وص ۱۷۰)

ہمیں منع کیا گیا ہے کہ تین دن سے زیادہ کسی کا سوگ منائیں البتہ شوہر کے لئے سوگ کی مدت چار مہینے دس دن ہے۔

زینب بنت ابی سلمۃ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ جب ابو سفیان کی موت کی خبر حضرت ام المؤمنین ام حبیبۃ رضی اللہ عنھا کو پہنچی (جو ان کے والد تھے) تو تیسرے دن انہوں نے رنگ روغن (مہندی) لی اور ہاتھوں کو رنگ دیا اور کہنے لگیں:

ان کنت عن هذا الغنية لَوْلاانی سمعت رسول الله ﷺ يقول لايحل لامرأة تؤمن باالله واليوم الاخر ان تحدّ على ميت فوق ثلث الا

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

علی زوج فانها تحد علیها اربعة اشهر وعشرًا۔ (بخاری ص ۱۷۱ ج ۱)

یقینًا میں رنگ لگانے سے بے پرواہ ہوں (یعنی اس رنگ کا مجھے احتیاج نہیں) اگر میں رسول اللہ ﷺ سے یہ فرماتے ہوئے نہ سنتی کہ حلال نہیں کسی عورت کے لئے جو ایمان لاتی ہو اللہ پر اور روز آخرت پر کہ وہ تین دن سے زیادہ کسی کا سوگ منائے مگر شوہر پر عورت سوگ کرے چار مہینے اور دس دن۔

اسی طرح کا واقعہ امام بخاریؒ نے ام المؤمنین زینب بنت جحشؓ سے نقل کیا ہے ان کے بھائی کی وفات کے بعد۔ (بخاری ص ۱۷۱ ج ۱)

علماء کرام رحمہم اللہ نے تعزیت کی مدت تین دن ذکر کی ہیں:

شاہ محمد اسحٰق صاحب دہلویؒ تحریر فرماتے ہیں:

تعزیت نمودن ازوقت موت تاسہ روز جائز است وبعد سہ روز تعزیت کردن مکروہ است۔ مگر تعزیت کنندہ یاکسیکہ نزدوے برائے تعزیت بروند غائب باشد۔ پس دریں صورت بعد سہ روزھم اگر تعزیت کند جائز ست وباید کہ برائے تعزیت یکبار بروند چوں یکبار ازتعزیت فارغ شدہ باشند۔ بار دیگر رفتن برائے تعزیت نمی شاید۔

(مسائل اربعین ص ۴۷)

تعزیت کرنا موت سے لیکر تین دن تک جائز ہے اور تین دن کے بعد تعزیت کرنا مکروہ ہے۔ لیکن اس صورت میں کہ تعزیت کرنے والا یا وہ شخص جس سے تعزیت کی جاتی ہے غائب ہو۔ تو پھر اس صورت میں تین دن کے بعد بھی اگر تعزیت کرے تو جائز

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

ہے اور بایں کہ تعزیت کے لئے ایک مرتبہ جائے۔ اور جب تعزیت سے ایک مرتبہ فارغ ہوجائے تو دوبارہ جانا مناسب نہیں ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

اذاعزی اهل المیّت مرة فلاینبغی أن یعزیه مرة اخری. ووقتها من حین یموت الیٰ ثلاثة ایام ویکره بعدها الاأن یکون المعزی أو المعزی الیه غائبا فلابأس به. (عالمگیری ص ۱۶۷ ج ۱)

جب ایک مرتبہ تعزیت کی تو پھر دوبارہ تعزیت مناسب نہیں اور تعزیت کی مدت موت سے لیکر تین دن تک ہے اس کے بعد مکروہ ہے الا یہ کہ تعزیت کرنے والا یا جس سے تعزیت کی جائے وہ غائب ہوتو پھر کوئی حرج نہیں ہے۔

علامہ ابن نجیم حنفی لکھتے ہیں:

والتعزیة فی الیوم الاول

للرجال...... ویکره للمعزی أن

تعزیت کرنا پہلے

لئے تعزیت کرنے والا

علامہ شامی منحۃ الخالق

وتکرار

او المعزی:

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

کہ تین دن کے بعد تعزیت مکروہ ہے اسلئے کہ یہ غم کو تازہ اور نیا کرنا ہے الا یہ کہ تعزیت کرنے والا یا جس سے تعزیت کی جائے غائب ہو تو پھر کوئی حرج نہیں ہے۔

صاحب درمختار" تعزیت کی مدت کے متعلق لکھتے ہیں:

وبالجلوس لها في غير مسجد ثلاثة ايام واولها افضل وتكره بعدها الالغائب وتكره التعزية ثانيًا. (شامی ص ۲۴۱ ج ۲ مطبوعہ ایچ ایم سعید کراچی)

تعزیت کیلئے تین دن بیٹھے مسجد کے علاوہ اور پہلے دن تعزیت کرنا افضل ہے۔ اور تین دن کے بعد مکروہ ہے الا یہ کہ کوئی غائب ہو اور دوبارہ تعزیت کرنا مکروہ ہے۔

لہٰذا مسلمانوں کو چاہئے کہ اپنے ہر کام اور عمل میں شریعت کی اتباع کا خیال رکھیں۔

ابوالخیر اسدیؒ نے کیا خوب کہا ہے

رہو تم مسلمانو! رسوم مٹانے میں
نہ کوتاہی کرو حق کی طرف سب کو بلانے میں
کسی کی موت پر جائز نہیں ہے گریہ وزاری
عبث ہے نوحہ وماتم کسی کے غم منانے میں

(تعزیہ نواز قوم سے خطاب ص ۷)

... کرنا اور ان کو پختہ بنانا وغیرہ:

... کے بارے میں جناب رسول اکرم ﷺ کی احادیث کی ... ثابت ہے یہاں تک کہ پیشاب و پاخانہ کرنا

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

قبور پر بیٹھنا ان کو روندنا غرض ہر قسم بے عزتی کرنا شریعت میں ممنوع ہے۔ اسی طرح قبروں پر تعمیر کرنا، ان کو پختہ کرنا یا ان پر گنبد وغیرہ بنانا یہ سب امور ناجائز اور ممنوع ہیں۔ کوئی بھی شرعی فائدہ اور دینی مصلحت یا حکمت اس میں میت کے لئے نہیں ہے۔

میں مختصر طور پر چند احادیث اس پر تائیداً ذکر کرتا ہوں ورنہ عقلمند کے لئے تو اشارہ بھی کافی ہے۔

نگویند ازسرے باز یچہ حرفے
کزاں پندے نگیرد صاحب ہوش
وگر صدباب حکمت پیش ناداں
بخوانند آیدش باز یچہ درگوش

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نهىٰ رسول الله ﷺ ان يجصص القبر و ان يبنىٰ عليه و ان يقعد عليه .

(مسلم ص ۳۱۲ ج ۱، و ترمذی ص ۱۲۵ ج ۱، مشکوٰۃ ص ۱۴۸ ج ۱، آثار السنن ص ۲۲۷،
طحاوی ص ۳۴۶، ریاض الصالحین ص ۶۱۶)

آنحضرت ﷺ نے قبر کو پختہ بنانے اور اس پر عمارت بنانے اور اس پر بیٹھنے سے منع فرمایا ہے۔

اسی طرح حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے دوسری روایت ہے:

نهى رسول الله ﷺ ان يجصص القبور و ان تكتب عليها و ان توطأ .

(ترمذی ص ۱۵۷، مشکوٰۃ ص ۱۵۹ ج ۱)

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

آنحضرت ﷺ نے قبر کو پختہ بنانے اور اس پر لکھنے اور اس کو روندنے سے منع کیا ہے۔

حضرت ابوالھیاج اسدیؒ سے روایت ہے:

قال قال لی علیّ الا أبعثک علی مابعثنی علیه رسول الله ﷺ ان لا تدع تمثالا الا طمسته ولاقبرا مشرّفا الا سویته .

(مسلم ۳۱۲ ج ۱، مشکوٰۃ ص ۱۴۸ ج ۱ ترمذی ص ۱۵۷، نسائی ۲۲۱، ابن ماجه ۱۱۳، ابوداؤد ص ۴۵۹، البلاغ المبین ص ۲۶ روح المعانی ص ۲۲۸ ج ۵)

کہتے ہیں کہ مجھ سے علی رضی اللہ عنہ نے کہا کیا میں تجھ کو اس کام پر مامور نہ کروں جس پر رسول اللہ ﷺ نے مجھ کو مامور کیا تھا؟ اور وہ یہ ہے کہ نہ چھوڑے کوئی تصویر بغیر مٹائے اور جہاں کسی قبر کو اونچا دیکھے تو اس کو برابر کردے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

قال لعن رسول الله ﷺ زائرات القبور والمتخذین علیها المساجد والسُّرج. (مشکوٰۃ ص ۷۱ ج ۱، ترمذی ۱۵۸، ابوداؤد ص ۴۶۱، نسائی ص ۲۲۲ ج ۱)

رسول اللہ ﷺ نے قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر اور قبروں کو سجدہ گاہ بنانے والوں پر اور ان پر چراغاں کرنے والوں پر لعنت فرمائی ہے۔

ان مذکورہ احادیث سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوئی کہ قبروں کو پختہ بنانا، اور ان پر گنبد بنانا، اور ان پر بیٹھنا، اور ان پر آبادی کرنا، اور مینارے، قبے، کمرے چھت وغیرہ بنانا یہ سب امور ممنوع ہیں۔ اور جناب رسول اکرم ﷺ نے ان سے منع

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

فرمایا ہے۔

ناقل مذہب حنفی حضرت امام محمدؒ متوفی (۱۸۹ھ) فرماتے ہیں :

ولانری ان یزاد علی ماخرج منه ونکره ان یجصص اویطین الی ان قال ان النبی ﷺ نهی عن تربیع القبور وتجصیصها قال محمد به ناخذ وهوقول ابی حنیفة. (کتاب الآثار ازنصب الرایۃ بحوالہ قرۃ العیون ص ۲۰۴ ج ۱)

ہم اس کو صحیح نہیں سمجھتے کہ جو مٹی قبر سے نکلی ہے اس سے زیادہ اس پر ڈالی جائے۔ اور ہم مکروہ سمجھتے ہیں کہ قبر پختہ بنائی جائے یا اس پر لپائی کی جائے۔ آگے فرمایا! اس لئے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے قبر کو مربع بنانے سے اور اس کو پختہ بنانے سے منع کیا ہے۔ یہی ہمارا مذہب ہے اور یہی حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔

امام شافعیؒ عدم آبادی اور پختہ نہ کرنے کی وجہ یہ لکھتے ہیں :

فان ذالک یشبه الزینة والخیلاء ولیس الموت موضع واحد منهما ولم ارقبور المهاجرین والانصار مجصّصة.

(کتاب الام ص ۲۷۷ ج ۲، بحوالہ قرۃ العیون ص ۵۱)

''بیشک یہ مشابہت رکھتا ہے زینت اور تکبر کیساتھ اور موت ان میں سے کسی ایک کی بھی جگہ نہیں ہے اور نہیں دیکھا میں نے انصارؓ اور مہاجرینؓ کی قبروں کو پختہ''

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ قبروں کو پختہ کرنا، اور قبروں پر آبادی کرنا، اور قبروں پر لکھنا اس مسئلہ میں امام مالکؒ، امام احمدؒ، اور امام داؤدؒ اور جمہور علماء سب متفق ہیں کہ یہ مکروہ ہے۔ (المجموع شرح المہذب ص ۲۹۸ ج ۵ بحوالہ قرۃ العیون ص ۱۵)

ناقد رجال جناب مولانا خان بادشاہ صاحب مدّ ظلہ نے اس مسئلہ کو بڑی تفصیل سے ذکر کیا ہے اور مذاہب اربعہ بلکہ جمہور کے اقوال کو ذکر کیا ہے اور تقریباً اٹھاون کتابوں کے حوالے دیئے ہیں شائقین حضرات ان کی تصنیف لطیف ''قرۃ العیون'' کا ضرور مطالعہ کریں۔

ملا علی القاریؒ فرماتے ہیں کہ ایک بالشت سے زیادہ اونچا کرنا مکروہ ہے۔
اور قبروں پر تعمیر کے متعلق لکھتے ہیں:

ویجب الهدم وان کان مسجدًا. (مرقات ص ۶۸، ۶۹ ج ۴)

گرانا واجب ہے اگر چہ مسجد ہی کیوں نہ ہو۔

جناب مولانا عبدالخالق الکلکوتی (المتوفی ۱۴۰۲ھ) لکھتے ہیں:

اقول بارتفاعه شبرا او شبرين يعلم انه قبرا فلاحاجة الى ارتفاع ازيد منه خصوصا اذا كان للمباهاة فهو مكروه اشدالكراهة.

(غنیۃ القاری شرح البخاری ص ۳۹۹ ج ۱)

میں کہتا ہوں کہ ایک بالشت یا دو بالشت اونچی ہونے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ قبر ہے اس سے زیادہ اونچا کرنے کی حاجت نہیں ہے اور خاص کر جب فخر وغیرہ کے لئے ہو تو یہ بہت ہی سخت مکروہ ہے۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

حضرت مولانا شاہ محمد اسحٰق صاحب فرماتے ہیں:

قبر کو غلاف چڑھانا درست نہیں ہے، اسی طرح قبر پر پھول پھینکنا میت کے تقرب کے لئے جائز نہیں اس لئے کہ غیر اللہ کا تقرب حاصل کرنا حرام اور ممنوع ہے، اور پھولوں کی چادر جنازہ پر بچھانا بدعت ہے، اور مکروہ تحریمی ہے۔

پھر آگے لکھتے ہیں:

ونیز ایستادہ کردن خیمہ وشامیانہ برقبر مکروہ است چنانچہ درشرعۃ الاسلام وغیرہ مرقوم است ویکرہ ان یبنی علی القبر مسجد یصلی فیہ وان یضرب علیہ فسطاط اوقبۃ تقام فیہ ویستظل القبور فانما یظل المیّت عملہ انتہیٰ۔ (مسائل اربعین ص ۴۸ و ص ۴۹)

اور اسی طرح خیمہ اور شامیانہ کھڑا کرنا قبر پر مکروہ ہے جیسا کہ شرعۃ الاسلام وغیرہ کتابوں میں لکھا ہے۔ اور مکروہ ہے قبر پر مسجد بنانا کہ جس میں نماز پڑھی جائے، یا اس پر خیمہ گاڑا جائے یا اس پر قبہ بنایا جائے، اور سایہ کیا جائے قبروں پر بس یقیناً میت کا عمل اس پر سایہ کرتا ہے۔

اسی طرح شاہ اسحٰق صاحب مأۃ مسائل میں ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

جواب:...... شامیان وخیمہ استادہ کردن برقبر مکروہ است وممنوع الخ۔

(مأۃ مسائل ص ۷۲)

شامیانہ اور خیمہ کھڑا کرنا قبر پر مکروہ وممنوع ہے۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

علامہ ابن نجیم حنفیؒ لکھتے ہیں: ولا یجصص القبر ولا یطین ولا یرفع علیہ بناء.

(البحر الرائق ص ۳۴۰ ج ۲۔ مکتبہ رشیدیہ جدید)

قبر کو پختہ نہ کیا جائے اور نہ اس کی لپائی کی جائے اور نہ اس پر عمارت بنائی جائے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

ویسنم القبر قدر الشبر ولا یربع ولا یجصص ویکرہ ان یبنیٰ علی القبر۔ (عالمگیری ص ۱۶۶ ج ۱ مکتبہ رشیدیہ)

قبر کو اونٹ کی کوہان کی طرح بنانا چاہئے اور وہ بھی صرف ایک بالشت۔ اور قبر کو مربع نہ بنایا جائے اور نہ اس کو پختہ کیا جائے، اور قبر پر عمارت بنانا مکروہ ہے۔

علامہ عبدالرشید البخاریؒ لکھتے ہیں:

ولا یجصص القبر ولا یطین ولا یرفع علیہ بناء۔

(خلاصۃ الفتاویٰ ص ۲۲۶ ج ۱ مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ)

قبر کو پختہ نہ کیا جائے اور نہ اس کی لپائی کی جائے اور نہ اس پر عمارت بنائی جائے۔

علامہ ابن عابدین شامیؒ لکھتے ہیں..... "اما البناء فلم أرمن اختار جوازہ"

مجھے نہیں معلوم کہ کسی نے عمارت بنانے کے جواز کو پسند کیا ہو۔

(شامی ج ۲ ص ۲۳۷)

MAKTABA TUL ISHAAT.COM -مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

علامہ ابن الھمام الحنفیؒ لکھتے ہیں:

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نھی عن تربیع القبور وتجصیصھا.

(فتح القدیر ص۱۰۱ ج۲، مکتبہ حقانیہ پشاور)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کے مربع بنانے اور پختہ بنانے سے منع فرمایا ہے۔

حضرت ملا علی القاریؒ تحریر فرماتے ہیں:

وھی ماانکرھا ائمۃ المسلمین کاالبناء علی القبور وتجصیصھا۔

(مرقات ص۲۱۴ ج۱ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

بدعت ضلالت وہ ہے کہ جس کا ائمہ مسلمین سے انکار ثابت ہو جیسے قبروں پر عمارت بنانا اوران کو پختہ کرنا۔

فتاویٰ سراجیہ میں ہے: ویکرہ البناء علی القبور۔ (فتاویٰ سراجیہ ص۲۴)

کہ قبروں پر عمارت بنانا مکروہ ہے۔

امام نوویؒ لکھتے ہیں..... "ان السنۃ ان القبر لایرفع علی الارض رفعا کثیرا. بل یرفع بنحو شبر" (شرح مسلم ص۳۱۲ ج۱)

سنت یہ ہے کہ قبر زمین سے زیادہ اونچی نہ ہو بلکہ ایک بالشت اونچی کی جائے۔

جناب مفتی محمد شفیع صاحبؒ لکھتے ہیں:

مزارات وغیرہ پر قبے جیسے ابتداءً بنانا ناجائز ہے اسی طرح باقی رکھنا بھی ناجائز ہے۔ البتہ اگر ہدم قبہ جات کی قدرت ہو تو ہدم کر دیا جائے اور اگر قدرت نہ ہو تو ہدم کر کے فتنہ برپا کرنا مناسب نہیں اور ظاہر ہے کہ قدرت کے یہی معنے ہیں کہ اس فعل کے کرنے

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

سے کوئی شدید فتنہ مسلمانوں میں برپا نہ ہوجائے۔ (امداد المفتین ص ۲۹۹)

اس مسئلہ پر زیادہ تحقیق کے لئے ناظرین کرام مندرجہ ذیل کتابوں کی طرف رجوع کریں۔(روح المعانی ص ۲۳۸ ج ۱۵ ،تفہیم المسائل ص ۳ تا ص ۱۹ ،مسائل اربعین ص ۴۸، ص ۴۹، کبیری ص ۵۰۲، مرقات ص ۶۹ ج ۴،فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۱۶، احسن الفتاویٰ ص ۳۰۵، البلاغ المبین ص ۱۴، الصراط المستقیم للامام الشہیدؒ ص ۱۱۴، بدائع الصنائع ص ۳۱۴ ج ۱، عزیز الفتاویٰ ص ۹۲) المدخل ص ۲۷۶ تا ۲۷۷، المستخلص ص ۲۲۵، نور الایضاح ص ۱۳، اقتضاء الصراط المستقیم ص ۳۲۰ عینی ص ۱۷۴ ج ۳ تعلیق ترمذی ص ۱۲۳، العرف الشذی ص ۱۶۲)

ایک غلط استدلال کا جواب:

بعض لوگ ان کاموں کو میت کے ساتھ محبت کی نشانی سمجھتے ہیں۔ حالانکہ یہ محبت کی نشانی اور علامت نہیں بلکہ شریعت مقدسہ کی مخالفت ہے یہ نیک بندے تو وفات پاگئے اوران لوگوں نے اپنی زندگیوں میں ان اعمال کی تردید کی اوران پر کتابیں تصنیف کیں جیسا کہ پہلے باحوالہ گذر گیا ہے۔ بعض لوگ سورۂ کہف سے استدلال کرتے ہیں کہ اصحاب کہف کی قبروں پر تعمیر ہوئی تھی۔ حالانکہ یہ استدلال غلط ہے اسلئے کہ یہ پہلی شریعت تھی اور ہماری شریعت میں اس سے منع کیا گیا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ قرآن مجید میں صرف یہ مذکور ہے:

قَالَ الَّذِيْنَ غَلَبُوْا عَلٰى اَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَّسْجِدًا ۝۔ (سورۃ کہف آیت نمبر ۲۱)

جو لوگ اپنے کام پر غالب تھے انہوں نے کہا کہ ہم ان کے پاس ایک مسجد بنادیں گے۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

تو آیت کریمہ میں کب ان کے اس عمل پر مدح ہوئی ہے یہاں صرف ان کی ایک خبر ذکر کی گئی ہے۔ حافظ ابن کثیرؒ اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

والظاهر ان الذين قالوا ذلك هم اصحٰب الكلمة والنفوذ ولكن هل هم محمدون ام لا؟ فيه نظر: لان النبى ﷺ قال لعن الله اليهود والنصرىٰ اتخذوا قبور انبياء هم وصالحيهم مساجد يحذروها فعلوا۔

(ابن کثیر ص ۷۸ ج ۳، وکذا فی اقتضاء الصراط المستقیم ص ۳۲۹ و ص ۳۳۰)

ظاہر یہ ہے کہ یہ بات کی تھی ان لوگوں نے جو حکم اور فیصلے والے تھے۔ لیکن آیا ایسا کرنے سے ان کی تعریف ہوئی یا نہیں؟ اس بات میں نظر ہے۔ اس لئے کہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے کہ اللہ نے لعنت کی ہے یہودی و نصاریٰ پر کہ ان لوگوں نے انبیاء اور صالحین کی قبروں کو مساجد بنالیا تھا۔ آپ ﷺ ان کے کرتوت سے امت کو ڈراتے رہیں۔

علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں:

یہ بات اس شریعت کی ہے جو ہم سے پہلے گذری ہے اور رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع کیا ہے۔ اور رسول اللہ ﷺ کا منع کرنا ایسا ہے کہ جیسے اللہ نے منع کیا ہو۔

آگے لکھتے ہیں:

وبالجملة لاينبغى لمن له ادنى رشد ان يذهب الى خلاف مانطقت به الاخبار الصحيحة والآثار الصريحة معولاً على الاستدلال بهذه الأية فان ذلك فى الغواية غاية وفى قلة النهى نهاية۔

(روح المعانی ص ۲۳۹ ج ۱۵)

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

اور حاصل یہ ہے کہ نہیں مناسب اس کے لئے جس کے لئے معمولی سی عقل ہو کہ وہ اس کے خلاف جائے کہ جس پر فیصلہ کیا ہے صحیح حدیثوں اور آثار نے جس پر اعتماد کیا جاتا ہے دلیل پکڑنے میں اس ایت پر بس یہ گمراہی کی انتہاء ہے اور کم عقلی کی بھی انتہاء ہے۔

سورۃ ملک، عنکبوت، روم پڑھنے کی تخصیص کرنا اپنی طرف سے بدعت ہے:

بعض گاؤں اور دیہاتوں میں یہ طریقہ مروّج ہے کہ جمعہ کی رات مولوی صاحب نماز پڑھنے کے بعد سورۃ الملک پڑھتا ہے۔ اور اسی طرح رمضان میں تئیسویں رات میں سورۃ عنکبوت اور سورۃ روم پڑھتا ہے اور بعض جگہوں میں خورد ونوش کی چیزیں اور پھل فروٹ وغیرہ بھی مسجد میں لے آتے ہیں اور مولوی صاحب کو کچھ رقم نقد بھی دیجاتی ہے۔ اور اس تخصیص کو جو کہ بغیر اذن شرعی ہے بدعت کہے تو اس کو ملزم ٹھہراتے ہیں اور اس پر فتوے لگاتے پھرتے ہیں۔ تو میں نے مناسب سمجھا کہ اس موضوع پر بھی کچھ لکھدوں:

پہلے ذکر ہوا ہے کہ قرآن کی تلاوت کرنا ایک بہترین عبادت ہے اور ایک ایک حرف پر دس دس نیکیاں ملتی ہیں۔ اور سورۃ الملک کے بھی بہت سے فضائل احادیث میں آئے ہیں منجملہ ان احادیث میں سے ایک حدیث پاک یہ بھی ہے۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

حضور اقدس ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

ان سورۃ فی القرآن ثلثون اٰیۃ شفعت لرجل حتی غفرلہ وھی تبٰرک الذی بیدہ الملک۔ (رواہ احمد والترمذی وابوداؤد والنسائی مشکوٰۃ ص ۱۸۷ ج ۱)

قرآن پاک میں ایک سورۃ تیس آیتوں کی ہے اس سورۃ نے ایک شخص کی شفاعت کی یہانتک کہ اس کو بخش دیا گیا اور وہ سورۃ تبارک الذی بیدہ الملک ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

ان النبی ﷺ کان لاینام حتی یقرأ الٓمٓ تنزیل وتبٰرک الذی بیدہ الملک۔

(رواہ احمد والترمذی والدارمی مشکوٰۃ ص ۱۸۸ ج ۱۔ وکذافی ابن کثیر ص ۴۵۶ ج ۳، وکذافی سط الدرس ۹۰ الشیخ القرآنؒ)

رسول اللہ ﷺ اس وقت تک نہ سوتے جب تک سورہ "الٓمٓ تنزیل اور تبٰرک الذی بیدہ الملک" نہ پڑھ لیتے۔

تو اس حدیث پر بناء کرتے ہوئے ان دونوں سورتوں میں سے کسی ایک کو پڑھنا (۲) اور عام لوگوں کے علاوہ مولوی صاحب کو خاص کرنا۔ (۳) اور راتوں کے علاوہ جمعہ کی رات کو خاص کرنا یہ کہاں سے ثابت ہوتا ہے اور رمضان کا مہینہ تو پورا قرآن مجید کا مہینہ ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ الخ (سورۃ البقرہ آیت نمبر ۱۸۴)

ماہ رمضان وہ ہے جس میں قرآن مجید نازل کیا گیا ہے۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

یعنی قرآن مجید کے نزول کی ابتداء اس میں ہوئی ہے یا عالم غیب سے عالم مشاہدہ تک آیا ہے۔ دوسری سورت میں ابتدائی نزول کا وقت مذکور ہے۔

" اِنَّآ اَنۡزَلۡنٰهُ فِیۡ لَیۡلَةِ الۡقَدۡرِ " (سورۃ القدر)

بیشک ہم نے قرآن کو شب قدر میں اتارا ہے۔

لیکن احادیث کے مطالعہ اور محدثین اور مفسرین کی تحقیقات سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ شب قدر رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں ہے اور اس میں کوئی معین رات معلوم نہیں ہے۔ تو صرف تیسویں رات کو خاص کرنا، اور اس کو قرآن کی رات کہنا کونسی دلیل سے ثابت ہوتا ہے اور پھر خاص کر قرآن مجید کی ایک سو چودہ سورتوں میں سے فقط سورہ عنکبوت اور روم کو خاص کرنا۔ از کجا آمد؟

اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کیلئے قرآن کی تلاوت، خدمت، درس وتدریس ہر وقت اپنی طاقت کے مطابق کرنا چاہئے۔ اور اس فانی دنیا کے لئے اپنی طرف سے دین میں تخصیصات کرنا منع ہے۔

حیلہ اسقاط کی مسئلہ کی تحقیق کرتے ہوئے یہ بات مدلل ذکر ہوئی تھی کہ تخصیص اوقات اور مکانات یہ شارع کا حق ہے۔ یہاں بھی تائید کے طور پر چند حوالے ذکر کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔

جناب محمد بن وضاح اپنی مایہ ناز کتاب میں ابواب باندھتے ہوئے لکھتے ہیں:

باب کل ماا حدثت من الهیئات فهی بدعة یجب ازالتها.

یہ باب ہے اس چیز کے بیان میں کہ عبادت میں اپنی طرف سے مختلف شکلیں

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

بنانا بدعت ہے اس کا ازالہ واجب ہے۔

آگے لکھتے ہیں...... باب تخصیص الایام للاجتماع.

یہ باب ہے منع کرنے کے بیان میں کہ دنوں کا خاص کرنا اجتماع کے لئے۔

اسی طرح لکھتے ہیں: باب أحداث الھیئة للاذکار بدعة.

(کتاب البدع والنھی عنہا ص ۲۰)

باب ہے اس بارے میں کہ ذکر واذکار کے لیے اپنی طرف ہیئت کا ایجاد کرنا بدعت ہے۔

اور پھر ہر باب کے بعد حدیث ذکر کی ہے۔

علامہ شاطبیؒ بدعات کی تعیین اور تردید کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

ومنھا التزام الکیفیات والھیئات المعینة کالذکر بھیئة الاجتماع علی صوت واحدومنھا التزام العبادات المعینة فی اوقات معینة لم توجد لھا ذلک التعیین فی الشریعة. (الاعتصام ج ا ص ۲۹ کتب خانہ رشیدیہ پشاور)

اور انہی بدعات میں سے کیفیات مخصوصہ اور ہیئات معینہ کا التزام ہے جیسے کہ ہیئت اجتماع کیساتھ ایک آواز پر ذکر کرنا، اور انہی بدعات میں سے خاص اوقات کے اندر ایسی عبادات معینہ کا التزام کر لینا بھی ہے جن کے لئے شریعت مطہرہ نے وہ اوقات مقرر نہیں کئے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود کی ایک روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ ان کا گذر مسجد میں ذاکرین کی ایک جماعت پر ہوا، جس میں ایک شخص کہتا تھا۔ سو مرتبہ اللہ اکبر پڑھو تو حلقہ

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

نشین لوگ کنکریوں پر سو مرتبہ تکبیر کہتے۔ پھر وہ کہتا۔ سو بار لا الہ الا اللہ پڑھو تو وہ سو بار تہلیل پڑھتے۔ پھر وہ کہتا سو مرتبہ سبحان اللہ کہو، تو وہ کنکریوں پر سو، دفعہ تسبیح پڑھتے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ان کے پاس آئے اور ان کو کنکریاں مارنے لگے یہاں تک کے ان کو مسجد سے نکال دیا پھر آپ نے فرمایا:

لقد احدثتم بدعة ظلماء او قلفضلتم اصحب محمد ﷺ علماً.

(کتاب البدع والنہی عنہا ص ۱۰)

تم نے یہ نہایت تاریک اور سیاہ بدعت ایجاد کی ہے یا تم آنحضرت ﷺ کے صحابہؓ پر علم میں فضیلت حاصل کر چکے ہو۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا مطلب صرف اس سے یہ ہے کہ اگر چہ تکبیر و تہلیل اور تسبیح و تحمید کی بہت فضیلتیں احادیث میں وارد ہوئی ہیں لیکن اس کا یہ خاص طرز و طریقہ جناب رسول اللہ ﷺ اور حضرات صحابہ کرامؓ کا بتایا ہوا نہیں ہے بلکہ یہ خود تمہارا ایجاد کردہ ہے لہٰذا یہ بدعت ہے۔

علامہ ابن عابدین شامیؒ تعیین وقت کے متعلق لکھتے ہیں:

وبأن تخصيص الذكر بوقت لم يرد به الشرع غير مشروع.

(شامی ص ۱۷۰ ج ۲ مطبوعہ ایچ ایم سعید کراچی)

''بیشک خاص کرنا ذکر کو کسی وقت کیساتھ جس کے متعلق شریعت میں کوئی تخصیص نہ آئی ہو ناجائز ہے''

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

علامہ ابن نجیم حنفی (المتوفی ۹۷۰ھ) لکھتے ہیں:

لان ذکر اللّٰہ تعالیٰ اوقصد به التخصیص بوقت دون وقت اوبشیٔ دون شیئ لم یکن مشروعًا حیث لم یرد به الشرع لانه خلاف الشرع.

(بحرالرائق ص۱۷۹ ج۲ مکتبہ رشیدیہ جدید)

اسلئے کہ ذکر اللہ کی جب کسی ایک ہی وقت کے ساتھ تخصیص کا قصد کرلیا گیا اور دوسرے وقت میں وہ نہ ہو یا کسی شے کے ساتھ ذکر اللہ کو مخصوص کرلیا گیا دوسری چیز کے ساتھ وہ خاص نہ کیا گیا تو وہ مشروع نہ ہوگا کیونکہ اس کے متعلق شریعت میں کوئی تخصیص نہیں آئی لہذا وہ خلاف شرع ہوگا۔

حافظ ابن دقیق ”العید تخصیص وقت کے متعلق لکھتے ہیں:

ان هٰذه الخصوصیات بالوقت اوبالحال فالهیئة و الفعل المخصوص یحتاج الی دلیل خاص یقتضی استحبابه بخصوصیة وهذا اقرب.

یعنی یہ خصوصیات وقت یا حال اور ہیئت اور فعل مخصوص کیساتھ کسی خاص دلیل کی محتاج ہیں جو علی الخصوص ان کے استحباب پر دلالت کرے اور یہی چیز اقرب الی الصواب ہے۔

پھر آگے جا کے تحریر فرماتے ہیں:

لان الحکم باستحبابه علی تلک الهیئة الخاصة یحتاج دلیلا شرعیا علیه و لابد.

(احکام الاحکام ص۱۵۱ ج۱)

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

کیونکہ کسی چیز کے کسی خاص ہیئت کے ساتھ مستحب ہونے پر لازم اور ضروری ہے کہ دلیل شرعی اس پر موجود ہو۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ ارشاد فرماتے ہیں:

وعمل فقیر نیز برهمیں است وهیچ روزے رابرروز دیگر ترجیح نمی دهدتاآنکه ترجیح آنها ازشارع معلوم نکند.

(مکتوبات حصہ چہارم ص ۶۷)

اس فقیر کا عمل بھی اسی پر ہے کہ کسی دن کو کسی دن پر ترجیح نہیں دیتا تاوقتیکہ اس کی ترجیح شارع سے معلوم نہ کر لے۔

ان مذکورہ حوالہ جات سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ جب شریعت نے کسی رات یا دن کو کسی عبادت کے لئے مخصوص نہ کیا ہو تو اپنی طرف سے وقت اور کیفیت کا متعین کرنا اور اس تعین کا التزام کرنا بدعت ہے لہٰذا اس سے بچنا چاہیے۔

قضاء عمری کا بیان

ایک دوسری بدعت جو بعض علاقوں میں مروج ہے کہ رمضان المبارک کے آخری جمعہ میں پانچ نمازیں اذان واقامت کے ساتھ اور کہیں چار رکعت نفل با جماعت ادا کی جاتی ہیں اور اپنے عرف میں اس کو قضاء عمری سے تعبیر کرتے ہیں۔ یعنی تمام عمر کی قضاء۔ حالانکہ یہ پانچ نمازیں تمام عمر کی نمازوں کے قائم مقام ہونا شرعاً اور عقلاً ناجائز ہے اس لئے قضاء نمازوں کے مقابلہ میں اتنی ہی نمازیں لازمی ہیں کہ جتنی قضاء ہوئی

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

ہیں۔ اور اس کو قضاء مثل معقول سے تعبیر کرتے ہیں تو چند نمازیں تمام عمر کی نمازوں کے قائم مقام کیسے ہو سکتی ہیں؟

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قال رسول اللہ ﷺ من نسی صلوٰۃ او نام عنها فکفارتها ان یصلیها اذا ذکرها (متفق علیه . (مشکوٰۃ ص ۶۱ ج ۱)۔

رسول اللہ ﷺ فرمایا: جو شخص نماز کو بھول جائے یا سو جائے نماز سے غافل ہو کر تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ جس وقت یاد آجائے فوراً پڑھ لے۔

اور دوسری روایت میں حصر کے الفاظ ہیں:

وفی روایة لا کفارة لها الا ذلک . (مشکوٰۃ ص ۶۱ ج ۱)

کہ اس کا بدل کوئی نہیں، صرف یہ ہے کہ جب یاد آئے تو پڑھ لے۔

دوسری بات یہ ہے کہ علماء اصول جس قضاء کی تعریف کرتے ہیں وہ اس پر صادق نہیں آتی۔

چنانچہ صاحب حسامی لکھتے ہیں:

"وھو اسقاط الواجب بمثل من عنده ھو حقه."

(حسامی ص ۸۱ مطبوعہ حقانیہ ملتان، کذا فی نور الانوار ص ۳۲)

"قضاء واجب کا ساقط کرنا ہے اپنے ذمے سے اس کے مثل کیساتھ اپنی طرف سے ایسی مثل کیساتھ جیسا کہ مکلف کا حق ہو۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

علامہ نظام الدین الشاشی" قضاء کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

والقضاء عبارة عن تسليم المثل الواجب الى مستحقه.

(اصول الشاشی ص ۱۴۱ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ)

قضاء عبارت ہے مستحق کو مثلِ واجب چیز کے سپرد کرنے کا۔

اسی طرح شارح حسامی فرماتے ہیں:

فيطالب بالخروج عن العهدة بان يصرف اليه ماهو مشروع له في وقت آخر ويماثله في الهيئات والاذكار حسا وعقلا وفي ازالة الاثم شرعا وان لم يماثلهٗ في احراز الفضيلة. (ص ۱۴۰ مولوی)

پس بندہ سے مطالبہ کیا جائے گا اپنی ذمہ داری سے نکلنے کا اس طور پر کہ وہ ادا کردے اللہ تعالیٰ کا وہ حق کہ جو مشروع ہو اس کے لئے دوسرے وقت میں اور مماثل ہو اداء کا ہیئات اور اذکار میں ظاہراً اور عقلاً، اور گناہ کے ازالہ کرنے میں شرعاً مماثل ہو، اگر چہ اداء کا مماثل نہ ہو فضیلت کے جمع کرنے میں۔

ان مذکورہ عبارات سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوئی کہ جتنی نمازیں قضاء ہوئی ہیں اتنی ہی نمازوں کی قضاء لازمی اور ضروری ہے اس لئے کہ قضاء اداء کے مثل ہے۔

ایک لطیفہ:

ایسا عمل کرنے سے جاہل اور ناواقف لوگ ترک نماز اور گناہ کرنے پر جری ہوتے ہیں۔ حضرت مولانا جورہ صاحب نے اپنی کتاب اصلاح الرسوم میں لکھا ہے کہ

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

ہیں نے سپہ سالار صاحب بہادر سے سیدو شریف (ایک جگہ کا نام ہے) میں سنا کہ ایک آدمی بمع اپنی بہن کے پہاڑی علاقہ سے یہاں منکو آیا ہوا تھا جب جمعہ کا دن آتا تو وہ سولہ رکعات نماز پڑھتا یعنی چار سنت پہلے پھر فرض دو رکعات پھر چار رکعت احتیاطی نماز اور پھر اسکے بعد چھ سنت (اور یہ احتیاطی نماز بھی بدعت ہے)

تو یہ بھائی بہن اس کے عادی نہ تھے بلکہ یہ ظہر کی دس رکعات پڑھتے تھے ایک مرتبہ اس بھائی نے اپنی بہن کو کہا کہ کونسی ناکارہ اور خراب جگہ پر آ گئے ہیں ہم آسان نماز پڑھتے تھے یہاں تو ساتویں دن ہی تراویح لازمی ہو جاتی ہے یہ کس غم سے واسطہ پڑ گیا ہے اور کس مصیبت میں پھنس گئے، ایسے ہوتے ہوتے چند دن گذر گئے اچانک رمضان کا مہینہ آیا پھر جب رمضان کا آخری جمعہ کا دن ہوا تو لوگوں نے کہا کہ آج قضاء عمری ہوگی اس کو پتہ نہیں تھا کہ یہ کیا چیز ہوتی ہے یہاں تک کہ جب دو ظہر ہوئی اور اس نے لوگوں کیساتھ قضاء عمری کی نماز پڑھ لی تو دل میں یہ خیال آیا کہ چلو نماز تو مشکل سے پڑھ ہی لی ہے اور تھکا بھی بہت ہوں لیکن اس کا فائدہ کیا ہے اس کا تو کسی سے پوچھ لوں تو امام صاحب سے پوچھا کہ مولوی صاحب اس نماز کا فائدہ بھی تو بتایئے آخر اس کا کیا فائدہ ہے؟ تو مولوی صاحب نے جواب دیتے ہوئے کہا کہ فائدہ اس کا یہ ہے کہ سات سو سال کی فوت شدہ نمازوں کی اس سے قضاء ہو جاتی ہے۔

وہ گھر لوٹ آیا اور اپنی بہن سے کہنے لگا کہ کونسے کافروں کے وطن میں ہم رہتے تھے گرم اور ٹھنڈے پانی سے اپنے کو تکلیف میں مبتلاء کرتے تھے۔ ایسے مقام پر ہم لوگ آئے ہیں کہ یہ بات آج مجھے معلوم ہوئی ہے کہ آج کے دن کی نمازوں سے سات

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

سوسالہ نمازوں کی قضاء ہو جاتی ہے۔ میں تو کافر کا بچہ ہونگا کہ آج کے بعد نماز پڑھوں اور اپنے کو تکلیف میں مبتلاء کروں بس یہ ایک نماز پڑھ لونگا اور پورے سال کی نمازوں کی قضاء ہو جایا کرے گی اور ایک کم سات سو نمازیں اللہ تعالیٰ پر میری قرض ہو جائیں گی۔

(اصلاح الرسوم ص ۳۶)

مولانا نور الحق صاحب نے اس مسئلہ پر قابل دید بحث کی ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ یہ قضاء عمری نماز چار صورتوں سے خالی نہیں۔

(۱) یا امام اور مقتدی حضرات سب فرض اداء کرنے والے ہونگے۔ (۲) یا دونوں امام اور مقتدیوں کی نماز نفل ہوگی۔ (۳) یا امام کی نماز فرض ہو اور مقتدی نفل اداء کرنے والے ہوں۔ (۴) یا امام کی نفل نماز ہو اور مقتدیوں کی فرض۔

تو یہ تمام صورتیں باطل ہیں۔ پہلی صورت تو اس وجہ سے باطل ہے کہ امام اور مقتدیوں کی نماز میں اتحاد لازم ہے اگر تغائر ہو دونوں کے درمیان تو اقتداء درست نہیں ہے تو یہاں کس کو پتہ ہے کہ سب سے ایک دن کی نمازیں قضاء ہوئی ہیں۔

فقہاء کرامؒ لکھتے ہیں:

والصلوٰة كلها من الاجناس المختلفة حتى الظهر ين من يومين او العصر ين من يومين.

(شامی جلد خامس دعینی شرح کنز بحوالہ رد بدعات ص ۴۳، ایضاً ھدایہ ص ۱۲۷ ج ۲ و شرح الوقایہ ص ۱۷۷)

اور تمام نمازیں اجناس مختلفہ میں سے ہیں یہاں تک دو دن کی ظہر کی نمازیں اور دو دن کی عصر کی نمازیں (بھی ایک دوسرے سے مختلف ہیں)

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

اسی طرح فقہاء کرامؒ لکھتے ہیں:

والجنسان مختلفان لاتوجد الموافقة بينهما و كذا لاتوجد التضمين.

(البحر الرائق بحوالہ رد بدعات ص ۴۳)

دو مختلف جنسوں میں موافقت نہیں پائی جاتی اور اسی طرح نہیں پائی گئی امام کی ذمہ داری مقتدیوں کی نماز کیلئے۔

دوسری صورت کی بطلان کے اسباب یہ ہیں:

۱...... جب فریقین کی نماز نفل ہے تو پھر اس کا نام قضاء نماز کیوں؟

۲...... کہ دن کی نفلی نمازوں میں جہراً قرأت کیوں کرتے ہیں۔

۳...... کہ پھر نفل کی نیت کیوں نہیں باندھتے؟

۴...... کہ تراویح کے علاوہ نفلوں کی جماعت کرنا منع ہے۔

چنانچہ فقہاء کرامؒ لکھتے ہیں:

ولايصلى التطوع بجماعة الافى شهر رمضان وعن شمس الائمة السرخسىؒ ان التطوع بالجماعة انما يكره اذا كان على سبيل التداعى اما لو اقتدى واحد او اثنان بواحد فلايكره. واذااقتدى ثلثة بواحد اختلف فيه وان اقتدى اربعة بواحد كره.

رمضان کے علاوہ کوئی نفل جماعت سے نہیں ہیں، شمس الائمہؒ نے فرمایا: اگر بطور دعوت اور بلاوے ہو تو پھر تو نفل جماعت مکروہ ہے البتہ اگر کوئی ایک آدھ آدمی نفل میں اقتدا کرے تو کوئی کراہت نہیں اور جب تین ہو جائیں تو پھر اس بارے میں اختلاف

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

ہے لیکن اگر چار ہوں تو پھر ایک کی اقتدا کرنا مکروہ ہے۔

(خلاصۃ الفتاویٰ ص ۱۲۴ ج ۱۱ البحر الرائق ص ۰ ۷ ج ۲، درا ا ا دکام ص ۱۲۰ وا یضاً الشامی ص ۵۲۴ سرا بیہ ج ا ص ۸۷، جامع الرموز ص ۷۶، بحوالہ رد بدعات ص ۴۵، ۴۶)

تیسری صورت کے بطلان کی وجہ یہ ہے کہ فقہ کی تمام کتابوں میں یہ بات ہے کہ فقہ حنفی میں فرض پڑھنے والے کی اقتداء نفل والے کے پیچھے درست نہیں ہوتی تو یہ لوگ حنفیت کا دعویٰ کرنے کے باوجود کیسے خلاف کرتے ہیں۔ تیسری صورت پر یہ کتابیں بھی دیکھئے۔ (شامی ص ۴۲۹، بحرالرائق ص ۳۶۱ شرح الوقایہ ص ۱۷۷، ا، ملتقی مع الکنز ص ۲۰۸، ہدایہ ص ۱۲۷، شرح معانی الآثار للطحاوی ص ۲۸۹)۔

چوتھی صورت کے بطلان کی وجہ یہ ہے کہ چند آدمی قضاء نماز امام کے پیچھے مسجد میں باجماعت کس طور پر پڑھتے ہیں جبکہ نماز قضاء کرنا بغیر عذر کے گناہ ہے اور گناہ کو ظاہر نہیں کرنا چاہیے جیسا کہ شامی وغیرہ میں ہے:

ینبغی ان لایطلع غیرہ علی قضاء ہ لان التاخیر معصیۃ فلایظھر.

(شامی ص ۲۸۸ ج اوص ۵۴۵ ج ا، بحرالرائق ص ۲۶۲ باب الاذان)

مناسب یہ ہے کہ اپنی فوت شدہ نماز کی قضاء پر کسی کو مطلع نہ کرے اس لئے کہ نماز کو اپنے وقت سے مؤخر کر کے پڑھنا معصیت ہے لہذا اس کا اظہار نہ کرے۔

جامع المعقول والمنقول حضرت مولانا عبدالحئی لکھنوی صاحبؒ اس کے مفاسد بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

لان فیہ مفاسد احدھا: ان من شرط الاقتداء اتحاد صلوٰۃ الامام

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

والماموم اتحاداًشخصیاوھذالایوجدفیھم یقیناوالثانی: انھم یعتقدون ان ھذہ الصلوۃ تکفیھم عن جمیع الفوائت وھذاالاعتقاد یقلع اصل احکام الاسلام والثالث: انھا اعلان وتشھیر لکبائرنفوسھم وھوفسق والرابع: انھا اختراع بدعی وضلالۃ مااجازلھم الشارع لذلک لادلالۃ ولااشارۃ ولاقیاسا ولا اجماعاً۔ (مجموعہ رسائل لکھنوی ص۳۶۶ ج۲۔ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی)

اس لئے کہ اس میں بہت سے مفاسد ہیں فساد کی پہلی وجہ یہ ہے کہ بیشک اقتداء کی شرطوں میں سے ایک شرط یہ ہے کہ امام اور مقتدی کی نماز کا اتحاد شخصی ہو اور یہ اتحاد اس صورت میں نہیں پایا جاتا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ بیشک وہ یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ یہ نماز ان کی تمام فوت شدہ نمازوں کی جگہ کافی ہوجاتی ہے اور یہ اعتقاد تو احکام اسلام کی جڑیں اکھاڑ دیتا ہے، تیسری وجہ یہ ہے کہ یہ اپنے کبائر کا اعلان اور تشہیر ہے اور یہ فسق ہے، چوتھی وجہ یہ ہے کہ بیشک یہ من گھڑت بدعت اور گمراہی ہے جس کی شارع علیہ السلام نے اجازت نہیں دی دلالتاً نہ اشارۃً، قیاساً نہ اجماعاً۔

قضاءِ عمری پر دلائل

بعض علماء اپنے اس عمل کے اثبات کے لئے کچھ روایات بھی ذکر کرتے ہیں کہ احادیث میں اس کی فضیلت اور ثبوت ملتا ہے مثلاً ایک روایت میں آتا ہے:

من قضیٰ صلوٰۃ من الفرائض فی اخر جمعۃ رمضان کان ذلک جابرا لکل صلوۃ فاتتہٗ فی عمرہٖ سبعین سنۃ۔ (النہایۃ شرح الھدایۃ)

کہ جس شخص نے فرض نمازوں میں سے ایک نماز کی رمضان کے آخری جمعہ

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

میں قضاء کی تو یہ نماز ان تمام نمازوں کا کفارہ بن جاتی ہے جو ستر سالوں میں اس سے فوت ہوئی ہوں۔

اسی طرح اور بھی بہت ساری روایات ذکر کی ہیں جس کو مولانا عبدالحی صاحبؒ نے اپنے رسالہ میں جمع کیا ہے اور پھر ہر ایک روایت پر جرح کی ہے۔

ان دلائل پر علماء کے اقوال:

علماء کے اقوال نقل کرنے سے پہلے یہ بات جان لینی چاہیئے کہ محدثین حضرات ہر رطب و یابس کو حدیث نہیں کہتے بلکہ احادیث سمجھنے کیلئے ایک مستقل فن ہے جس کو فن رجال کہا جاتا ہے اس فن میں احادیث کے ناقلین اور اسانید پر تفصیلی بحث ہوتی ہے تو ان احادیث کو اب فن رجال میں دیکھتے ہیں کہ ان کا کیا حال ہے اور یہ کس درجہ کی احادیث ہیں۔

جناب ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ تذکرۃ الموضوعات میں فرماتے ہیں:

حدیث من قضی صلوۃ من الفرائض فی آخر جمعة من رمضان کان ذلک جابرا لکل صلوۃ فائتة فی عمرہ الی سبعین سنة، باطل قطعًا لانہ مناقض للاجماع علی ان شیئا من العبادات لایقوم مقام فائتة سنوات ثم لاعبرۃ بنقل صاحب النہایة ولابقیة شراح الہدایة لانہم لیسوا من المحدثین ولااسندوا الحدیث الی احد من المخرجین انتہی۔

(موضوعات کبیر ص ۱۰۵ و ص ۷۸)

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

''وہ حدیث جس میں یہ آتا ہے کہ جس آدمی نے رمضان کے آخری جمعہ میں فرض نمازوں کی قضاء کی نیت سے نماز پڑھی تو یہ نماز اس کی ستر سال کی نمازوں کی طرف سے تلافی کر دیتی ہے۔ تو یہ حدیث قطعاً باطل ہے کیونکہ یہ اجماع کے منافی ہے اس لئے کہ اس بات پر اجماع ہے کہ عبادات میں سے کوئی عبادت کئی سالوں کی فوت شدہ عبادت کے قائم مقام نہیں ہو سکتی پھر صاحب نہایہ اور ہدایہ کے دیگر شراح کی نقل کا کوئی اعتبار نہیں ہے اس لئے کہ وہ تو نہ محدثین میں سے ہیں اور نہ ہی انہوں نے احادیث جمع کرنے والوں میں سے کسی کی جانب حدیث کی اسناد کی ہے انتہیٰ۔

قاضی شوکانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

حديث من صلى في آخر جمعة من رمضان الخمس الصلوات المفروضة في اليوم والليلة قضت عنه ما اخل به من صلوة سنة هذا موضوع بلاشك فيه . (الفوائد المجموعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ ص ۲۳/ طبع محمدی لاہور)

یہ حدیث جس میں یہ آتا ہے کہ جس نے رمضان کے آخری جمعہ میں دن رات میں پانچ نمازیں (قضاء کی نیت سے) پڑھ لیں تو اس کی سال بھر کی نمازوں کی قضاء ہو جاتی ہے۔ یہ حدیث موضوع ہے اور اس کے موضوع ہونے میں کوئی شک نہیں۔

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ موضوع احادیث کے متعلق بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

الخامس ان يكون مخالفا لمقتضى العقل وتكذيبه القواعد الشرعية مثل القضاء العمرى ونحو ذلك انتهى. (عجالۂ نافعہ ص ۳۰)

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

پانچواں قرینہ (حدیث کے موضوع ہونے کا) یہ ہے کہ وہ حدیث مقتضاء عقل کے مخالف ہو اور قواعد شرعیہ اس کی تکذیب کرتے ہوں جیسا کہ قضاء عمری وغیرہ کی احادیث۔

حضرت مولانا عبدالحیٔ لکھنوی صاحب "قضاء عمری کی روایات کے متعلق لکھتے ہیں:

وخلاصة المرام فی هذا المقام ان الروایات فی باب القضاء العمری مکذوبة وموضوعة والاهتمام به مع اعتقاد تکفیر مامضی بدعة باطلة ولیس العمل به الا کالعمل باحادیث صلوة الرغائب وصلوة شعبان کفارة وغیرهما۔ (مجموعہ رسائل اللکنوی ص ۳۶۷ ج ۲)

اور اس مقام پر مقصودی بات کا خلاصہ یہ ہے کہ بیشک قضاء عمری کے بارے میں جو روایت ہیں، وہ جھوٹی اور من گھڑت ہیں اور تمام فوت شدہ نمازوں کی قضاء کا کفارہ ہونے کے اعتقاد سے اس نماز کا اہتمام بدعت باطلہ ہے۔ اور اس پر عمل اس طرح ہے جس طرح صلوۃ الرغائب اور صلوٰۃ شعبان وغیرہ کی روایات پر۔

قضاء عمری کی تردید علماء دیوبند کثر اللہ سوادھم سے:

مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ دہلوی صاحب "قضاء عمری کی تردید کرتے ہوئے ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں کہ یہ نماز جس کو قضاء عمری کے نام سے ادا کیا جاتا ہے اور اس کی مختلف صورتیں رائج ہیں من جملہ اس کو باجماعت ادا کیا جاتا ہے محض بے اصل اور اختراعی ہے شریعت مقدسہ میں اس کی اصل نہ کسی حدیث میں آئی نہ صحابہؓ کے قول یا فعل سے ثابت ہے نہ مجتہدین امت سے۔ آگے پھر

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

تفصیلی بحث کی ہے دیکھئے۔ (کفایت المفتی ص ۳۸۵ ج ۳ جدید مطبوعہ دارالاشاعت)

حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب عثمانی "قضاء عمری کے متعلق لکھتے ہیں۔

کہ یہ نماز قضاء عمری جیسا کہ مشہور ہے حدیث سے ثابت نہیں۔ جس کے ذمہ واقعی نمازیں قضاء ہوں وہ حساب کر کے ان کو پورا کرے (فتاوٰی دارالعلوم دیوبند ص ۲۲۵ ج ۴)

اسی طرح دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

قضاء عمری علی توهم الفساد پڑھنا امام صاحب سے ثابت نہیں اور صحیح یہ ہے کہ مکروہ ہے پس جب اصل ہی ثابت نہیں تو اس پر دیگر تفریعات صحیح نہ ہوں گی اور ایسے موقعہ پر کمال ونقصان سے بحث فضول ہے۔

(عزیز الفتاوٰی ص ۲۵۴، ج۔ا دیوبند ص ۲۲۴ ج ۴)

شیخ القرآن والحدیث حضرت مولانا محمد طاہر صاحب "قضاء عمری کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

واقبح من ذلک مااخترعوا فی آخر جمعة رمضان صلوة یسمونها القضاء العمری زاعمین انها تکفر صلوات العام او العمر المتروکة. (ضیاء النور ص ۱۷۱ ج ۱)

ان بدعات میں سے بدترین بدعت وہ نماز ہے جو ایجاد کی گئی ہے رمضان کے آخری جمعہ میں جس کا قضاء عمری نام رکھا ہے، ایسا خیال کرتے ہیں کہ یہ سال بھر یا عمر بھر چھوڑی ہوئی نمازوں کی کفارہ بن جاتی ہے۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

حاصل اس تمام بحث کا یہ ہے کہ شریعت مقدسہ میں قضاء عمری کی کوئی اصل نہیں ہے بلکہ یہ بعض لوگوں کی خود ساختہ بدعت ہے لہٰذا اس سے احتراز لازمی ہے۔

نماز فجر وعصر اور عیدین و جمعہ وغیرہ کے بعد مصافحہ ومعانقہ کا بیان:

جب ایک مسلمان دوسرے مسلمان سے ملے تو اس وقت مصافحہ کرنا ثابت ہے اور یہ ایک مسنون عمل ہے لیکن یہ جو لوگوں کی عادت ہے کہ جب عید کی نماز پڑھ لیتے ہیں چاہے عید الفطر ہو یا عید الاضحیٰ پھر اس کے بعد ایک دوسرے سے مصافحہ اور معانقہ کرتے ہیں اور ایک دوسرے کو کہتے ہیں ''عید مبارک ہو'' اگر چہ ایک گھر اور ایک محلے کے لوگ ہوں، اور نماز سے پہلے ایک دوسرے سے مصافحہ کر چکے ہوں تو ایسا کرنا بدعت اور ناجائز اور مکروہ ہے اور شیعوں کا طریقہ ہے تو ایک متبع شریعت انسان کے لئے لازمی ہے اپنے آپ کو اس عمل سے بچائے۔

اب سب سے پہلے مصافحہ اور معانقہ سے متعلق حضور اقدس ﷺ کے ارشادات ملاحظہ ہوں۔ چنانچہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قال رسول اللہ ﷺ ما من مسلمين يلتقيان فيتصافحان الا غفر لهما قبل ان يتفرقا۔ (رواہ احمد والترمذی وابن ماجہ مشکوٰۃ ص ۴۰۱ ج ۲)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب دو مسلمان باہم ملاقات کرتے ہیں اور مصافحہ کرتے ہیں تو ایک دوسرے سے جداء ہونے سے پہلے ہی ان کی مغفرت ہو جاتی ہے۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من تمام التحیۃ الاخذ بالید.

(ترمذی ص۱۰۲ ج۲ مطبوعہ ایچ ایم سعید کراچی)

کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: سلام کی تکمیل ہاتھ پکڑنا (یعنی مصافحہ کرنا) ہے۔

معانقہ سفر سے آنے پر ہے:

سیدنا حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے ان کے حبشہ سے واپسی کے قصہ میں منقول ہے، وہ فرماتے ہیں:

فخرجنا حتی اتینا المدینہ فتلقانی رسول اللہ ﷺ فاعتنقنی الخ .

(رواہ فی شرح السنہ مشکوۃ ص۴۰۲)

ہم حبشہ سے نکلے یہاں تک کہ مدینہ پہنچ آئے تو حضور اقدس ﷺ مجھ سے ملے اور مجھ سے معانقہ فرمایا۔

اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

قالت قدم زید بن حارثۃ المدینۃ ورسول اللہ ﷺ فی بیتی فاتاہ فقرع الباب فقام الیہ رسول اللہ ﷺ عریانا یجرّ ثوبہ و اللہ ما رأیتہ عریانا قبلہ و لابعدہ فاعتنقہ و قبّلہ. (ترمذی ص۱۰۲ ج۲، مشکوۃ ص۴۰۲ ج۲)

فرماتی ہیں کہ زید بن حارث رضی اللہ عنہ کسی سفر سے مدینہ منورہ آئے تو حضور ﷺ میرے گھر تشریف فرما تھے وہ آپ ﷺ سے ملاقات کے لئے تشریف لائے اور دروازہ کھٹکھٹایا چنانچہ آنحضرت ﷺ (ان سے ملنے کی خوشی میں) کھلے بدن کیساتھ

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

(جبکہ ستر چھپا ہوا تھا) چادر کو کھینچتے ہوئے باہر تشریف لے گئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: بخدا! میں نے کبھی اس سے پہلے اور نہ اس کے بعد آپ کو برہنہ نہیں دیکھا (یعنی قمیص سے) پھر آپ نے زید بن حارث سے معانقہ کیا اور بوسہ لیا۔

مصافحہ و معانقہ کرنے میں صحابہؓ کا عمل:

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

قلت لانس اكانت المصافحة في اصحاب الرسول صلى الله عليه وسلم قال نعم. (رواہ البخاری مشکوٰۃ ص ۴۰۱ ج ۲)

کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا! کیا رسول اللہ ﷺ کے اصحابؓ میں مصافحہ کا رواج تھا؟ انہوں نے کہا ہاں۔

اسی طرح ترغیب وترہیب کی ایک روایت میں آتا ہے کہ صحابہؓ جب آپس میں ملاقات کرتے تو مصافحہ کرتے اور جب کسی سفر سے واپس لوٹتے تو معانقہ کیا کرتے تھے۔ (دیکھئے الترغیب والترہیب ص ۴۳۲ ج ۳)

خلاصہ ان احادیث کا یہ ہے کہ ان سے یہ بات روز روشن کی طرح ثابت ہوگئی کہ مصافحہ اور معانقہ کرنے میں آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرامؓ کا طریقہ یہ تھا کہ جب آپس میں ملاقات ہوتی تو پہلے سلام کرتے اور سلام کے بعد مصافحہ کرتے، اور جب سفر سے لوٹ کر آتے تو معانقہ کرتے یعنی مصافحہ اور معانقہ کا کوئی خاص وقت یا دن مقرر نہ تھا جیسا کہ آج کل عیدین کے روز اور نماز عیدین کے بعد، یا فرض نمازوں کے بعد مصافحہ اور معانقہ وغیرہ کیا جاتا ہے۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

چنانچہ اگر کوئی مصافحہ اور معانقہ کو عید کے دن خاص کر عید کی وجہ سے لازم اور ضروری نہ سمجھے اور پھر عیدین کے بعد اتفاقاً سابقہ معمول کے مطابق بوقت ملاقات سلام کر کے مصافحہ کر لے تو کوئی مضائقہ نہیں یا جو عزیز، رشتہ دار یا دوست عید کے دن سفر سے آئیں اور سفر سے آنے کی وجہ سے اس سے گلے ملے تو یہ نہ صرف جائز بلکہ سنت ہے۔ رہا فرض نمازوں اور عیدین کے بعد مروّجہ مصافحہ و معانقہ سو مذکورہ احادیث اور دیگر احادیث میں اس کا کوئی ذکر نہیں ہے کہ آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرامؓ فرض نمازوں کے بعد اور عیدین کے روز التزاماً مصافحہ اور معانقہ کیا کرتے تھے۔ یہ لوگوں نے اپنی طرف سے ایجاد کر لی ہے اور سنت بنالیا ہے بلکہ فرض اور واجب کی طرح اس کی پابندی کیجاتی ہے اور اس کو ایسا ضروری سمجھ لیا گیا ہے کہ اس کے بغیر عید ہی نہیں ہوتی اور جو اس پر عمل نہ کرے اس کو مختلف طعنے دیے جاتے ہیں۔

اسی پہلو کو دیکھتے ہوئے علماء کرامؒ نے اس کو بدعت قرار دیا ہے۔

چنانچہ ملا علی القاریؒ شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں:

فان محل المصافحة المشروعة اوّل الملاقاۃ وقد یکون جماعة یتلاقون من غیر مصافحة ویتصاحبون بالکلام ومذاکرۃ العلم وغیرہ مدۃ طویلة ثم اذاصلوا یتصافحون فاین ھذا من السنة المشروعة؟ ولھذا صرح بعض علماءنا بانھا مکروھة حینئذ وانھا من البدع المذمومة.

(مرقات ص ۷۴ ج ۹ مکتبہ امدادیہ ملتان)

بیشک مشروع مصافحہ کا عمل ملاقات کے شروع میں ہے بعض لوگ ایسا کرتے

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

ہیں کہ بغیر مصافحہ کے ملتے ہیں اور دیر تک ادھر ادھر کی باتیں کرتے ہیں پھر جب نماز پڑھ لیتے ہیں تو مصافحہ کرنے لگتے ہیں یہ کہاں کی سنت ہے؟ اس لئے ہمارے بعض علماء نے صراحۃً لکھدیا ہے کہ یہ طریقہ مکروہ ہے اور بدعت مذمومہ ہے۔

شاہ محمد اسحاق صاحب دہلویؒ لکھتے ہیں:

وتخصیص مصافحه بوقت فجر وعصر نزد علماء حنفیه مکروه است . (مأۃ مسائل ص ۶۲)

اور خاص کرنا مصافحہ کو فجر اور عصر کے وقت کیساتھ علماء حنفیہ کے نزدیک مکروہ ہے۔

علامہ شامیؒ نے مصافحہ کرنے کا مستحب وقت ملاقات کے شروع میں بتایا ہے اور ابن حجر شافعیؒ، ابن الحاج مالکیؒ اور صاحب ملتقط کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ مصافحہ کو نماز کے بعد خاص کرنا بدعت ہے اور شریعت مطہرہ میں اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔

صاحب ملتقط سے نقل کرتے ہوئے علامہ شامیؒ لکھتے ہیں:

تکره المصافحة بعداداء الصلوة بكل حال لان ا لصحابة رضى الله تعالىٰ عنهم ماصافحوا بعد اداء الصلوة ولانها من سنن الروافض.

(شامی ص ۳۸۱ ج ۶ مطبوعہ۔ ایچ ایم سعید کراچی)

''نماز کے بعد مصافحہ کرنا مکروہ ہے ہر حال میں کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نماز کے بعد مصافحہ نہیں کرتے تھے اور یہ مصافحہ اس لئے بھی مکروہ ہے کہ یہ روافض کا طریقہ ہے۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

علامہ ابن حجر شافعیؒ فرماتے ہیں:

انها بدعة مكروهة لا اصل لها في الشرع وانه ينبه فاعلها او لا ويعذر ثانيا.

(شامی ص ۳۸۱ ج ۶)

یہ مکروہ بدعت ہے شریعت محمدیہ میں اس کی کوئی اصل نہیں ہے اس کے کرنے والے کو پہلی دفعہ تنبیہ کی جائے، نہ مانے تو دوسری دفعہ اس کو سزا دی جائے۔

علامہ ابن الحاج مالکیؒ فرماتے ہیں:

انها من البدع، وموضع المصافحة في الشرع، انماهو عند لقاء المسلم لاخيه لافي ادبار الصلوات فحيث وضعها الشرع يضعها فينهى عن ذلك ويزجر فاعله لماأتى به من خلاف السنّة.

(المدخل ص ۲۹۶ ج ۲، شامی ص ۳۸۱ ج ۶)

یہ ایک بدعت ہے۔ شریعت میں مصافحہ کرنے کا وہ وقت بتایا گیا ہے کہ جب مسلمان بھائی اپنے مسلمان بھائی سے ملاقات کرے نہ کہ نمازوں کے بعد لہٰذا جہاں شریعت نے مصافحہ جائز رکھا ہے وہیں مصافحہ کرے اس کے علاوہ دوسرے اوقات میں مصافحہ کرنے سے منع کیا جائے اور کرنے والا جو سنت کے خلاف کر رہا ہے سختی سے متنبہ کیا جائے۔

علامہ طیبیؒ لکھتے ہیں:

يكره المصافحة بعد اداء الصلوة على كل حال لانها من سنن الروافض وهكذا الحكم في المعانقة.

(انتہی) (بحوالہ الجنۃ لاهل السنۃ ص ۱۲۹ مطبوعہ المکتبۃ البنوریہ)

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

''نماز سے فارغ ہوچکنے کے بعد مصافحہ کرنا ہر حالت میں مکروہ ہے کیونکہ یہ روافض کی سنّت ہے اور یہی حکم معانقہ کا ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ ترجمہ مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں:

آنکہ بعضے مردم مصافحہ میکنند بعد ازنماز یا بعد از نماز جمعة چیزے نیست وبدعت است ازجهت تخصیص وقت.

(اشعۃ اللمعات ص ۱۲ ج ۴ باب المصافحہ، ایضا الجنۃ ص ۱۲۹)

''وہ جو بعض لوگ مصافحہ کرتے ہیں عام نمازوں کے بعد یا نماز جمعہ کے بعد یہ کوئی چیز نہیں ہے اور وقت کی تخصیص کیوجہ سے بدعت ہے۔

علامہ شاطبیؒ الاعتصام میں لکھتے ہیں:

لادليل في الشرع يدل على تخصيص ذلک الاوقات بها بل هي مكروهة. (الاعتصام ص ۱۵۳ ج ۱ کتب خانہ رشیدیہ پشاور)

''شرع میں کوئی ایسی دلیل نہیں ہے جس سے ان اوقات کے اندر مصافحہ کی تخصیص ثابت ہوتی ہو بلکہ یہ مصافحہ مکروہ ہے۔

مولانا ابوالحسنات عبدالحئی لکھنویؒ نے مجالس الابرار، ملتقط، اور ابن حجر کے حوالہ سے یہی مذکورہ عبارتیں نقل کی ہیں اور پھر اپنے والد صاحبؒ کے اعتراضات کے بارے میں لکھتے ہیں:

والذی اقول انهم قد اتفقوا على ان هذه المصافحة ليس لها اصل في الشرع ثم اختلفوا في الكراهة والاباحة والامر اذادار بين

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

الکراھۃ والاباحۃ ینبغی الافتاء بالمنع الخ.

(السعایہ ص ۲۶۵ ج ۲ طبع سہیل اکیڈمی لاہور)

''اور وہ جو میں کہتا ہوں کہ علماء نے اتفاق کیا ہے کہ ایسے مصافحہ کے لئے شریعت میں کوئی اصل نہیں ہے پھر اختلاف کیا ہے کراہت اور اباحت میں اور جب کوئی امر کراہت اور اباحت کے درمیان آجائے تو مناسب ہے کہ منع پر فتویٰ دیا جائے۔

مولانا عبدالوہاب پیر مانکی صاحبؒ نے بسط و تفصیل سے یہ مسئلہ ذکر کیا ہے اور اس مسئلہ کا حق اداء کیا ہے حضرت عائشہؓ کی وہ مشہور حدیث اور روایات نبی علیہ السلام کی اتباع کے بارے میں ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

علی ان الفقھاء من الحنفیۃ، والشافعیۃ والمالکیۃ صرّحوا بکراھتھا وکونھا بدعۃ. (ہدایۃ الابرار ص ۴۴، الباب الثالث)

کہ فقہاء حنفیہ، شافعیہ، مالکیہ نے اس مصافحہ کو مکروہ اور بدعت ہونے کی صراحت کی ہے۔

نماز فجر و عصر و جمعہ اور عیدین وغیرہ کے بعد مصافحہ و معانقہ کے بارے میں علماء دیوبند کثّر اللہ سوادھم کی تصریحات:

حضرت مولانا مفتی رشید احمد گنگوہی صاحبؒ ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃالاشاعت ڈاٹ کام

معانقہ ومصافحہ بوجہ تخصیص کے کہ اس روز میں اس کو موجب سرور اور باعث مؤدت اور ایام سے زیادہ مثل ضروری کے جانتے ہیں بدعت ہے اور مکروہ تحریمی اور علی الاطلاق ہر روز مصافحہ کرنا سنت ہے۔الخ

(فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۴۰، تالیفات رشیدیہ ص ۱۴۸)

مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ دہلوی صاحبؒ ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

عیدین کی تخصیص سے بعد نماز عید مصافحہ ومعانقہ کرنا بدعت ہے شریعت میں اس کی کچھ اصل نہیں فقہاء نے عصر وفجر کی تخصیص سے مصافحہ کرنے کو بدعت فرمایا ہے پھر آگے علامہ شامیؒ کی عبارت نقل کی ہے۔ (دیکھئے کفایت المفتی ص ۲۴۴ ج ۹ جدید)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

قاعدہ کلیہ ہے کہ عبادات میں حضرت شارع علیہ السلام نے جو ہیئت و کیفیت معین فرمادی ہے اس میں تغیر وتبدل جائز نہیں، اور مصافحہ چونکہ سنّت ہے اسلئے عبادات میں سے ہے تو حسب قاعدہ مذکورہ اس میں ہیئت وکیفیت منقولہ سے تجاوز جائز نہ ہوگی۔ اور شارع علیہ السلام سے صرف اول لقاء (یعنی پہلی ملاقات) کے وقت بالاجماع یا وداع کے وقت بھی علی الاختلاف منقول ہے بس اب اس کیلئے ان دو وقتوں کے سوا اور کوئی محل وموقع تجویز کرنا تغیر عبادت ہے جو ممنوع ہے۔ لہٰذا مصافحہ بعد عیدین یا بعد نماز پنجگانہ مکروہ اور بدعت ہے نیز شامی میں اس کی تصریح موجود ہے۔ (امداد الفتاویٰ ص ۲۵۶ ج ۱)

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ ایک سوال کے جواب پر تحریر فرماتے ہیں:

نماز عیدین یا دیگر نمازوں کے بعد تخصیص مصافحہ کرنا اور اسی وقت خاص میں اس کو سنّت جاننا اور معمول بہ ٹھہرانا بعض فقہائے کرام نے منع لکھا ہے۔ اور تبیین محارم میں اس کو روافض کا طریقہ لکھا ہے اور مکروہ فرمایا ہے۔ حضرت نے پھر شامی کی وہ عبارت نقل کی ہے۔ (عزیز الفتاویٰ ص ۱۲۸ ج ۱)

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندیؒ سے کسی نے پوچھا کہ حضرت عیدین میں مصافحہ کرنا یا بغل گیر ہونا کیسا ہے؟ تو حضرت مفتی صاحب نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ: یہ بدعت ہے اور شعائر روافض ہے ترک کرنا چاہئیے۔

(امداد المفتین ص ۲۰۴ / طبع جدید)

حضرت شیخ القرآن والحدیث مولانا محمد طاہر صاحبؒ نے بھی مستقل رسالہ لکھا ہے جو کشف الشبہات کے نام سے شائع ہوا ہے حضرتؒ نے بھی بہت ساری کتابوں سے مثلاً شامی، مأۃ مسائل، فتاویٰ دیوبند، امداد الفتاویٰ مدخل، فتاویٰ رشیدیہ، سعایہ مجالس الابرار، الاعتصام وغیرہ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ مصافحہ اور معانقہ سنت ہے ایک دوسرے سے ملاقات کرنے کے وقت نہ کہ بعد عیدین یا بعد نماز پنجگانہ بلکہ یہ مکروہ اور بدعت ہے۔

مولانا عبد الغفور صاحب المعروف بسوات صاحب کا بھی ایک فتویٰ شائع ہوا ہے اور انہوں نے بھی اس مصافحہ کو بدعت کہا ہے۔

فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانویؒ ایک سوال کے جواب

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

میں تحریر فرماتے ہیں: یہ طریقہ اختیار کرنا بدعت اور مکروہ ہے۔

دوسری جگہ تحریر فرماتے ہیں:

شریعت میں مصافحہ کا موقع صرف اوّل ملاقات ہے۔نمازوں کے بعد مصافحہ حضور اکرم ﷺ صحابہ کرامؓ اور ائمہ دین رحمہم اللہ تعالیٰ سے ثابت نہیں بلکہ یہ روافض کی ایجاد اور بدعت ہے اسلئے اس سے احتراز واجب ہے الخ پھر آگے حضرتؒ نے شامی کی وہ عبارات نقل کی ہے۔ (احسن الفتاویٰ ص ۳۵۴ ص ۳۵۵ ج۱)

صاحب تنظیم الاشتات لکھتے ہیں:

امام نوویؒ نے کہا ہے کہ ہر ملاقات کے وقت مصافحہ سنّت و مستحب ہے، اور تخصیص اوقات کیساتھ اہمیت دیکر بعد الجمعہ والعیدین وبعد صلوٰۃ الصبح والعصر مصافحہ کرنے کی کوئی اصل نہیں ہے لہٰذا بدعت ہے۔

(تنظیم الاشتات ص ۱۵۳ ج ۳ باب المصافحہ والمعانقہ)

ولی کامل حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

نمازوں کے بعد مصافحہ کو فقہاء نے بدعت لکھا ہے۔اس لئے اس کا التزام نہ کیا جائے۔

اسی صفحہ پر تحریر فرماتے ہیں:

ج:......نہ سنت ہے نہ واجب، بلکہ بدعت ہے۔اگر کوئی شخص دور سے آیا ہو اور نماز کے بعد ملے تو اس کا مصافحہ و معانقہ کرنا جائز ہے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ج ۲ ص ۲۸۷)

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ عید پر گلے ملنا سنت نہیں ہے۔ محض لوگوں کی بنائی ہوئی ایک رسم ہے اس کو دین کی بات سمجھنا اور نہ کرنے والے کو لائق ملامت سمجھنا بدعت ہے۔

(آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۱۴۷ ج ۲)

فائدہ:...... پہلے زمانہ میں یہ رواج تھا کہ عصر اور فجر کے بعد مصافحہ کرتے تھے جیسا کہ عام طور پر اس زمانے میں بھی یہ رواج ہے اس لئے بعض فقہاء نے عصر اور فجر کی تخصیص کی ہے ورنہ جمعہ عیدین اور سب نمازوں کے لئے یہی حکم ہے چنانچہ شیخ ابوالحسن بکریؒ فرماتے ہیں:

وتقييده بمابعد الصبح والعصر على عادة كانت في زمنه والافعقب الصلوات كلها كذلك. (شامی ص ۳۸۱ ج ۶ مطبوعہ ایچ ایم سعید کراچی)

"عصر و فجر کی نمازوں کے بعد مصافحہ کرنے کی بدعت اس بناء پر ہے کہ ان کے زمانہ میں اس کی عادت تھی ورنہ جملہ نمازوں کے بعد مصافحہ کرنا ایسا ہی ممنوع ہے جیسے فجر وعصر کے بعد۔

خلاصہ ان تمام حوالہ جات کا یہ ہوا کہ تمام اکابر علماء، فقہاء امت اور ائمہ حضرات اس بات پر متفق ہیں کہ عیدین کی نماز کے بعد اور فرض نمازوں کے بعد جو مروّجہ مصافحہ اور معانقہ ہے یہ حضور اقدس ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے قطعاً ثابت نہیں ہے لہٰذا یہ مکروہ اور بدعت ہے۔ اور ہم سب مسلمانوں کو چاہئے کہ ہم اپنے قول فعل میں سنت رسول اللہ ﷺ کا خیال کرے اس لیے کہ سنتوں پر عمل کرنے میں دنیا و آخرت کی کامیابی ہے۔ خداوند قدوس ہم سب کو متبعین سنت بنائے۔ آمین۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

انما الدین اتباع لا ابتداع

بل علی ماکان رایافکا فکم منه ذا

مکروہ مطلق کے بارے میں قاعدہ:

کتاب میں بہت سارے مقامات پر مکروہ کا ذکر آیا ہے ہوسکتا ہے کہ کوئی یہ گمان کر بیٹھے کے اس سے مراد مکروہ تنزیہی ہے بعض عوام تو یہاں تک کہتے ہیں کہ مکروہ ہونے سے تو کوئی چیز بھی خالی نہیں ہے تو اس کے جواب میں ہم یہ کہیں گے جیسا کہ مشہور مقولہ ہے (خوئی بدرا بہانہ بسیار) تو بہت سارے بدعات اور محرمات کا ارتکاب کرتے ہیں۔ لہٰذا فقہاء کرام کا یہ قاعدہ ذکر کیا جاتا ہے کہ جب مطلق مکروہ کا ذکر ہو اور اس کے ساتھ تحریمی یا تنزیہی کی کوئی قید نہ ہو تو اس سے مراد مکروہ تحریمی ہوا کرتی ہے۔

چنانچہ فقہاء کرامؒ لکھتے ہیں:

فالمراد الكراهة اذا اطلقت في كلامهم فالمراد الكراهة التحريمية الا ان ينص على كراهة التزيه اويدل دليل على ذلك كذا ذكره النسفي في المصفىٰ وابن النجيم في البحر الرائق. (عمدۃ الرعایہ ص ۱۸)

"جب کراہۃ مطلق ذکر ہو جائے تو علماء کرامؒ کے محاورہ میں اس سے مراد مکروہ تحریمی ہوا کرتی ہے مگر جب کراہۃ تنزیہی پر تصریح ہو یا اس پر کوئی دلیل دلالت کرے اسی طرح امام نسفیؒ نے مصفیٰ میں اور ابن نجیم نے بحر الرائق میں ذکر کیا ہے۔

ونقل محمد انّ کل مکروہ حرام .

(کنز الدقائق ص ۴۲۲ کتاب الکراہۃ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

امام محمدؒ سے نقل کیا گیا ہے کہ مکروہ سے کراہت تحریمیہ مراد ہے۔

علامہ ابوالمکارم الحنفیؒ (المتوفی ۸٦۰ھ) لکھتے ہیں:

المکروہ التحریم عند الامام۔ (ابوالمکارم ج۳ ص ۱۵۹ بحوالہ راہ سنت ص ۱۸۳)

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک مکروہ سے مراد حرام ہے۔

سنتوں کے بعد اجتماعی ہیئت سے دعاء کا حکم:

اکثر علاقوں میں یہ عمل بڑی شدومد سے کیا جارہا ہے کہ جب فرض باجماعت ادا ہو جاتی ہے تو امام اور مقتدی حضرات متصل اپنی اپنی جگہوں پر سنتیں پڑھ لیتے ہیں پھر سنتیں اداء کرنے کے بعد امام قوم کی طرف پھر جاتا ہے اور جہراً یہ آیت کریمہ " ان اللّٰہ وملئکتہ یصلون علی النبی" پڑھتا ہے اور پھر جہراً درود شریف اور بعض جگہوں پر آہستہ درود شریف پڑھ لیتے ہیں پھر دعاء شروع کرتے ہیں اور منہ پر ہاتھ پھیر لیتے ہیں پھر دوبارہ امام کہتا ہے دعائے خیر سلامت ایمان، شفاء مریضان، خلاصی قرض قرضداراں وغیرہ پڑھتا ہے اور منہ پر ہاتھ پھیر لیتا ہے پھر تیسری مرتبہ کہتا ہے کہ حضرت امام صاحب، بغداد صاحب کے حق میں دعا فرمائیں غرض یہ کہ تین مرتبہ دعاء اور ہاتھ کو چہرے پر پھیرنے کو لازمی سمجھتے ہیں اور نہ کرنے والوں پر الزام لگاتے ہیں کہ یہ دعاء نہیں مانتے۔ افسوس صد افسوس کہ ان بدعتیوں میں کچھ بھی عقل ہوتی اس لئے کہ جب فرض کی نماز جمع سے پڑھ لی تو دعاء بھی جمع سے کرلیں (بغیر التزام کے) اور سنت علیحدہ علیحدہ تو دعاء بھی علیحدہ علیحدہ مانگے میں اپنی کمزوری کے باوجود چند وجوہات اس رسمی عمل کے رد میں لکھ رہا ہوں اللہ تعالیٰ سے توفیق طلب کرتے ہوئے۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

پہلی وجہ:...... یہ ہے کہ اس مذکورہ طریقہ میں مسنون اذکار اور دعائیں رہ جاتی ہیں جو احادیث میں آئی ہیں۔ حضرت مولانا عبدالحئی صاحبؒ نے ان احادیث میں سے انیس اور حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحبؒ نے نفائس مرغوبہ میں گیارہ اور حضرت استاد محترم و مکرم شیخ القرآن والحدیث مولانا محمد طاہر صاحبؒ نے الانتصار لسنة سيد الابرار میں سترہ احادیث ذکر کی ہیں رغبت کرنے والے ان کتابوں کی طرف رجوع کریں۔ میں یہاں پر ان میں سے چند احادیث ذکر کرنے پر اکتفاء کرونگا۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قال قيل يارسول الله :أيّ الدعاء اسمع فقال جوف الليل الاخر و دبر الصلوات المكتوبات .

(ترمذی ص ۲۰۹، مشکوٰۃ ص ۸۹، نفائس مرغوبہ ص ۶ سعایہ ص ۲۵۸ ج ۲، ریاض الصالحین ص ۵۲۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا یارسول اللہ! کس وقت کی دعا زیادہ قبول ہوتی ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ رات کے آخری حصہ کی دعا اور فرض نمازوں کی بعد کی دعا۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قال امرني رسول الله ﷺ ان اقرأ باالمعوذات في دبر كل صلوة قال الشارح اى المفروضة .

(رواہ ابوداؤد ص ۲۱۳ والنسائی ص ۱۵۳ والبیہقی فی الدعوات کذا فی المشکوٰۃ ص ۸۹)

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو حکم دیا کہ میں ہر نماز کے بعد معوذات پڑھوں۔ شارح فرماتا ہے مراد ہے ہر فرض نماز کے بعد۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یقول فی دبر کل صلوٰۃ مکتوبۃ لاالہ الااللّٰہ وحدہ لاشریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شئی قدیر اللّٰھم لامانع لمااعطیت ولامعطی لمامنعت ولاینفع ذا الجد منک الجد۔

(متفق علیہ)

(مشکوٰۃ ص ۸۸، نسائی ص ۱۵۰ ج ۱، ابوداؤد ص ۲۱۱،

مسلم ص ۲۱۸ ج ۱، بخاری ص ۱۱۷ ج ۱، باب الذکر بعد الصلوٰۃ)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر فرض نماز کے بعد یہ پڑھا کرتے تھے" لَااِلٰـهَ اِلاالـلّٰـه وَحـدَهٗ لَاشَرِيْکَ لَهٗ لَهُ الملک ولہ الحمد وھو علٰی کلّ شئی قدیر اللّٰھم لامانع لمااعطیت ولامعطی لمامنعت ولاینفع ذاالجد منک الجد۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذاصلی وفرغ مسح بیمینہ علی رأسہ وقال بسم اللّٰہ الذی لاالہ الاھو الرحمٰن الرحیم اللّٰھم اذھب عنی الْھَمَّ والحزن۔ (رواہ الطبرانی والبزار بحوالہ نفائس مرغوبہ ص ۷ کذافی السعایہ ص ۲۵۹ ج ۲)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھتے اور فارغ ہوتے تو سیدھا ہاتھ اپنے سرمبارک پر ملتے اور یہ دعا پڑھتے۔ بِسْمِ اللّٰـهِ الَّـذِیْ لَااِلٰهَ اِلَّاهُوَ الرَّحْمٰنُ

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

''آنحضرت ﷺ نے نماز ادا فرمائی اور نماز سے فارغ ہوکر مڑے تو ایک شخص جو تکبیر اولیٰ میں آپ ﷺ کے ساتھ نماز میں شریک تھا اٹھ کھڑا ہوا اور نماز پڑھنے لگا تو فوراً حضرت عمرؓ نے اس کو جھپٹ کر کندھے سے پکڑ کر بٹھایا اور فرمایا اہل کتاب کو اللہ تعالیٰ نے ہلاک نہیں کیا مگر اسی وجہ سے کہ ان کی نمازوں میں وقفہ (فصل) نہیں ہوتا تھا نبی کریم ﷺ نے نگاہ اٹھا کر دیکھا تو ارشاد فرمایا اے ابن خطاب! اللہ تعالیٰ تیرے ذریعے سے سیدھی راہ دکھائے۔

فاصلہ کی تشریح کرتے ہوئے محدثین حضرات فرماتے ہیں:

المراد بالفصل اما ان یتقدم او یتأخر من مکان صلوتہٖ او یتکلم او یخرج او ترک الذکر بعد السلام۔ (لمعات علی حاشی المشکوٰۃ ص ۸۹ حاشیہ نمبر ۱۲)

فصل (فاصلہ رکھنے) سے مراد یہ ہے کہ آگے ہوجائے یا پیچھے ہوجائے نماز پڑھنے کی جگہ سے یا باتیں کرلے یا باہر نکل جائے یا سلام کے بعد جو ذکر واذکار ہو اس کو ترک کردے۔

تیسری وجہ:...... یہ ہے کہ امام فرض پڑھکر سیدھا سنتوں کے لئے کھڑا ہوجاتا ہے حالانکہ حدیث میں اس سے منع آیا ہے بلکہ مکان کو بدلنا چاہیئے۔

عطاء خراسانی حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

قال رسول ﷺ لایصلی الامام فی الموضع الذی صلی فیہ حتی یتحولہ۔ (رواہ ابوداؤد وقال عطاء الخراسانی لم یدرک المغیرۃ مشکوٰۃ ص ۸۷ بدائع الصنائع ص ۱۶۰ ج ۱ ابوداؤد ص ۹۱، شامی ص ۳۹۲ ج ۱)

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

الرَّحِیْمُ اَللّٰھُمَّ اَذْھِبْ عَنِّی الْھَمَّ وَ الْحُزْنَ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

ان رسول اللّٰہ ﷺ کان اذا سلم قال اللّٰھم انت السلام و منک السلام تبارکت یاذالجلال و الاکرام. (سنن نسائی ص ۱۵۰ ج ۱، ابوداؤد ص ۲۱۱)

رسول اللہ ﷺ جب نماز کا سلام پھیرتے تو یہ کہتے "اللّٰھم انت السلام و منک السلام تبارکت یاذالجلال و الاکرام"

ان مذکورہ روایات سے یہ بات معلوم ہوئی کہ مقبول دعائیں اللہ کی بارگاہ میں تہجد کے وقت اور فرض نمازوں کے بعد والی دعائیں ہیں اسی طرح اور بھی بہت ساری دعائیں فرضوں کے بعد احادیث میں مذکور ہیں تو عجیب بات یہ ہے کہ مقبول دعاؤں کو ترک کرتے ہیں اور غیر مقبول پر ہمیشگی کرتے ہیں۔ (وا اسفاہ)

دوسری وجہ:...... یہ ہے کہ فرض اور سنتوں میں قدرے فاصلہ واقع ہونا چاہئے جبکہ یہ لوگ ان کے درمیان فاصلہ نہیں کرتے بلکہ سیدھے سنتوں کے لئے کھڑے ہوجاتے ہیں۔

چنانچہ ابوداؤد شریف میں حضرت ابو رمثہؓ کی روایت ہے:

صلی نبی اللّٰہ ﷺ ثم انفتل فقام الرجل الذی ادرک معہ التکبیرۃ الاولیٰ من الصلوٰۃ یشفع فوثب عمرؓ فاخذ بمنکبیہ ثم قال اجلس فانہ لن یھلک اھل الکتاب الا انہ لم یکن بین صلاتھم فصل فرفع النبی ﷺ بصرہ فقال اصاب اللّٰہ بک یاابن الخطاب.

(ابوداؤد ص ۱۹۱، مشکوٰۃ ص ۸۹ باب الذکر بعد الصلوٰۃ)

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ امام اس جگہ نماز نہ پڑھے جہاں نماز پڑھ چکا ہے بلکہ ذرا ہٹ جائے۔

امام ابوداؤد نے جو اعتراض کیا ہے کہ عطاء خراسانی نے حضرت مغیرہؓ کو نہیں پایا ہے یہ اعتراض اثر انداز نہیں ہے اس لئے کہ نبی ﷺ اور صحابہ کرامؓ کا عمل اس بات کی تائید کرتا ہے کہ انہوں نے فرض کے مقام پر سنت ادا نہیں کیں۔

فرض نماز پڑھ کر مکان بدلنے پر فقہاء کرامؒ کے اقوال

امام شمس الدین سرخسیؒ (متوفی ۴۸۳ھ) فرماتے ہیں:

ولایشتغل بالتطوع فی مکان الفریضة للحدیث المروی ایعجز احدکم اذاصلی ان یتقدم اویتأخر بسبحته ای بنا فلته لکنه یتحول الی مکان آخر والاولی ان یتقدم المقتدی ویتاخر الامام. (مبسوط ص۳۸ ج۱)

فرض نماز کی جگہ میں سنتیں نہ پڑھے کیونکہ حدیث میں آتا ہے کہ کیا تم میں سے کوئی عاجز ہے اس بات سے کہ نماز فرض پڑھنے کے بعد سنتیں آگے ہو کر یا پیچھے ہٹ کر پڑھے اور بہتر یہ ہے کہ مقتدی آگے ہو جائے اور امام پیچھے ہو جائے۔

اسی طرح علامہ کاسانیؒ (المتوفی ۵۸۷ھ) فرماتے ہیں:

فیکرہ للامام ان یصلی شیأمن السنن فی المکان الذی صلی فیه المکتوبة وقدروینا عن النبی ﷺ ایعجز احدکم اذاصلی ان یتقدم اویتأخر. (بدائع الصنائع ص ۲۸۵ ج ۱ ایضاص ۱۶۰ ج۱)

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

امام کے لئے سنتیں پڑھنا مکروہ ہے اس جگہ میں جہاں اس نے فرض کی نماز پڑھی ہے اور ہم نے آنحضرت ﷺ سے روایت ذکر کی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ کیا تم میں سے کوئی عاجز ہے اس بات سے کہ (فرض) پڑھنے کے بعد آگے یا پیچھے ہو جائے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

اذاسلم الامام من الظهر والمغرب والعشاء كره له المكث قاعدًا لكنه يقوم الى التطوع ولايتطوع فى مكان الفريضة لكنه ينحرف يمنة اويسرة اويتأخر ان شاء رجع الى بيته. (فتاویٰ عالمگیری ص ۷۷ ج ۱)

"جب امام ظہر، مغرب اور عشاء میں سلام پھیرے تو اسے بیٹھے بیٹھے دیر کرنا مکروہ ہے بلکہ وہ سنتیں پڑھنے کے لئے اٹھے اور فرضوں کی جگہ پر سنتیں نہ پڑھے بلکہ دائیں بائیں یا پیچھے ہو جائے اگر چاہے تو گھر جا کر سنتیں پڑھے۔

امام ابن نجیم الحنفی المتوفی" (۹۷۰ھ) فرماتے ہیں:

يكره للامام ان يصلى فى مكان صلى فيه فرضه كذافى الكافى وغيره. (بحرالرائق ص ۷۴ ج ۲)

امام کیلئے مکروہ ہے کہ سنتیں وہیں پڑھے جہاں فرض پڑھ چکا ہے۔ اسی طرح کافی وغیرہ میں ہے۔

ان مذکورہ بالا عبارات سے یہ بات روز روشن کی طرف واضح ہوئی کہ امام فرض نماز کی جگہ پر سنتیں ہرگز نہ پڑھے بلکہ مکان کو بدل دینا چاہئے۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

چوتھی وجہ:...... یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ وہ سنتوں کو خود گھر میں پڑھتے مگر کبھی عذر کے بناء پر مسجد میں بھی پڑھی ہیں اور اسی طرح اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی اس کی ترغیب دیتے کہ سنتیں گھر میں پڑھیں جیسا کہ بہت سی روایتیں اس پر شاہد ہیں ان میں سے بعض روایات مندرجہ ذیل ہیں۔

سنتوں کے اداء کرنے میں احادیث فعلیہ

نبی ﷺ کی عام عادت مبارکہ یہ تھی سنتوں اور نفلوں کو گھر میں پڑھتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن شقیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قال سألت عائشة رضی الله عنها عن صلوة رسول الله ﷺ فقالت كان يصلي في بيتي قبل الظهر اربعا ثم يخرج فيصلي بالناس ثم يدخل فيصلي ركعتين، و كان يصلي بالناس المغرب ثم يدخل فيصلي ركعتين، ثم يصلي بالناس العشاء ويدخل بيتي فيصلي ركعتين و كان يصلي من ليل تسع ركعات فيهن الوتر و كان يصلي ليلاً طويلاً قائماً و ليلاً طويلاً قاعدا و كان اذاقرأ وهو قائم ركع وسجد وهو قائم و كان اذا قرأ قاعدا ركع وسجد وهو قاعد و كان اذا طلع الفجر صلى ركعتين.

(مسلم ص ۲۵۲ ج ۱، مشکوۃ ص ۱۰۴ ج ۱)

فرمایا! میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ ﷺ کی نماز کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے کہا حضور ﷺ میرے گھر میں ظہر سے پہلے چار رکعت (سنت) پڑھتے تھے۔ پھر مسجد میں تشریف لے جاتے اور لوگوں کو نماز پڑھاتے۔ پھر گھر

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

میں تشریف لاتے اور دو رکعتیں (سنتیں) پڑھتے پھر مغرب کی نماز لوگوں کو پڑھاتے اور میرے گھر میں آ کر دو رکعت (سنت) پڑھتے۔ پھر عشاء کی نماز لوگوں کو پڑھاتے اور میرے گھر پر آ کر دو رکعت (سنت) پڑھتے۔ اور رات کو (تہجد کی نماز) نو رکعت پڑھتے جن میں (تین رکعت) وتر بھی شامل تھے۔ اور رات کو دیر تک کھڑے ہو کر اور دیر تک بیٹھ کر نماز پڑھتے اور جب کھڑے ہو کر پڑھتے تو رکوع اور سجدہ کھڑے کرتے اور جب بیٹھ کر پڑھتے تو رکوع سجدہ بیٹھنے کی حالت میں کرتے اور جب صبح روشن ہو جاتی تو دو رکعت (فجر کی سنتیں) پڑھتے۔ (مسلم)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

قال كان النبی ﷺ لایصلی بعد الجمعة حتی ینصرف فیصلی رکعتین فی بیته. (مشکوٰۃ ص ۱۰۴ ج۱)

فرمایا: کہ رسول اللہ ﷺ جمعہ کے بعد کوئی نماز نہ پڑھتے یہاں تک کہ واپس گھر لوٹ آتے۔ پھر دو رکعتیں اپنے گھر میں پڑھتے تھے۔

ان حدیثوں سے ثابت ہوا کہ نبی کریم ﷺ سنت قبلیہ و بعدیہ یعنی فرائض سے پہلے اور بعد والی سنتیں گھر میں پڑھتے تھے۔

سنتوں کو گھر پر پڑھنے کے متعلق قولی احادیث:

یعنی وہ قولی احادیث جن میں سنتوں کو گھر میں پڑھنے کی ترغیب ہے۔

حضرت کعب بن عجرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

قال ان النبی ﷺ اتی مسجد بنی عبدالاشهل فصلی فیه المغرب فلما قضوا صلوتهم راٰهم یسبحون بعد ها فقال هذه صلوٰة البیوت .(فی روایة الترمذی و النسائی) قام ناس یتنفلون فقال النبی ﷺ علیکم بهذه الصلوٰة فی البیوت.

(ابوداؤد ص۱۸۴ ج ۱ باب رکعتی المغرب این تصلیان. مشکوٰۃ ص ۱۰۵ ج ۱، طحاوی ص ۲۳۴)

"فرمایا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم قبیلہ بنو عبدالاشہل کی مسجد میں تشریف لائے اور وہاں مغرب کی نماز پڑھی۔ پس جب لوگ مغرب کی نماز پڑھ چکے تو حضور ﷺ نے دیکھا کہ وہ نفل پڑھ رہے ہیں آپ نے فرمایا یہ نماز گھروں میں پڑھنے کی ہے۔ اور ترمذی اور نسائی کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ لوگ کھڑے ہو گئے اور نفل پڑھنے لگے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم پر لازم ہے کہ یہ نماز گھروں میں پڑھو۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: ۔

قال قال النبی ﷺ اجعلوا فی بیوتکم من صلوتکم ولا تتخذوها قبورًا. (بخاری ص ۱۵۸ ج ۱)

کہ حضور ﷺ نے فرمایا! نمازوں سے گھروں کو بھی حصہ دیا کرو اور ان کو قبروں جیسا مت بناؤ۔

زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قال قال النبی ﷺ علیکم باالصلوة فی بیوتکم فان خیر صلوٰة المرء فی بیته الا الصلوة المکتوبة . (مسلم ص ۲۶۶)

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

کہ نبی ﷺ نے فرمایا! تم پر گھروں میں نماز پڑھنا لازم ہے کیونکہ بہترین نماز آدمی کی وہ ہے جو وہ اپنے گھر میں پڑھے سوائے فرض نماز کے کہ وہ مسجد میں ضروری ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

عن جابرؓ قال قال النبی ﷺ اذاقضیٰ احدکم الصلوٰۃ فی المسجد فلیجعل لبیتہ نصیبا من صلوٰتہٖ فان اللّٰہ جاعل فی بیتہٖ من صلوٰتہ خیرا۔ (مسلم ص۲۶۵ج۱)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی فرض نماز ادا کر چکے تو اس کو گھر میں بھی نماز کا کچھ حصہ مقرر کرنا چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کی نماز سے اس کے گھر میں خیر و برکت پیدا کرتا ہے۔

خلاصہ یہ ہوا کہ نبی اکرم ﷺ کے قولی و فعلی احادیث آپ کے سامنے گذریں اس میں کہیں اس بات کا ثبوت نہیں ہے کہ نبی ﷺ یا صحابہ کرامؓ نے گھر میں سنتیں پڑھ کر پھر دوبارہ اس اجتماعی دعاء کے لئے مسجد آئے ہوں۔

فان کنت لاتدری فتلک مصیبة
وان کنت تدری فالمصیبة اعظم

تعامل صحابہؓ و تابعینؒ سنتوں کے اداء کرنے میں:

سلف صالحین صحابہؓ اور تابعین کا عمل دیکھتے ہیں سنت قبلیہ و بعدیہ اداء کرنے میں تاکہ دعاء اجتماعی بعد السنن کی حقیقت اور واضح ہو جائے۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے:

کان ابن عمر اذا صلی الجمعة بمكة تقدم فصلی رکعتین ثم تقدم فصلی اربعا وان کان بالمدينة صلی الجمعة ثم رجع الی بيته فصلی رکعتین ولم يصلّ فی المسجد فقيل له؟ فقال كان رسول الله ﷺ يفعله. (مشکوٰۃ ص ۱۰۵ ج ۱)

ابن عمر رضی اللہ عنہما جب مکہ مکرمہ میں نماز جمعہ پڑھتے تو فرض پڑھ کر آگے بڑھ کر دو رکعت پڑھتے پھر چار رکعت پڑھتے تھے اور اگر مدینہ منورہ میں ہوتے تو جمعہ کی نماز پڑھ کر گھر لوٹ آتے مگر مسجد میں ٹھہر کر سنت نہ پڑھتے تھے، ان سے پوچھا گیا کہ آپ نے یہ طریقہ کیوں اختیار کیا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ ایسا ہی کیا کرتے تھے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے سائب بن یزید کی روایت ذکر کی ہے:

انه قال ولقد رأيت الناس فی زمن عمرؓ بن الخطاب اذا انصرفوا من المغرب انصرفوا حتی لا يبقى فی المسجد احد كانهم لا يصلون بعد المغرب حتی يصيروا الی اهليهم. (کبیری ص ۳۸۳)

"انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت عمرؓ بن الخطاب کے زمانہ میں لوگوں کو دیکھا کہ جب مغرب کی (فرض) نماز سے فارغ ہو جاتے تو سب چلے جاتے کوئی بھی مسجد میں باقی نہ رہتا گویا وہ مغرب کے بعد نماز نہیں پڑھتے یہاں تک کہ سب گھر واپس پہنچے۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

سنتوں کو گھر میں پڑھنے کے متعلق فقہاء کرامؒ کے اقوال:

اب یہاں سے فقہاء کرامؒ کے اقوال مزید ملاحظہ فرمائیں کہ انہوں نے سنتوں اورنفلوں کو گھر میں پڑھنے کی ترغیب دلائی ہے تو دوبارہ گھروں سے دعاء اجتماعی بعد السنن کے لئے آنے کی کوئی وجہ نہیں بنتی۔

صاحب کبیری نے لکھا ہے:

وتطوعه فی البیت افضل وهذا غیر مختص بمابعد الفریضة بل جمیع النوافل ماعدا التراویح وتحیة المسجد الافضل فیها المنزل.

(کبیری ص ۳۸۲)

"نفل وسنت کی نماز گھر میں پڑھنا بہتر ہے سنت قبلیہ ہو یا بعدیہ بلکہ سب نوافل گھر میں پڑھنا بہتر ہے سوائے تراویح اور تحیۃ المسجد کے۔

علامہ برہان الدین المرغینانیؒ صاحب ہدایہ لکھتے ہیں:

الافضل فی عامة السنن والنوافل المنزل هو المروی عن النبی علیه السلام. (ہدایہ باب ادراک الفریضۃ: ص ۱۵۲/ج ۱)

"بہتر یہ ہے کہ عام سنن ونوافل گھر میں پڑھی جائیں اور یہی مروی ہے نبی علیہ السلام سے۔

صاحب درمختار لکھتے ہیں:

الافضل فی النفل غیر التراویح المنزل الالخوف شغل عنها.

(شامی ص ۲۲ ج ۲)

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

''نفل اور سنت گھر میں پڑھنا بہتر ہے سوائے تراویح کے کہ وہ مسجد میں بہتر ہے ہاں اگر گھر میں فوت ہونے کا خوف ہو تو پھر نفل و سنت مسجد میں پڑھے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

الافضل فی السنن و النوافل المنزل لقوله عليه السلام صلوة الرجل فی المنزل افضل الا المكتوبة. (فتاویٰ عالمگیری ص ۱۱۳ ج ۱)

''افضل سنتوں اور نفلوں کے اداء کرنے میں گھر ہے اس لئے کہ پیغمبر ﷺ نے فرمایا کہ فرض کے سوا آدمی کی نماز گھر میں زیادہ بہتر ہے۔

فقہاء کرام کی تصریحات سے خوب واضح ہو گیا کہ سنتوں اور نفلوں میں سنت طریقہ اور بہتر یہ ہے کہ گھروں میں پڑھے تو دعاء اجتماعی مروج کی نفی خود بخود ثابت ہوتی ہے۔

پانچویں وجہ:...... یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ سنت مسجد میں کسی ضرورت کی بناء پر مثلاً سفر، اعتکاف، میں پڑھی بھی ہیں لیکن اس مروجہ دعاء اجتماعی کا کہیں ثبوت نہیں ملتا جیسا کہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔

قال كان رسول الله ﷺ يطيل القراءة فی الركعتين بعد المغرب حتى يتفرق اهل المسجد. (ابوداؤد ص ۱۸۴، مشکوۃ ص ۱۰۵)

''رسول اللہ ﷺ مغرب کے بعد کی دو رکعتوں میں لمبی قرأت کرتے تھے یہاں تک کہ مسجد سے لوگ چلے جاتے تھے۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

مطلب یہ ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیان جواز کے طور پر مغرب کی سنتیں مسجد میں پڑھی ہیں اور قرأت اتنی لمبی کی کہ تمام نمازی گھروں کو چلے گئے پھر کسی سے اس بات کا ثبوت نہیں ملتا کہ وہ پھر گھروں سے آئے ہوں اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بہیت اجتماعی دعاء کی ہو تو عدم النقل کراہیت کی دلیل ہے جیسا کہ: فقہاء کرامؒ لکھتے ہیں:

"عدم النقل تدل على الكراهة"

(فتح القدیر ص ۳۹۰، وشامی ص ۶۳۳ ماہ یہ مسائل، ص ۲۵ وکذا فی رسالۃ الا یضاء فی مسئلۃ الدعاء ص ۱۲۱)

پیغمبر سے منقول نہ ہونا کراہیت کی دلیل ہے۔

چھٹی وجہ:...... یہ ہے کہ یہ آیت "ان اللّٰه وملٰئكته يصلّون على النبی" اور درود شریف سنتوں کے بعد پڑھنے کا کہیں شریعت میں ثبوت نہیں ملتا۔ اگرچہ تلاوت اور درود شریف اپنی جگہ پر موجب ثواب ہے اور دعاء کی قبولیت کا ذریعہ درود شریف پڑھنا بھی ہے لیکن اس مقام پر اس کو ضروری جاننا بدعت بن جاتا ہے۔ مفتی رشید احمد لدھیانویؒ لکھتے ہیں: "مگر اسے ضروری سمجھنا ناجائز ہے کسی مباح یا مستحب کام کو ضروری اور واجب قرار دینا گناہ ہے۔ (احسن الفتاوی ص ۱۱۹)

"وكل مباح يؤدى اليه (الى الوجوب) فمكروه"

(درمختار شامی ص ۱۲۰ ج ۱۲ ایچ ایم سعید کراچی)

ہر ایسا مباح کام جو وجوب تک پہنچے مکروہ ہے۔

مجمع البحار اور قسطلانی میں حدیث عبداللہ بن مسعودؓ کے تحت لکھا ہے:

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

استنبط منه ان المندوب ينقلب مكروهًا اذا خيف ان يرفع عن رتبته.

(الجنۃ ص ۱۴۲)

''یعنی اس حدیث سے فقہاء نے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ بیشک امر مندوب مکروہ بن جاتا ہے جب اس کے رتبہ سے بڑھ جانے کا خوف ہو۔

علامہ طیبی رحمۃ اللہ لکھتے ہیں:

فيه من اصر على امر مندوب وجعله عزما ولم يعمل بالرخصة فقد اصاب منه الشيطان من الاضلال فكيف من اصر على بدعة ومنكرا الخ۔

(مرقات ص ۳۵۲ ج ۲، الجنۃ ص ۱۴۲)

''یعنی اس حدیث میں اس بات پر دلالت ہے کہ جو شخص امر مندوب پر اصرار کرے اور اسے لازم سمجھ لے اور رخصت پر عمل نہ کرے تو شیطان اس کے گمراہ کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ پس کیا حال ہے اس شخص کا جو کسی بدعت یا منکر پر اصرار کرے۔

خلاصہ یہ کہ جب اس کا ثبوت آنحضرت ﷺ سے نہیں ہے تو یہ بدعت ہے اور بدعت پر اصرار کرنا تو ڈبل گناہ ہے۔

ساتویں وجہ:...... یہ ہے کہ اس دعائے اجتماعی بعد السنن میں ذکر اور دعاء جہراً مانگی جاتی ہے اور یہ بھی مکروہ اور بدعت ہے جیسے اس کی تفصیل ذکر جہری میں گذر چکی ہے اور جن مقامات پر جہراً ذکر آیا ہے جیسے تلبیہ وغیرہ میں تو یہ مقامات اس سے مستثنیٰ ہیں تفصیل کے لئے دیکھیں حکم الذکر بالجہر۔

(مولانا سرفراز خان صفدر مدظلہ العالی متر جم عفی عنہ)۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

آٹھویں وجہ:...... یہ ہے کہ اس طرز وطریقہ پر دعاء کرنے میں ایک قسم کا بخل ہے کہ امام صاحب بغداد والے اور اس کے علاوہ اور اولیاء کو یاد تو کرتے ہیں اور عام مؤمنین کو دعاء میں چھوڑ دیتے ہیں اور اگر ان عام مؤمنین کو دعاء میں یاد بھی کریں لیکن ان حضرات کی تخصیص کی کیا وجہ ہے جبکہ قرآن مجید میں مسنون دعاء کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے اپنے آپ کو پھر والدین اور پھر عام مؤمنین کو یاد کیا جائے جیسا کہ نوح علیہ السلام کی دعاء میں آتا ہے:

رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَیْتِیَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ الخ (سورۃ نوح ۲۸)

اے میرے رب مجھ کو اور میرے ماں باپ کو اور جو مؤمن ہونے کی حالت میں میرے گھر میں داخل ہوئے ان کو اور تمام مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو بخش دیجئے۔

اسی طرح سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کی دعا میں ہے جب تک کہ کافر والد کے لئے دعاء کی ممانعت نہیں آئی تھی۔

رَبَّنَا اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابِ ۞ . (سورۃ ابراہیم آیت نمبر ۴۱)

''اے ہمارے رب، میری مغفرت کر دیجئے اور میرے ماں باپ کی بھی اور سارے مؤمنین کی بھی حساب قائم ہونے کے دن۔

مفسرین کرام رحمہم اللہ دعا کا مسنون طریقہ بھی یہی بتاتے ہیں جیسا کہ حافظ ابن کثیرؒ سورۃ نوح کی آیت کے تحت لکھتے ہیں:

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

دعاء لجميع المؤمنين و المؤمنات و ذلک يعم الاحياء منهم والاموات ولهٰذا يستحب مثل هذالدعاء اقتداء بنوح عليه السلام الخ.

(ابن کثیر ص ۴۰۷ ج ۴ مطبوعہ دار احیاء التراث، تسہیل ص ۱۵۱ ج ۴ تفسیر خازن ص ۳۱۵ ج ۴)

یہ دعا ہے تمام مؤمنین اور مؤمنات کے لئے اور یہ دعاء شامل ہے مُردوں اور زندوں میں سے ہر ایک کو اس لئے اس جیسی دعاء مانگنا مستحب ہے اقتداء کرتے ہوئے نوح علیہ السلام کی۔

لیکن مشہور کہاوت ہے "دال میں کچھ کالا کالا ہے" کہ یہ لوگ انہی کی تخصیص کرتے ہیں، ایک ایت مبارکہ میں آتا ہے کہ بعد میں آنے والوں کو چاہئیے کہ پہلے نیک اور مؤمن لوگوں کے لئے دعاء کیا کریں جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے:

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِّلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَؤُوفٌ رَّحِيمٌ ۞. (سورۃ الحشر ایت نمبر ۱۰)

"اے ہمارے پروردگا ہم کو بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کی طرف کینہ نہ ہونے دیجئے. اے ہمارے رب آپ بڑے شفیق ورحیم ہیں۔

حضرت جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قال جاء اعرابیّ فاناخ راحلته ثم عقلها ثم دخل المسجد فصلی خلف رسول الله ﷺ فلما سلم الی راحلته ثم رکب ثم نادی اللّٰهم ارحمنی ومحمدا ولاتشرک فی رحمتنا احدا فقال رسول الله ﷺ:

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

اتقولون هو اضل ام بعيره الم تسمعوا الى ماقال قالوا بلى.

(رواہ ابوداؤد، مشکوۃ باب حفظ اللسان ص ۴۱۴)

"کہتے ہیں کہ ایک دیہاتی شخص آیا اپنے اونٹ کو بٹھایا اوراس کے پاؤں کو باندھ کر مسجد میں داخل ہوا پھر نبی ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی اور پھر نماز کا سلام پھیر کر اٹھا اپنے اونٹ کا پاؤں کھولا اس پر سوار ہوا اور یہ کہتا ہوا چل دیا۔ اے اللہ تعالیٰ مجھ پر اور محمد ﷺ پر رحم کیجئے اور ہمارے ساتھ رحمت میں کسی کو شریک نہ کر۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہارے خیال میں یہ دیہاتی زیادہ جاہل ہے یا اس کا اونٹ تم نے سنا نہیں اس نے کیا کہا! صحابہؓ نے عرض کیا۔ جی ہاں ہم نے سن لیا۔

نویں وجہ: ...... یہ ہے کہ دعا میں رفع الیدین اور ہاتھ کو منہ پر پھیرنا ہے جیسا کہ احادیث میں اس بات کی صراحت ہے حضرت سائب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذادعا فرفع یدیه مسح وجهه بیده. (رواہ البیہقی مشکوۃ ص ۱۹۶ ج ا، ابوداؤد ص ۲۰۹، ایضا مشکوۃ ص ۷۷ ج ا فص الدعاء ص ہ للسیوطی۔ الانتصار ص ۳۸، نفائس مرغوبہ ص ۱۵)

"کہ نبی ﷺ جب دعاء مانگتے تو دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے اور پھر دونوں ہاتھوں کو دعا کے بعد منہ پر پھیرتے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں یہ الفاظ ہیں:

قال سلوا اللہ ببطون اکفکم ولاتسئلوها بظهورها فاذافرغتم فامسحوا بها وجوهكم. (ابوداؤد ص ۲۰۹ ج ا، مشکوۃ ص ۱۹۵ ج ا)

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

''کہ نبی ﷺ نے فرمایا۔ مانگو اللہ سے اپنی ہتھیلیوں کو پھیلا کر نہ کہ ہاتھوں کے پشت کو اور جب تم دعا سے فارغ ہو جاؤ تو ہتھیلیوں کو منہ پر پھیر لیا کرو۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قال کان رسول اللہ ﷺ اذا رفع یدیہ فی الدعاء لم یحطّھما حتی یمسح بھما وجھہ. (مشکوٰۃ ص۱۹۵ ج۱)

''کہ رسول اللہ ﷺ جب دعا کے لئے ہاتھوں کو اٹھاتے تو اس وقت تک ان کو نہ رکھتے جب تک منہ پر نہ پھیر لیتے۔

لیکن تین مرتبہ ہاتھوں کا اٹھانا اور منہ پر پھیرنا کہاں سے ثابت ہیں۔

دسویں وجہ:...... یہ ہے کہ اس دعا اجتماعی بعد السنن کی علماء متأخرین خصوصا علماء دیوبند کثر اللہ سوادھم نے تردید کی ہے۔

سنتوں کے بعد اجتماعی دعا اور علماء دیوبندؒ کی تردید:

مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی صاحبؒ نے اس موضوع پر ایک مستقل کتاب بنام ''نفائس مرغوبہ'' لکھی ہے اور اس میں تقریباً سو سے زائد علماء ربانیین کے فتاویٰ جمع کیے ہیں میں اس کتاب میں سے ایک اقتباس نقل کرتا ہوں۔ چنانچہ مفتی صاحبؒ لکھتے ہیں:

جاننا چاہئے کہ احادیث اور فقہ سے کہیں یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ قرون ثلاثہ میں دعاء کا یہ طریقہ تھا کہ سنتیں نفلیں پڑھ کر ساری جماعت دعا مانگتی ہو۔ اور جب اس پر یہ قیود اور بڑھ جائیں کہ امام لوگوں کے فارغ ہونے تک ان کا انتظار کرے اور پھر ''الفاتحہ

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

"بلند آواز سے کہکر دعا شروع کرے تو اس طریقہ کا طریقہ جدید اور نو پیدا ہونا اور بھی پختہ ہوجاتا ہے۔پھر اس پر اگر اس التزام کا لحاظ بھی کرلیا جائے جو بعض اطراف میں مشاہد ہے کہ اس طریقہ دعا کو ضروری سمجھتے ہیں اور نہ کرنے والے کو ملامت کرتے ہیں تو پھر اس کے بدعت ہونے میں کسی طرح کا شک وشبہ باقی نہیں رہتا۔کیونکہ شریعت مقدسہ کا حکم یہ ہے کہ اگر کسی امر مباح یا مستحب کو بھی ضروری سمجھ لیا جائے اور اس پر اصرار کیا جائے تو وہ بدعت ہوجاتا ہے۔(نفائس مرغوبہ ص ۲ کفایت المفتی ص ۳۲۷ جدید ج ۳)

اسی طرح مفتی صاحب ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

سوال:......فرض نماز کے بعد امام بلند آواز سے دعا مانگتا ہے اور مقتدی آمین کہتے ہیں یہ درست ہے یا نہیں؟ یہ ٹھیک ہے کہ سنن ونوافل کے بعد انتظار کرنا اور اجتماعی مانگنا سنت کے خلاف ہے مگر فرضوں کے بعد دعا مانگنا تو ثابت ہے۔

جواب:......اس طریقہ کو ضروری اور لازمی نہ سمجھا جائے تو مباح ہے۔مگر سنن ونوافل کے بعد سب کا موجود رہنا اور پھر اس طریقہ سے یہ دعا مانگنا واجب الترک ہے۔

(کفایت المفتی ص ۳۱۰ ج ۳ جدید)

علامہ ظفر احمد عثمانی دیوبندی صاحبؒ اس دعاء اجتماعی بعد السنن کی تردید کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

ورحم اللّٰہ طائفۃ من المبتدعۃ فی بعض اقطار الھند حیث واظبوا علی ان الامام ومن معہ یقومون بعد المکتوبۃ بعد قراء تھم ،اللّٰھم انت السلام ومنک السلام الخ ثم اذا فرغوا من فعل السنن والنوافل

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

يدعو الامام عقب الفاتحة جهرا بدعاء مرة ثانية، والمقتدون يؤمنون على ذلك، وقد جرى العمل منهم بذلك على سبيل الالتزام والدوام حتى أن بعض العوام اعتقدوا أن الدعاء بعد السنن والنوافل باجتماع الامام والمأمومين ضروري واجب، حتى انهم اذا وجدوا من الامام تاخيرا لأجل اشتغاله بطويل السنن والنوافل اعترضوا عليه قائلين انا منتظرون للدعاء ثانيا وهو يطيل صلاته وحتى أن متولي المساجد يجبرون الامام المؤظف على ترويج هذا الدعاء المذكورة بعد السنن والنوافل على سبيل الالتزام ومن لم يرض بذلك يعزلونه عن الامامة ويطعنونه ولا يصلون خلف من لا يصنع بمثل صنيعهم وأيم الله! ان هذا امر محدث في الدين.

(اعلاء السنن ص ۲۰۵ ج ۳، مطبوعہ ادارۃ القرآن لسبیلہ کراچی)

ہندوستان کے بعض اطراف کے اہل بدعت کی ایک جماعت کی حالت قابل رحم ہے کہ ان کی یہ عادت ہوگئی ہے کہ امام اور مقتدی فرض کے بعد " اللهم انت السلام الخ " تک پڑھ کر کھڑے ہوجاتے ہیں اور جب نفلوں اور سنتوں سے فارغ ہوجاتے ہیں تو " الفاتحہ " با آواز بلند کہہ کر امام صاحب دوبارہ دعا مانگتے ہیں اور مقتدی اس پر آمین کہتے رہتے ہیں۔ اور اس پر پابندی اور ہمیشگی کے ساتھ ان کا عمل جاری رہتا ہے۔ یہاں تک کہ بعض عوام یہ اعتقاد جمائے ہوتے ہیں کہ سنت اور نوافل کے بعد امام اور مقتدیوں کا اکٹھا دعا کرنا ضروری اور واجب ہے۔ یہاں تک کہ جب دیکھ لیں کہ امام نے طویل سنتوں اور نوافل پڑھنے کی وجہ سے دیر کی تو اعتراض کرنے لگتے

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

ہیں۔ کہتے ہیں کہ ہم دوسری دعا کے انتظار میں ہوتے ہیں اور یہ اپنی لمبی لمبی نمازیں پڑھتا ہے نیز یہاں تک کہ مسجد کے متولی تنخواہ دار امام کو مروجہ دعاء مذکورہ پر جو سنن اور نوافل کے بعد بطریق پابندی مانگنے پر مجبور کرتے ہیں اور جو امام یہ طریقہ پسند نہ کرے اس کو امامت سے برطرف کرتے ہیں اور طعنے دیتے ہیں اور ایسوں کے پیچھے نماز تک نہیں پڑھتے جو ان کے طریقہ پر عمل پیرا نہ ہو۔ خدا کی قسم یہ کام دین کے اندر نیا گڑھا گیا ہے۔

عارف باللہ حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

الجواب:...... فرائض کے بعد دعاء کر کے متفرق ہو جانا چاہیے۔ سنن ونوافل کے بعد اجتماعا دعا کا پابند مقتدیوں کو نہ کرنا چاہیے۔ الخ

(دار العلوم دیوبند ص ۱۲۹ ج ۴۔ مطبوعہ دار الحدیث۔ ایضاً ص ۹۲ ج ۵)

شیخ الحدیث مولانا عبد الرحمٰن صاحبؒ اور شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی صاحبؒ نے تعلیق ترمذی ص ۱۴۸ قلمی نسخہ میں اس دعا کو لیس بشیئ کہا ہے۔

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندیؒ اس دعاء اجتماعی بعد السنن کی تردید لکھتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

سنتوں اور نفلوں کے بعد پھر اجتماعی صورت سے دعاء کرنا نہ رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے نہ صحابہؓ و تابعینؒ اور ائمہ دین سے۔ رسول اللہ ﷺ کی سنت تو اس بارے میں یہ ہے کہ فرض پڑھنے کے بعد مختصری دعاء کر کے مکان میں تشریف لے جاتے اور سنتیں نفلیں گھر میں پڑھتے تھے۔ صحیح بخاری میں بروایت حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

مذکور ہے۔ "انه صلى الله عليه وسلم كان يمكث اذا سلم يسيرا" یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سلام پھیرنے کے بعد بہت تھوڑی دیر ٹھہرتے تھے۔

عام صحابہ کرامؓ کا بھی یہی طریقہ منقول ہے۔ معلوم نہیں یہ طریقہ کب اور کس نے ایجاد کیا کہ سارے مقتدی بیٹھے ہوئے امام کا انتظار کرتے رہیں کہ جب سنت اور نفل سے فارغ ہو تو پھر مل کر دعاء کریں۔ اور اس کا ایسا التزام کرتے ہیں جیسے نماز کا کوئی جز ہے۔ جو چیز سنت سے ثابت نہ ہو اس کا بطریق سنت پابندی کرنا معاذ اللہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام پر ایک حیثیت سے یہ الزام لگانا ہے کہ یہ نافع او مفید طریقہ یا ان کو معلوم نہ تھا یا معاذ اللہ جان بوجھ کر وہ اس میں کوتاہی کرتے تھے ان ایجاد کرنے والوں نے امت پر احسان کیا کہ یہ طریقہ بتلایا۔ نعوذ باالله منه۔ (احکام الدعاء ص ۱۴ ص ۱۵)

پھر آگے جا کر مفتی صاحبؒ نے اس کے مفاسد پر بحث کی ہے شائقین حضرات حضرتؒ کا رسالہ احکام الدعاء دیکھیں۔

مناظر اسلام حضرت مولانا مفتی مہدی حسن صاحب دیوبندیؒ اس دعاء اجتماع بعد السنن کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

نیز امام کا مع مقتدیوں کے نوافل کے بعد دعا مانگنے کو لازم کر لینا بدعت ہے۔ اور اذا تردد الحكم بين سنة وبدعة كان ترك السنة راجحا على فعل البدعة انتهىٰ (شامی) یعنی جب کوئی حکم سنت اور بدعت کے درمیان دائر ہو تو وہاں احتمال ترک سنت راجح ہے احتمال فعل بدعت پر۔ قرون ثلاثہ میں اس کا وجود نہ ہونا۔ اور پھر اس کا التزام کر لینا۔ اور تارک کو ملامت کرنا بدعت ہے لہذا اس

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

کا ترک راجح ہے۔ جیسا کہ علامہ مجیب دام فیوضہم نے مفصل تحریر فرمادیا ہے۔ فجزاہ
اللہ عنا وعن سائر المسلمین. واللہ اعلم وعلمہ اتم.

(النفائس المرغوبہ ص ۳۵ ص ۳۶)

حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھریؒ لکھتے ہیں:

یہ رواج سنت طریقے کے خلاف ہے بہت سے اچھے علماء نے اس کو
بدعت کہا ہے اس کو چھوڑنا چاہئے۔ (نماز حنفی ص ۳۴)

الشیخ السید محمد یوسف الحسینی البنوری الدیوبندی صاحبؒ

اس دعا اجتماعی بعد السنن کی تردید کرتے ہوئے اپنی مایہ ناز تالیف معارف السنن میں لکھتے ہیں:

ثم ان ماراج فی کثیرمن بلادالھندالجنوبیۃالدعاء بکیفیۃ مخصوصۃ بعدالرواتب: یستقبل الامام المقتدین ویدعون رافعی أیدیھم، ثم ینادی الامام بصوت عال: الفاتحۃ ثم یصلون علی النبی ﷺ ویواظبون علی ھذاطول اعمار ھم فی جمیع صلواتھم ویلتزمونہ التزام واجب، وینکرون علی امام ومأموم لایفعل ذلک، وربما یفضی لھم الانکار الی خصام شدید وجدال قبیح، بل یؤدی الی قبائح وفظائع من الجھالات الفاحشۃ، ففی مثل ھذہ یقال: انہ بدعۃ تضمنت بدعات کثیرۃ، لاأری بمثل ھذا وجھۃ من السنۃ، فافتتاح الدعاء بالثناء علی اللہ علی ماھواھلہ، ثم الصلوۃ علیہ صلی اللہ علیہ

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

وسلم، وان كان له اصل في الشريعة ولكن الاختتام بالفاتحة، والنداء للاعلام بقرء اتها بصوت رفيع: الفاتحة "ثم هذا الالتزام، ثم تشديد النكير على التارك، كل ذلك بعيد عن السنّة، والله يقول الحق وهو يهدى السبيل. (معارف السنن ص ۱۲۶ ص ۱۲۷ ج ۳)

پھر جو جنوبی ہندوستان (یعنی صوبہ سرحد) کے اکثر شہروں میں مخصوص کیفیت کے ساتھ سنتوں کے بعد دعا کا رواج ہے کہ امام مقتدیوں کی طرف منہ کر کے بہ آواز بلند سے "الفاتحہ" کا آواز لگاتا ہے چنانچہ پھر امام اور مقتدی فاتحہ پڑھتے ہیں اور پھر درود شریف پڑھتے ہیں اور بعض تو اس میں دیگر فنکاریاں بھی کرتے ہیں کہتے ہیں رسول اللہ صلی علیہ وسلم کی روح کو فاتحہ۔ یہ لوگ پوری زندگی تمام نمازوں میں اس پر مواظبت کرتے ہیں اور واجب کی طرح اس کا التزام کرتے ہیں اور جو امام اور مقتدی اس طرح نہ کریں ان پر نکیر کرتے ہیں۔ بسا اوقات ان پر نکیر تو جنگ وجدال کی بری صورت اختیار کر لیتی ہے اور کئی قسم کی برائیاں اور جہالتیں جنم لیتی ہیں، اس کے متعلق یہی کہا جاسکتا ہے کہ یہ ایک ایسی بدعت ہے جو بیسوں بدعات پر مشتمل ہے، اور میں نے سنت سے اس طرح کا اعراض نہیں دیکھا۔ دعاء کو اللہ تعالیٰ کی شایان شان حمد وثنا سے شروع کرنا اور آپ ﷺ پر درود پڑھنا اگر چہ شریعت میں اس کی اصل موجود ہے۔ لیکن فاتحہ کے ساتھ اختتام اور بلند آواز سے الفاتحہ کہکر اعلان کرنا اور پھر اس طرح کی التزام اور نہ کرنے والے پر اس طرح کی سخت نکیر یہ سب سنت سے بعید ہے اللہ تعالیٰ حق بیان کرتے ہیں اور اور وہی سیدھے راستے کی راہنمائی فرماتے ہیں۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی نور اللہ مرقدہ اس دعاء اجتماعی بعد السنن کے قبائح بیان کرتے ہوئے ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

(۱) فرائض کے بعد سنن ونوافل گھر میں جا کر پڑھنا افضل ہے مگر نوافل کے بعد اجتماعی دعا کے لیے اس فضیلت کو چھوڑ کر امام اور مقتدی مسجد ہی میں نوافل پڑھنے کا اہتمام کرتے ہیں۔

(۲) نوافل کی تعداد رکعات اوران میں مقدار تلاوت میں مختلف لوگ ہمت وفرصت کے لحاظ سے مختلف ہوتے ہیں مگر اجتماعی دعا کا التزام سب کو ایک ہی لاٹھی سے ہانکتا ہے چنانچہ کوئی پہلے فارغ ہوجائے تو وہ دعا کے انتظار میں بیٹھا رہتا ہے اور اگر امام یا کوئی مقتدی زیادہ نوافل پڑھنا چاہے تو وہ اجتماعی دعا سے فارغ ہونے کے بعد پڑھتا ہے اس لئے نوافل کے بعد کی دعا امام کے ساتھ ملکر کرنا خصوصاً اس کا مروّج التزام بالاتفاق بدعت ہے الخ (احسن الفتاویٰ ص ۳۴۵ ج ۱)

ولی کامل حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

سنتوں کے بعد اجتماعی دعا کے لئے امام اور مقتدی کا بیٹھے رہنا، اور پھر مل کر دعا کرنا صحیح نہیں۔ اس کا اہتمام والتزام بدعت ہے، بدعت کا لفظ مطلق بولا جائے تو بدعت سیئہ ہی مراد ہوتی ہے۔ (آپ کے مسائل اوران کا حل ص ۲۷۴ ج ۲)

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر صاحب دام مجدہم اس دعا اجتماعی بعد السنن کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

بعض علاقوں میں سنتوں اور نوافل کے بعد اجتماعی طور پر دعاء کا خاص اور خوب اہتمام کیا جاتا ہے اور دعاء نہ کرنے والے کو بنظر حقارت دیکھا جاتا ہے حالانکہ یہ کاروائی نری بدعت ہے علماء کو اس سے سختی کے ساتھ گریز کرنا چاہئے اور علی الخصوص علماء حق کو جو بعض علاقوں میں رسمی اور رواجی طور پر اس بدعت اور مکروہ فعل میں گرفتار اور مبتلا ہیں۔ (حکم الذکر بالجہر ص ۱۰۸، خزائن السنن حصہ دوم ص ۱۳۹)

ان مذکورہ بالا عبارات سے علماء دیوبند رحمہم اللہ کا نظریہ روز روشن کی طرح واضح ہوا کہ یہ حضرات" دعاء ہیئت اجتماعی بعد السنن کے مطلقاً قائل نہیں بلکہ اس کو بدعت اور مکروہ لکھتے ہیں لہٰذا اس میں ان علماء کے لئے عبرت ہے کہ جو اپنے آپ کو علماء دیوبند کی طرف منسوب کرتے ہیں پھر بھی ضد اور حسد پر اڑ کر یہ فعل بدانجام دیتے ہیں۔ ہمارے شیخ القرآن مولانا محمد طاہر نور اللہ مرقدہٗ نے الرسالۃ البیضاء میں بھی اس کی بدعت ہونے کی تصریح فرمائی ہے اس کا بھی ضرور مطالعہ کرلیں۔

ولولا رجال المسلمون لهدمت
صوامع دين الله من كل جانب

مکۃ المکرّمۃ کے مفتی کا فتویٰ:

مکۃ المکرّمۃ کے مفتی مولانا عبداللہ بن عبدالرحمٰن سراج الحنفیؒ کا فتویٰ یہ ہے

الجواب: لم ترد السنّة بذلك ولا رواية في ذلك ولا يجوز للمتولي

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

اجبار الامام علی ذلک لانه غیر موافق للشرع والحال ماذکروا والله اعلم۔

(نفائس مرغوبہ ص ۱۰۱)

نہ تو اس فعل پر سنت وارد ہوئی ہے اور نہ فقہاء کرامؒ سے کوئی روایت منقول ہے اور جائز نہیں متولی کیلئے امام کو مجبور کرے اس فعل پر اس لئے کہ یہ شرع کے موافق نہیں ہے۔

خلاصہ ان تمام گذارشات کا یہ ہوا کہ دعاء فرضوں کے بعد (بغیر التزام) کے اور سنتوں کے بعد انفرادی طور پر ثابت ہے اور دعاء بعد السنن اجتماعی ہیئت سے بدعت اور مکروہ ہے اس سے اپنے آپ کو بچانا لازمی اور ضروری ہے۔

اشکالات اور جوابات

پہلا اشکال:...... بعض حضرات یہ اشکال کرتے ہیں کہ فرض نماز کے بعد دعاء اس قدر ثابت ہے جس قدر حدیث عائشہ میں وارد ہوئی ہے چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں:

کان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم اذاسلم لم یقعد الامقدار مایقول اللّٰھم انت السلام ومنک السلام تبارکت یاذاالجلال والاکرام۔

(مسلم شریف ص ۲۱۸ ج ۱، ابن ماجہ ص ۶۶)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم جب نماز کا سلام پھیرتے تو بس اسی قدر بیٹھتے کہ "اللّٰھم انت السلام ومنک السلام الخ" کی مقدار دعاء پڑھیں۔ تو اس سے زیادہ دعاء مانگنا خلاف سنت اور جائز نہیں ہے۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

جواب اول:......اس روایت کی صحت میں بھی کلام ہے کیونکہ ابو معاویہ جو اس حدیث کے راویوں میں ہے انہیں ابوداود نے مرجئہ کہا ہے۔ اور یحیٰی بن معین نے کہا ابو معاویہ عبداللہ بن عمر سے منکر روایتیں نقل کرتے ہیں۔ بس اس روایت سے ان روایات صحیحہ کثیرہ کے مقابلہ میں استدلال کرنا اور حجت پکڑنا صحیح نہیں۔

(النفائس المرغوبہ ص ۱۴)

جواب دوم:......حضرت ام المؤمنین سے جو دعا "اللّٰھم انت السلام الخ" منقول ہے اس کی مختلف اسانید ہے اور صرف ایک سند میں جس میں مروان بن معاویہ ہے اس میں یہ الفاظ ہیں۔" کان رسول اللّٰه صلی الله علیه وسلم لا یقعدبعد التسلیم الاقدر مایقول اللّٰهم الخ" اور باقی جو اسانید سے روایت ہے اس میں یہ الفاظ نہیں بلکہ اس طرح ہیں: قال ابوعوانه فی مسنده حدثنا الصمعانی و ابو امیّة قالا ثنا روح بن عبادة قال ثنا شعبة عن عاصم الاحول عن عبداللّٰه بن الحارث عن عائشة ان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم کان اذاسلم قال اللّٰهم الخ

(ص ۲۴۱ ج ۲ وھکذا عند ابن السنی ولیس فیہ لا یقعد بحوالہ الانتصار ص ۳۸۔)

الاسناد الأخر حدثنا محمدبن اسحاق السجزی قال ثنا الفریابی قال سفیان عن عاصم بن سلیمان عن عبداللّٰه بن الحارث ان النبی صلی اللّٰه علیه وسلم کان یقول بعد مایسلم اللّٰهم انت السلام الخ (ص ۲۴۲ ج ۲ بحوالہ الانتصار ص ۳۸)۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

ان روایتوں میں لفظ لایقعد بعد التسلیم نہیں بلکہ صرف ایک روایت جو مروان بن معاویہ عن عاصم الاحوال سے روایت کرتا ہے اس میں یہ لفظ ہیں۔

(الانتصار لنیۃ سید الابرار ص ۳۵)

جواب سوم:......اور پھر مقدار سے مراد بھی حقیقی مقدار نہیں بلکہ تقریبی ہے تو اس سے اگر کچھ زیادتی بھی ہو تب بھی وہ تقریبی مساوات میں داخل ہوگی۔ اور اسی طرح یہ روایت ان روایتوں کے ساتھ جمع ہو سکے گی جو فصل دوم میں ہم نے ذکر کی ہیں۔ (النفائس المرغوبۃ ص ۱۵، الانتصار ص ۳۴)

فتح القدیر میں ہے:

ومقتضی العبارۃ ح ان السنۃ ان یفصل بذکر قدر ذلک و ذلک یکون تقریبا فقد یزید قلیلا وقد ینقص قلیلا۔

(نفائس ص ۲۲، سعایۃ ص ۲۶۲، شامی ص ۲۹۱، ج۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کا مقتضیٰ یہ ہے کہ فرض و سنت میں فاصلہ کیا جائے جس ذکر و دعا کے ساتھ بھی ہو البتہ بمقدار "اللّٰھم انت السلام الخ" کے ہو اور یہ مساوات تقریبی ہے۔ بس کبھی کم ہو یا زیادہ ہو جائے تو مضائقہ نہیں۔

جواب چہارم:......مراد اس بیٹھنے سے قبلہ کی طرف منہ کر کے بیٹھنا ہے یعنی اس مقدار کے بعد قوم کی طرف منہ کرے اور زیادہ قبلہ کی طرف نہ بیٹھے۔

چنانچہ علامہ کاسانیؒ لکھتے ہیں:

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

الا انہ یکرہ المکث علیٰ ھیئتہٖ مستقبل القبلۃ لماروی عن عائشۃ رضی اللّٰہ عنھا۔ (بدائع الصنائع ص ۱۵۹ ج ۱، ویقرب الیہ ما فی المدخل ص ۲۸۶ ج ۲)

مگر یہ کہ مکروہ ہے زیادہ دیر بیٹھنا اپنے اسی ہیئت پر قبلہ کی طرف منہ کرتے ہوئے حضرت عائشہؓ کی حدیث کی وجہ سے۔

دوسرا اشکال:...... بعض لوگ عوام کو دھوکہ دیتے ہیں کہ نور الایضاح میں لکھا ہے کہ امام کیلئے یہ مستحب ہے کہ بعد النوافل والسنن مقتدیوں کی طرف منہ موڑ کر سب دعا مانگیں۔

صاحب نور الایضاح باب باندھتے ہیں:

فصل فی الاذکار الورادۃ بعد الفرض۔

یہ فصل ان اذکار کے بیان میں ہے جو فرائض کے بعد وارد ہوئے ہیں۔

پھر آگے فصل میں ذکر کرتے ہیں:

ویستحب للامام بعد سلامہٖ ان یتحوّل الیٰ جھۃ یسارہٖ لتطوع بعد الفرض وان یستقبل بعدہ الناس ویستغفرون اللّٰہ ثلا ثا ویقرء ون آیۃ الکرسی والمعوّذات ویسبحون اللّٰہ ثلاثا وثلا ثین. ویحمدونہ کذلک ویکبرونہ کذلک ثم یقولون لاالہ الااللّٰہ وحدہ لاشریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شئي قدیر ثم یدعون لانفسھم وللمسلمین رافعی ایدیھم الخ (نور الایضاح ص ۸۰)

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

مستحب ہے امام کیلئے کہ بائیں طرف پھر جائے سلام پھیرنے کے بعد فرض کے بعد سنتیں پڑھنے کے لئے اور اس کے بعد لوگوں کی طرف رخ کرے اور ۳۳ دفعہ استغفار پڑھے اور آیۃ الکرسی اور معوذات پڑھیں اور سبحان اللہ، الحمدللہ اور اللہ اکبر/ ۳۳ دفعہ پڑھیں اور پھر کہیں لاالہ الااللہ وحدہ لاشریک لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیئ قدیر۔ پھر اپنے لئے اور عام مسلمانوں کے لئے ہاتھ اٹھا کر دعا کرے الخ۔

اس عبارت سے سادہ لوح مسلمانوں کو دھوکہ دیتے ہیں کہ اس سے دعاء اجتماعی بعد السنن ثابت ہوتی ہے۔

جواب اول:...... یہ ہے کہ نورالایضاح کی اس عبارت میں تقدیم وتاخیر ہے مطلب اس کا یہ ہے کہ پہلے امام لوگوں کی طرف رخ کرے اور دعا مانگے۔ اور پھر بائیں جانب پھر جائے سنّت پڑھنے کے لئے اور یہ نحو کے اس قاعدے پر بناء ہے کہ یہاں "وان یستقبل بعدہ الناس" میں واو مطلق جمع کیلئے ہے جیسا کہ ابن حاجب وغیرہ نے لکھا ہے کہ والواو لمطلق الجمع کہ واو مطلق جمع کیلئے آتی ہے دیکھئے۔

(کافیہ ص ۱۹۹، ہدایۃ النحو ص ۱۳۸، الفوائد الضیائیہ ص ۲۶۶، وکذا فی الحسامی ص ۱۷۵)

اور اس صورت میں صاحب نورالایضاح کی یہ عبارت فصل کے مطابق ہوجائیگی اسلئے صاحب نورالایضاح نے تو فصل باندھا ہے "فصل فی الاذکار الواردۃ بعد الفرض" اور پھر سنتوں کے بعد اذکار اور دعا کا ذکر کرے تو عبارت کی

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

فصل سے مطابقت نہیں رہتی۔

جواب دوم:…… یہ ہے کہ استحباب تو حکم شرعی ہے وہ کسی عالم کے قول سے ثابت نہیں ہوتا۔ صاحب نور الایضاح تو بارھویں صدی کا عالم ہے، اس کی وفات ۱۰۶۹ھ میں ہوئی ہے اگر اس نے کہا ہو کہ یہ مستحب ہے تو دلیل شرعی کیا پیش کی؟ جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خیر القرون سے اس کا ثبوت نہیں ملتا۔

جواب سوم:…… علامہ ظفر احمد عثمانی دیوبندیؒ نور الایضاح کی یہ عبارت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

فانه لا دلالة فيه على قراءة كل ذلك والدعاء بعدها مجتمعين، وأن يفعل ذلك كله في المسجد، فان صيغة الجمع لا تستدعي الاجتماع والاستحباب أصلا، نص على ذلك الاصوليون، فمعنى كلامه ان المسلمين ينبغي لهم قراءة الاوراد المأثورة بعد المكتوب بأن يأتي كل احد بها على حدة، ويدعوا كل احد بعدها لنفسه وللمسلمين لأن الشرنبلالي نفسه قد نص قبل ذلك على أن الافضل بالسنن أداؤها فيما هو أبعد من الرياء، وأجمع للخلوص سواء البيت اوغيره اه (ص ۱۸۲) فلما كان الافضل بالسنن عنده البيت ونحوه، فكيف يمكن حمل كلامه ويستغفرون الله ويحمدونه الخ على فعل ذلك في المسجد بالاجتماع؟ وأيضًا فقد نص الشرنبلالي قبله نقلا عن مجمع الروايات على أنه اذا فرغ من صلوته ان شاء قرأ ورده جالسًا،

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

وان شاء قرأ قائماوليس معنى قوله: يستحب للامام أن يستقبل بعد التطوع الناس أنه يستقبلهم لأجل الدعاء، بل معناه أنه يستحب له ابطال الاستدبار الذى كان لأجل الامامة فى المكتوبة ،سواء استقبلهم جالسا فى مكانه أو ذاهباالى حوائجه، كماصرح هو بالتخيير فى كل ذلك (ص۱۸۲)لأن فى كل ذلك ابطال للاستدبار بالمذكور فافهم .والله يهدى من يشاء الى صراط مستقيم۔

(اعلاء السنن ص ۲۰۷ ج ۳۔ مطبوعہ ادارۃ القرآن)۔

اس عبارت میں اس پر کوئی دلیل نہیں کہ یہ سب چیزیں پڑھیں اوران کے فراغت کے بعد اکٹھے ہوکر دعا کی جائیں اور نہ یہ کہ یہ چیزیں مسجد کے اندر کی جائیں کیونکہ لفظ جمع کا تقاضا یہ نہیں کہ یہ کام جماعت کیساتھ ملکر کئے جائیں جیسا کہ علماء اصول نے اس امر کی واضح تصریح کی ہے۔تو صاحب نورالایضاح کے قول کا یہ معنی ہوگا کہ مسلمانوں کیلئے مستحب ہے کہ فرضوں کے بعد منقول ادعیہ پڑھا کریں جس کا طریقہ یہ ہے کہ ہر نمازی علیحدہ پڑھ لیا کرے اور پھر ہر ایک علیحدہ اپنے اور دوسرے مسلمانوں کے لئے دعاء بھی کرے۔کیونکہ اس سے پہلے خود شرنبلالی ؒ نے اس کی تصریح کی ہے کہ سنن کیلئے بہتر صورت یہ ہے کہ ایسی جگہ اداء کی جائیں جو ریا کاری سے بہت دور اور اخلاص قلب کیلئے زیادہ جامع ہو خواہ گھر ہو یا دوسرا مقام۔(اص۱۸۲)

پس جب سنتیں ان کے نزدیک گھر وغیرہ میں افضل ہیں۔تو اس کا کلام کہ اللہ سے استغفار مانگیں اور اس کی حمد کریں (آخر تک) اس مطلب پر کیسے محمول

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

کیا جاسکتا ہے کہ یہ کام مسجد میں اجتماعی شکل میں کئے جائیں اس کے علاوہ شرنبلالیؒ نے پہلے مجمع الروایات سے نقل کر کے یہ تصریح کی ہے کہ امام جب نماز سے فارغ ہو جائے تو اس کی مرضی ہے خواہ بیٹھ کر وظیفہ پڑھے خواہ کھڑے ہو کر۔ اور صاحب نور الایضاح نے جو یہ کہا ہے کہ امام کیلئے مستحب ہے کہ سنتوں کے بعد لوگوں کی طرف رخ کرے یہ مقصد نہیں کہ ان کے ساتھ دعا مانگے بلکہ مطلب یہ ہے کہ امامت کیوجہ سے نماز میں اس نے قوم کی طرف جو پشت کر رکھا تھا وہ ختم کرے برابر ہے اپنے مقام پر بیٹھ کر ان کی طرف منہ کرے یا اپنے کام کے لئے چلا جائے کیونکہ ان سب میں اجازت کی صراحت ص ۱۸۲ پر ذکر کی ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ ہر دو صورت میں استدبار ختم ہو جاتا ہے۔ اللہ سیدھی راہ کی توفیق دیتا ہے جس کو چاہے۔

تیسرا اشکال:...... بعض حضرات فرماتے ہیں کہ چونکہ سنن مکملات ہے فرضوں کے لئے لہٰذا اگر سنتوں کے بعد دعاء کی جائے تو گویا کہ یہ فرضوں کے بعد دعا کی گئی ہے۔

جواب:...... سنن جو مکملات ہے فرضوں کے لئے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی کے فرض نمازوں میں کچھ کمی رہ گئی ہو تو اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اس سنن ونوافل کے ذریعے سے اس کمی کو پورا کر دے گا۔ اس کا یہ مطلب نہیں جیسے سائل نے اپنے طرف سے ایجاد کیا ہے۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضؓ عنہ روایت ہے:

قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان اول ما یحاسب به العبد یوم القیمة من عمله صلوته فان صلحت فقد افلح

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

فسدت خاب وخسر وان انتقص من فريضة قال الرب انظروا هل لعبدى من تطوع فيكمل بهاماانتقص من الفريضة ثم يكون سائرعمله على ذلك.

(رواه الترمذی وحسنہ النسائی وابن ماجہ والحاکم وصححہ۔فضائل اعمال ص ۳۶۶ للشیخ زکریا کاندھلویؒ)

”کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ قیامت میں آدمی کے اعمال میں سب سے پہلے فرض نماز کا حساب کیا جائیگا اگر نماز اچھی نکل آئی تو وہ شخص کامیاب ہوگا، اور بامراد، اور اگر نماز بیکار ثابت ہوئی تو وہ نامراد، خسارہ میں ہوگا اور اگر کچھ نماز میں کمی پائی گئی تو ارشاد خداوندی ہوگا کہ دیکھو اس بندے کے پاس کچھ نفلیں بھی ہیں جس سے فرضوں کو پورا کردیا جائے اگر نکل آئی تو ان سے فرضوں کی تکمیل کردی جائیگی اس کے بعد پھر اسی طرح باقی اعمال زکوٰۃ وغیرہ کا حساب ہوگا۔ اختیار شرح المختار میں ہے:

ان النوافل و السنن تكون مكملات للفرائض فى الحشر الخ كماقال فى الاختيارشرح المختار العرف الشذى ص ۱۴۳)

بیشک سنن اور نوافل مکملات ہے فرضوں کیلئے قیامت میں۔

يامريض القلب عرّج للعلاج. جملة التدبير تبديل المزاج

کتاب کے آخر میں ایک ہمدردانہ اپیل:

یہ چند مشہور بدعات تھیں جس کی تردید بندہ ناچیز نے کم وقت میں بہت سارے مشاغل اور قلت علم، اور وہ قلّتِ وسائل کے باوجود، اپنے مسلمان بھائیوں کی

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی ۔بندہ بہت ہی عاجزی کے ساتھ درخواست کرتا ہے کہ غلطیوں کی اصلاح کی جائے اور جناب رسول اللہ ﷺ کی سنت گراں کی قدر کیجائے اسلئے کہ وہ ایک مکمل دین کیساتھ دنیا کی طرف بھیجے گئے جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے فرماتے ہیں:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا۔ (سورۃ المائدۃ ایت نمبر۳)

آج کے دن تمہارے لئے تمہارے دین کو میں نے کامل کر دیا اور میں نے تم پر اپنا انعام تمام کر دیا اور میں نے اسلام کو تمہارے دین بننے کے لئے پسند کیا۔

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

من ابتدع فی الاسلام بدعة یراها حسنة فقد زعم ان محمدا صلی اللّٰه علیه وسلم خانَ الرسالة لان اللّٰه یقول الیوم اکملت لکم دینکم .فما لم یکن یومئذ دینا فلا یکون الیوم دینا .(الاصول فی البدع لمحمد احمد العدوی طبع مصر)۔ (الاعتصام ص ۲۷ ج ۱ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ پشاور)

جس نے اسلام میں کوئی بدعت نکالی جس کو وہ بھلائی سمجھتا ہے تو گویا اس نے بدگمان کی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے رسالت کی ادائیگی میں خیانت کی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے تمہارے لئے آج تمہارا دین مکمل کر دیا ہے بس جو کام اس وقت دین نہیں تھا۔ وہ آج بھی دین نہیں ہوگا۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

ملا علی القاریؒ اس آیت کے ماتحت لکھتے ہیں:

فلانحتاج فی تکمیلہٖ الی امر خارج عن الکتاب و السنّۃ۔

(شرح فقہ الاکبر ص ۱۱۔)

ہم محتاج نہیں ہے دین کی تکمیل کرنے میں ایسی چیز کی طرف جو کتاب و سنت سے خارج ہو۔

وہ لوگ جو بدعت کے داعی ہیں اور سنت طریقہ سے روگردانی کرتے ہیں اور نبی کریم ﷺ کی اتباع کے دعویدار ہیں اور شفاعت کے امیدوار ہیں وہ اس حدیث پر خوب غور حوض کرلیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ خطبہ دیا اور خطبہ کے دوران ارشاد فرمایا:

الا وانّہ یجاء برجال من امّتی یؤخذ لھم ذاتِ الشمال فاقول یارب اصیحابی فیقال انّک لاتدری ماا حدثوا بعدک فاقول کماقال العبد الصالح" وَكُنتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَّادُمْتُ فِيهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنتَ أَنتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ۔ (ابن کثیر ص ۱۲۰ ج ۱، بخاری ص ۶۶۵ ج ۲ کتاب التفسیر)

خبردار! میری امت کے کچھ افراد کو لایا جائے گا اور انہیں جہنم کی طرف لے جایا جائے گا، میں کہوں گا کہ اے رب میرے ساتھی ہیں مجھ کو کہا جائے گا۔ آپ کو نہیں معلوم کہ انہوں نے آپ کے بعد نئی چیزیں شریعت میں نکالی تھیں اس وقت میں بھی وہی کہوں گا جو عبد صالح (عیسیٰ علیہ السلام) نے کہا کہ "میں ان پر گواہ تھا جب تک میں ان کے درمیان رہا، پھر جب تو نے مجھے اٹھالیا تو ہی ان پر نگران ہے۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

اللہ رب العزت کے دربار میں نہایت عاجزی کیساتھ دست بدعا ہوں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ میری اس تھوڑی بہت سعی کو اپنے بارگاہ میں قبول فرمالیں، اور بندہ کو اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام امت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا پیروکار بنائیں۔وماذلک علی اللہ بعزیز۔

اور احقر اور اسکے والدین اور مشائخ اور تمام امت مسلمہ کی مغفرت فرمائیں۔

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم

وتب علینا انک انت التواب الرحیم

آمین آمین لارضی بواحدة

رحم اللہ من قال آمینا

بروز پنجشنبہ ۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۶ھ ۲۳ جنوری ۱۹۸۶ء

الاحقر:

محمد عبد الجبار الباجوری

خادم وبانی: دار العلوم تعلیم القرآن

لاشاعۃ التوحید والسنۃ مقام توحید آباد تر خوباجوڑ ایجنسی، صوبہ سرحد (پاکستان)

تکمیل ترجمہ واضافات بروز اتوار ۴/ ربیع الثانی ۱۴۲۳ھ ۱۶ جون ۲۰۰۲ء۔

والحمد للہ علی ذلک۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

مترجم: العبد الضعیف

۱۰۱ احسن زئی

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

مأخذات، وحوالہ جات

نمبر شمار	نام کتب	نمبر شمار	نام کتب	نمبر شمار	نام کتب
۱	قرآن مجید	۱۷	مستدرک حاکم	۳۳	العرف الشذی
۲	بخاری شریف	۱۸	ریاض الصالحین	۳۴	زاد المعاد
۳	مسلم شریف	۱۹	مظاہر الحق	۳۵	التنوی
۴	نسائی شریف	۲۰	ابن عساکر	۳۶	عمدۃ القاری
۵	ابوداؤد شریف	۲۱	دارقطنی	۳۷	فتح الباری
۶	ترمذی شریف	۲۲	المغنی	۳۸	ارشاد الساری
[illegible]	ابن ماجۃ شریف	۲۳	محلّٰی ابن حزم	۳۹	التعلیق الفصیح
[illegible]	...رمی شریف	۲۴	خصائص الکبریٰ	۴۰	مجالس الابرار
[illegible]	[illegible]	۲۵	طبرانی اوسط	۴۱	المکتوبات
[illegible]	[illegible]	[illegible]	رزین	۴۲	المنتخبات
[illegible]	[illegible]	[illegible]	...المعبود	۴۳	طریقہ محمدیہ
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	۴۴	الاتقان فی علوم القرآن
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	...ات راغبؒ

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

نمبر شمار	نام کتب	نمبر شمار	نام کتب	نمبر شمار	نام کتب
۴۹	تفسیر مظہری	۶۳	مسائل اربعین	۷۷	رسائل ابن عابدینؒ
۵۰	تفسیر التسہیل	۶۴	تفہیم المسائل	۷۸	مبسوط سرخسیؒ
۵۱	تفسیر روح المعانی	۶۵	کتاب البدع والنہی عنہا	۷۹	فتاویٰ ودودیہ
۵۲	تفسیر کبیر	۶۶	فضائل اعمال	۸۰	فتاویٰ شامیہ
۵۳	تفسیر عثمانی	۶۷	عجالہ نافعہ	۸۱	فتاویٰ بزازیہ
۵۴	تفسیر ماجدی	۶۸	تذکرۃ الابرار	۸۲	فتاویٰ سراجیہ
۵۵	تفسیر معارف القرآن	۶۹	ہدایۃ الابرار	۸۳	فتاویٰ ہندیہ
۵۶	تفسیر جواہر القرآن	۷۰	البدایۃ والنہایۃ	۸۴	فتاویٰ قاضی خان
۵۷	تفسیر بیضاویؒ	۷۱	حجۃ اللہ البالغۃ	۸۵	فتاویٰ رشیدیہ
۵۸	التبیان للصابونی	۷۲	الصارم المنکی	۸۶	فتاویٰ عزیزیہ
۵۹	تفسیر موضح القرآن	۷۳	البلاغ المبین	..۷	درمختار
۶۰	نشر المرجان	۷۴	اقتضاء الصراط المستقیم	۸۸	جامع الرموز
۶۱	سمط الدرر فی ربط	۷۵	کافیہ	۸۹	احسن الفتاویٰ
	الآیات والسور	۷۶	شرح جامی	۹۰	عینی شرح کنز
۶۲	تفسیر القرطبی	۷۷	ہدایۃ النحو	۹۱	عزیز الفتاویٰ

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

نمبر شمار	نام کتب	نمبر شمار	نام کتب	نمبر شمار	نام کتب
۹۲	شریفیه	۱۰۹	سراجی	۱۲۶	المنجد
۹۳	البحر الرائق	۱۱۰	اصول الشاشی	۱۲۷	النفائس المرغوبه
۹۴	الفتح القدیر	۱۱۱	حکایة صحابةؓ	۱۲۸	خیر الهدیٰ
۹۵	بدائع الصنائع	۱۱۲	شرح فقه اکبر	۱۲۹	نمازحنفی
۹۶	العنایة	۱۱۳	کتاب الروح	۱۳۰	الجواهر المضیئه
۹۷	السعایة	۱۱۴	شرح العقیدة	۱۳۱	تحقیق الدعاء بعدالجنازة
۹۸	مائة مسائل	۱۱۵	الطحاویة		
۹۹	الهدایة	۱۱۶	تهذیب التهذیب	۱۳۲	مفتاح السعادة
۱۰۰	شرح الوقایه	۱۱۷	میزان الاعتدال	۱۳۳	نیل السائرین
۱۰۱	نورالایضاح	۱۱۸	الاکمال	۱۳۴	ضیاء النوز
۱۰۲	شرح المجلة	۱۱۹	موضوعات کبیر	۱۳۵	اصول السنة
۱۰۳	کنزالدقائق	۱۲۰	الدرایة	۱۳۶	النشاط
۱۰۴	مقدمه عمدة الرعایة	۱۲۱	خلاصة الفتاویٰ	۱۳۷	الاصول فی البدع
۱۰۵	الفوائد البهیة	۱۲۲	امداد المفتین	۱۳۸	المدخل لابن الحاج
۱۰۶	نفع المفتی والسائل	۱۲۳	نورالانوار	۱۳۹	الاعتصام
۱۰۷	رساله قشیریة	۱۲۴	حسامی	۱۴۰	ایضاح الحق الصریح
۱۰۸	مولوی	۱۲۵	نهایه ابن اثیرؒ	۱۴۱	تعلیم الاسلام

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

نمبر شمار	نام کتب	نمبر شمار	نام کتب	نمبر شمار	نام کتب
۱۳۲	اصلی حنفیت	۱۵۴	اعلاء السنن	۱۶۶	حکم الذکر بالجہر
۱۳۳	ملاجی کا مردہ نیکس	۱۵۵	الانتصار لسنة سیّد الابرار	۱۶۷	فتاوی دارالعلوم دیوبند
۱۳۴	تعزیہ نواز قوم سے خطاب	۱۵۶	الآثار المرفوعة فی احادیث الموضوعة	۱۶۸	کتاب التوحید للشیخ عبدالغنی جاجرویؒ
۱۳۵	تحفة الهند	۱۵۷	عقد اللالی والدرر	۱۶۹	خزائن السنن
۱۳۶	کتاب الهند	۱۵۸	مالابد منه	۱۷۰	تنظیم الاشتات
۱۳۷	المنهاج الواضح	۱۵۹	معارف السنن	۱۷۱	منحة الخالق
۱۳۸	التبیان	۱۶۰	الکوکب الدری	۱۷۲	الجنة لاهل السنّة
۱۳۹	قرة العیون	۱۶۱	کفایت المفتی	۱۷۳	تالیفات رشیدیه
۱۵۰	صاعقة الرحمن	۱۶۲	بیان القرآن	۱۷۴	احکام الاحکام
۱۵۱	اصلاح الرسوم لمولاناجورۃ	۱۶۳	الرسالة البیضاء فی مسئلة الدعاء	۱۷۵	آپ کے مسائل اور ان کا حل
۱۵۲	اصلاح الرسوم للتهانویؒ	۱۶۴	مجموعه رسائل لکهنویؒ	۱۷۶	الدرروالمرجان (حوالہ جات فتح القرآن) (مولانا محمد طیب صاحب مدظلہ)
۱۵۳	رد بدعات	۱۶۵	احکام الدعاء	۱۷۷	البصائر

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

شیخ القرآن والحدیث حضرت مولانا محمد عبدالجبار صاحب مدظلہ کی

مایہ نازتصانیف

﴿مطبوع﴾

(۱) ☆ الہام الرحمٰن فی حل مشکلات القرآن (۲) التعلیق الصحیح علی مشکوٰۃ المصابیح (۳) ☆ رد بدعات اردو، پشتو (۴) انعام الرحمٰن فی تفسیر اصول القرآن (۵) غایۃ الاصلاح لمنکرات النکاح (۶) تحفۃ الاحباب فی عصمۃ الانبیاء وحفاظۃ الاصحاب (۷) اسلام میں عورت کا مقام (۸) تحفۃ المجاہدین (۹) ہجرت اونصرت (۱۰) جہاد فی سبیل اللہ (۱۱) جہاد افغانستان (۱۲) خطبۃ الاستقبالیہ (۱۳) اصول الجہاد لدفع اہل الشرک والالحاد (۱۴) تحفۃ الفقیر لمجاہدین جموں وکشمیر (۱۵) دکفر خوبنول کفر دے ۔ تفسیر فتح الرحمن

﴿غیر مطبوع﴾

(۱۶) فیض الودود علی سنن آبی داوٗد (۱۷) التنبیہ الضروری (۱۸) المسک الشذی علی مقدمۃ الترمذی (۱۹) تحفۃ الباجوری لمن آراد آن یتبصر فی الصحیح للامام البخاری (۲۰) زمامہ [illegible] زوند (۲۱) خیر المسالک فی آحکام المناسک

☆............☆

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام